مسعودی آئینہ

ہلال بکڈپو۔ جمعیۃ بلڈنگ کچہری روڈ نزدیک تار گھر امین آباد لکھنؤ

قیمت: ۵ روپے

ملنے کا پتہ:۔ غازی بک ڈپو، چوک بازار بہرائچ

۷۸۶

سببِ تالیف وتصنیف آئینۂ مسعودی

اس کتاب کے تالیف وتصنیف کے باعث عظیم الاخلاق محب الفقراء عالی جناب مولوی اقبال احمد خانصاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر وریزیڈنٹ درگاہ شریف وکمشنر اوقاف ضلع بہرائچ ابن خان بہادر محمد صدیق صاحب ہیں۔ خان صاحب کا خطاب عطیات شاہی سے ہے سلسلۂ نسب آپ کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاکر ملتا ہے جو خاندان جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم وعشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اعزازِ خاندانی آپکا آنحضرت کے زمانے سے لے کر آج تک بفضل خدا بدستور چلا آرہا ہے آبا واجداد آپکے نواب شہباز خاں اور نواب خیر اندیش خاں وغیرہ سلاطین دہلی کے مقربین بڑے بڑے پنج ہزاری وشش ہزاری معزز خطابات سے مخاطب عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہے ہیں نواب شہباز خاں کی فتوحاتِ ملکی اور جنگی کارنامے اتنے وسیع ہیں کہ اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں جو صاحب دیکھنا چاہیں تواریخ مآثر الامراء وغیرہ میں ملاحظہ فرمالیں۔ مجملاً یہ ہیں کہ بھون پور، بنگال، بہار، اودھ، اجمیر، اودے پور، جودھ پور، دکن، کوکرہ، پنجاب، ملک بھاتی، قلاع سوانہ جگدیش پور، شیر گڈھ، رہتاس، کوتل میر حصار، گولکنڈہ، ساحل دریائے برہم پتر جو ایک دریائے عظیم ملک خطا سے آتا ہے۔ گھورہ گھاٹ وسوناگاؤں وغیرہ تمام ملک ہند انکی نبرد آزمائی وکشور کشائی وقلامع قسکنی کا نتیجہ ہیں۔

(تموّل ودولتمندی)

انکی سرکار میں بیش قرار تنخواہوں کے ملازم تھے۔ منجملہ انکے دس آدمی ایک ایک لاکھ روپیہ تنخواہ پاتے تھے۔ اور نو ہزار سوار اُن کے ذاتی ملازم تھے جن کی تنخواہ تیس لاکھ روپے سالانہ ہوتی ہے اور ہر پنجشنبہ کو سو اشرفی کی شیرینی پر نیاز حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی کیا کرتے تھے جس کا سالانہ خرچ قریب ایک لاکھ روپے کے ہوتا ہے۔ قومی ہمدردی اس درجہ تھی کہ اپنی قوم میں کسی کو مفلس ومحتاج نہ چھوڑا تھا اسی پر اُن کے دیگر مصارف کو قیاس کرلینا چاہیئے۔ نواب خیر اندیش خاں انکی یادگاریں آجتک مختلف اطرافِ ہند میں انکی نیک سگالی وخیر اندیشی کی خبریں دے رہی ہیں۔ مثلاً آپ کے وطن میرٹھ میں قلعہ مرکز الخیر جسکا عالیشان خیر نگر دروازہ اب تک موجود ومشہور ہے۔ شیش محل مع پائیں باغ حوض وفوارہ وغیرہ انہیں کا تعمیر کردہ ہے۔ خیر المساجد والمعابد بڑی عالیشان مسجد ہے اسکے ملحق ایک مدرسہ قومی ہے جس کے اخراجات کیلئے ایک کثیر رقم کی جائداد بھی صاحب موصوف کے دادا نے وقف کی ہے اس قلعہ کے اطراف میں خیر نگر بازار جو کمبوہ دروازہ تک چلا گیا ہے اور پختہ سرائے خیر نگر یہ سب انہیں کی تعمیر کردہ اب تک موجود ہیں۔

اور انکی موجودہ اولاد کے قبضہ مالکانہ میں ہیں۔ مکنپور میں حضرت شاہ بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ و دیگر مکانات انہیں کے تعمیر کردہ ہیں۔ ضلع اٹاوہ میں موضع خیر نگر انکا ہی آباد کردہ ہے اور شہر اٹاوہ میں کٹرہ نیوا کلی انکی ایک کنیز کے نام سے آباد ہے اور اٹاوہ میں ایک شفاخانہ قائم کیا جس میں بڑے بڑے یونانی طبیب اور ہندی بید ملازم رکھے تھے دوا اور غذا سب انہیں کی سرکار سے ملتی تھی ایک کتاب خیر التجارت انہیں کی تالیف سے ہے اس شفاخانہ کا ذکر اس میں بھی کیا ہے تھوڑا سا دیباچہ درج ذیل ہے۔ وھو ہذا

"اما بعد این قلیل البضاعت و کثیر العصیان مسمّی محمد خاں مخاطب بہ خیر اندیش خاں کہ برائے ثواب اُخروی در بلدۂ اٹاوہ دار الشفا بنا ساختہ اکثر اطبا مثل حکیم عبد الرزاق نیشاپوری و حکیم عبد المجید خاں صفاہانی و مرزا محمد علی بیگ بخاری و حکیم محمد عادل و حکیم محمد اعظم حکما یونانی و کنول نین و سکھانند و نین سکھ مشیران ہندی کہ رفیق قدیم این احقر اند۔ مامور ساخت تا دواہائے قیمتی و سہل البیع از ہر اقسام مع غذائے حسب حاجت غربا و مساکین مہیا دارند و لوازمات معالجات و تیمار داری بطریق شائستہ بہم رسانند۔"

کشمیر میں بنجہزاری نواب بازار انہیں کا آباد کردہ ہے۔ بانس بریلی میں ایک قلعہ پختہ جسمیں نو محل عالیشان ہونیکی وجہ سے نو محلا ابتک موجود و مشہور ہے اور ایک قلعہ قدیم میں مبارک محل اور بریلی کی عیدگاہ انکے ہی تعمیر کئے ہوئے ہیں۔

پشاور میں جامع مسجد عالیشان سنگ سرخ کی ایسی عمدہ ہے کہ اس شہر میں اس سے بہتر مسجد نہیں ہے۔ اٹاوہ، لاہور، ملک پنجاب، کشمیر وغیرہ میں حکومت با اقتدار و عظمت فوجداری و صوبہ داری اسی خاندان میں رہی ہے۔ پنجاب میں پنڈ دادن آباد کردہ نواب دادن خاں صوبہ دار لاہور پنجاب جسمیں لاہوری نمک کی کان ہے انہیں کی یادگار ہے۔ اب اسوقت بفضلہ چھ بھائی ہیں۔ بڑے محمد مبین خاں صاحب رئیس میرٹھ ان سے چھوٹے جمیل احمد خانصاحب ریٹائرڈ انجنیر بہادر حیدرآباد دکن انسے چھوٹے محمد احمد خانصاحب پوسٹ ماسٹر جنرل بہادر حیدرآباد دکن ان سے چھوٹے امیر احمد خانصاحب بہادر کمانڈر افواج حیدرآباد دکن ان سے چھوٹے مولوی مقبول احمد خانصاحب ڈپٹی کلکٹر بہادر فیض آباد ان سے چھوٹے مولوی اقبال احمد خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و پریزیڈنٹ درگاہ شریف و کمشنر اوقاف ضلع بہرائچ دام اقبالہم۔ موروثی خطاب خانی و نوابی شاہی وقت سے ابتک اس گھرانے میں چلا آرہا ہے

اس معزز و مقتدر خاندان کے اعزازی اوصاف اس مختصر میں نہیں سما سکتے کیونکہ تواریخ مآثر الامرا، طبقات اکبری، منتخب التواریخ، بالمشاہیر وغیرہ اکتالیس کتب تواریخ شاہی فرامین و معزز خطابات سے مزین ہیں جنکو سب دیکھ سکتے ہیں۔ المختصر پریزیڈنٹ صاحب موصوف نے چونکہ حضرت سیّد صاحبؒ کے حالات زندگی مختلف کتب تواریخ میں منتشر تھے کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس سے سیری ہو اسلئے ناچیز کو طلب فرمایا کہ ایک کتاب آپکے حالات زندگی میں مبسوط و مکمّل و مشرح تکمیل کرے۔ اب اکبر وارثی میرٹھی اور یہ اہم کار خدمت گویا چھوٹا منہ بڑی بات ہے لیکن اس امید پر کہ ایک تو یقیناً حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی توجہ ضرور دستگیر ہوگی دوسرے

ایسے مقتدر خاندان کی ایک اولوالعزم ہستی کے ارشاد کی تعمیل میں ہم خرما و ہم ثواب سمجھ کے اس ذائقہ پر ۳۰ جنوری ۱۹۳۷ء سے لگا ہوا ہے۔ اسی عرصہ میں دہرہ دون، میرٹھ، دہلی، ریواڑی، دھمند گڑھ، تجارہ، علی گڈھ، جلیسر، ایٹہ، مین پوری، فرخ آباد، قنوج، کانپور، سترکھ، دیوہ، وکولی، وغیرہ حضرت سیّد صاحبؒ اور انکے ہمراہیان کے جہادی و تبلیغی کارناموں کی تحقیقات کے لئے روانہ کیا اور زر کثیر اپنی ہی جیب خاص سے دیا الحمد للہ کہ بعد تحقیقات یہ کتاب تکمیل کو پہونچی۔ ناظرین دعا کریں کہ اللہ پاک اپنے لاڈلے سیّد شہید صاحب موصوف کے صدقے میں صاحب موصوف اور انکے سب بھائیوں کو کونین کی ہر نعمت سے محفوظ اور ہر بلا سے محفوظ رکھے اور اولاد کی اولاد دنکی بہاریں اور ترقیاں دکھلائے اور کتاب ہذا کو مقبول فرمائیں آمین یارب العالمین۔

تقریظ

عالی جناب مولوی اقبال احمد خانصاحب بی۔ اے ڈپٹی کلکٹر بہادر و پریزیڈنٹ درگاہ شریف و کمشنر اوقاف ضلع بہرائچ دام اقبالہ۔ جناب اکبر صاحب وارثی کی فرمائش ہے کہ کچھ لکھو تعمیل حکم ضروری ہے۔ مئی ۱۹۳۶ء کو یکایک حضوری میں میری طلبی بخدمت پریزیڈنٹ کمیٹی درگاہ شریف ہوئی اور یہ عزت ملی۔ اس ناچیز کی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے یہ شرف خدمت عطا فرمایا۔ **وقف کس طرح ہوا**۔ اوّل انتظام خدام کے ہاتھ میں تھا ۱۹۰۴ء سے ایک کمیٹی حسب دفعہ ۹۲ ضابطۂ دیوانی قائم ہوئی کمیٹی کے دس ممبر میں ایک ممبر صدر ہوتا ہے آمدنی موجودہ حسب ذیل ہے

کل آمدنی ۹ - ۱ - ۲۶۰۵۰   اس میں چڑھاوے سے آمدنی ۵ - ۱۱ - ۱۴۲۸۶

اخراجات سالانہ بھی اسی کے قریب ہوتے ہیں۔ ایک ممبر ایک ضابطہ دار ایک اہلمد تین چپراسی ایک جیبر دار اور چار سنتری گارد اور ایک جمعدار اور مالیاں وغیرہ نگراں ہیں۔

بیمار یہاں کافی تعداد میں ہر سال شفایاب ہوتے ہیں اور لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں چشمۂ فیض جاری ہے آنکھ والے کو سب کچھ نظر آتا ہے۔ حضرت کے وجود۔ کا بیّن ثبوت ہے آپ سلطان محمود غزنوی کے کیمپ سے فقیرانہ تنہا رخصت ہو گئے تھے۔ آپکی ہستی نہایت ہر دل عزیز اور دل لبھانے والی تھی ہر مذہب اور ملّت کے اشخاص آپکے گرویدہ ہو جاتے تھے اور جب آپ اپنے والد ماجد کی خدمت میں ستر کھ پہونچے ہیں تو کافی تعداد میں لوگ آپکے ساتھ تھے۔ تاریخ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے کوئی مذہبی جنگ کی ہو۔ ان اطراف کے راجگان سے آپکی لڑائی محض اسوجہ سے ہوئی کہ ان لوگوں کو آپکے قیام سے شبہ ہوا کہ کہیں آپکا یہاں تسلط نہ ہو جائے مگر یہ انکی غلطی تھی۔ مرات مسعودی کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگا کہ سفر ہندوستان میں اکثر مقامات پر آپ کو بادشاہت قبول کرنیکے واسطے لوگوں نے درخواست کی مگر آپ نے ہمیشہ انکار فرمایا۔ فراخ دلی انتہا درجہ کی آپ میں تھی اور تعصب بالکل نہ تھا ہر شخص سے محبت کا برتاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ آجتک آپکا دریائے فیض ہر قوم و ملّت کے

لئے جاری ہے۔ آپ نے سورج کنڈ سے سورج کی مورتی نہیں ہٹائی اور نہ آپ نے جیٹھ کا میلہ بند کیا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں شاذ ہیں۔ سرکار کے حالات میں ایک کتاب مفصل کی ضرورت تھی۔ جناب مصنف کی برگزیدہ و ممدوح ہستی کے لئے خدا نے یہ کام مخصوص کر رکھا تھا وہ پورا ہوا۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ ورنہ کہاں میرٹھ اور کہاں بہرائچ، آپ نے کافی دورہ کیا ہے۔ اکثر مقامات پر ہم ساتھ ساتھ گئے ہیں اور موسم سرما کے دورہ میں یہی شغل متواتر راتوں کو دیر تک رہا۔ الغرض آپ نے نہایت محنت، محبت اور جانفشانی سے اس کام کو انجام دیا ہے اسکا شکریہ کس طرح ادا ہو بحیثیت ایک خادم درگاہ شریف خدا کے حضور میں آپ کے لئے دست بہ دعا ہوں ہوں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

المرقوم

بندہ اقبال احمد

بہرائچ۔ مورخہ ۳۱ ر اکتوبر سنہ ۱۹۳۷ء

تقریظ

از حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

میں خوش نصیب ہوں کہ میں نے اپنے زمانے میں دو اکبر دیکھے ایک الہ آباد میں اور ایک میرٹھ میں جو ہر ایک اپنی اپنی عجیب شاعری کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔

مولانا سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی کا انتقال ہوگیا انکے کلام کی خوبی ہر ہندو مسلمان کو معلوم ہے اکبر میرٹھی مسلمانوں میں بہت زیادہ مقبول ہیں کیونکہ انکا نعتیہ کلام میلاد شریف کی مجلسوں میں لاکھوں مرد عورت سنتے ہیں۔

اکبر صاحب میرٹھی وارثی نے حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے فارسی تذکرہ مرآت مسعودی کا ترجمہ کیا ہے جسکا نام آئینہ مسعودی رکھا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ترجمہ بہت اچھا ہوگا۔ اگرچہ میں نے اسکو دیکھا نہیں ہے لیکن اکبر صاحب میرٹھی کی شہرت اور قابلیت کا لحاظ کر کے خیال کیا جاتا ہے کہ کتاب بہت اچھی ہوگی۔

حسن نظامی دہلوی

۲۳ ر دسمبر سنہ ۱۹۳۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے مجھے پیدا کرنے والے خدا تو ایک ہے تیرا کوئی شریک نہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے ہادی اور مصلح دنیا میں آئے وہ سب تیری توحید کے گیت گاتے ہوئے آئے اور تیری عبادت اور تیری مخلوق کی اصلاح کی اور پردہ کر گئے نبیوں کے بعد ولیوں اور رشیوں نے تیری یکتائی کی گواہی دی، اور تیرے بندوں کی رہنمائی اور اصلاح کی اور تیرے قرب کے راستے بتائے اور بتا رہے ہیں اور قیامت تک بتاتے رہیں گے اس لئے مجھ ناچیز کی امنگیں بھی متقاضی ہیں کہ میں بھی تیری سرکار میں تیری یکتائی کے گیت گاؤں۔

ذکرِ جہر

حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
پیارے محمد صلی علی پر دل صدقے جاں فدا کرد — بت توڑے ہر بت کے پجاری سے کہا یہ پڑھا کرد
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
جبکہ سوار ابن حیدر کے سینے پر جلاد ہوا — بعد دعائے بخشش امت لب سے یہ ارشاد ہوا
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
جبکہ اُمیہ خلف انھیں تکلیفیں پہونچاتا تھا — لب پہ بلال عاشق شہ کے یہی وظیفہ آتا تھا
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
ابراہیم خلیل اللہ جب آگ میں ڈالے جاتے تھے — کر کے بھروسہ ذات خدا پر لب سے یہ فرماتے تھے
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
طرح طرح کی تکلیفیں سہ سہ کر مر جاتے تھے — جی جی کر جرجیس پیمبر لب سے یہ فرماتے تھے
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
ان کے غم میں جن و ملک کی آنکھ سے آنسو بہتے تھے — حضرت یوسف علیہ السلام چاہ میں گر کر کس چاہت سے کہتے تھے
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
زخمی بدن زخموں میں کیڑے ہر کیڑا آزاری تھا — لب پر ایوب علیہ السلام صابر کے یہی ترانہ جاری تھا۔
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ
جب دنیا سے ملک عدم کو اکبر کی تیاری ہو — ہر بن مو سے بہر محمد یہی وظیفہ جاری ہو
حسبی ربی جل اللہ مافی قلبی غیر اللہ — لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ

اے مجھ ناچیز کو گویائی بخشنے والے مالک ایسی ایسی نعمتوں سے تو نے مالا مال فرمایا ہے کہ۔

اگر ہر موئے تن گردد زبانے　　زتو رانم بہر یک داستانے
نیارم گوہرِ شکرِ تو سفتن　　سرِ موئے ز احسانِ تو گفتن

یعنی

کس منہ سے ادا ہو شکر ترا انعام جوانے شان دئے
دو پاؤں دیئے دو ہاتھ دئے دو آنکھیں دیں دو کان دئے
اِدراک و نطق و فہم و ذکا، تمیز و شعور و عقل و ہنر
یہ کیا کیا تحفے بیش بہا، بندوں کو بے احسان دئے
خورشید و قمر افلاک و زمیں، ابر و دریا و کوہ و صبا
عاجز بندوں کو راحت کے کیسے کیسے سامان دئے
یہ ان کو کھلاتے پلاتے ہیں، وہ کام میں جان لڑاتے ہیں
انسانوں کو حیوان دئے، حیوانوں کو انسان دئے
غلّے کی طلب میں غلّے کے انباروں پر انبار لگے
جب مینھ مانگا تو گھٹاؤں کے تمبو پر تمبو تان دئے
تیرے اکرام کا کیا کہنا، تیرے انعام کا کیا کہنا
پانی سے لبالب بحر دئے، پھولوں سے بھرے بستان دئے

اے میرے مالک! اے میرے آقا! مجھ ناچیز بندے کو تو نے بے انتہا نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر گستاخی معاف کر دے تو ایک بات دریافت کروں، وہ یہ کہ!

سوال :۔ عاجزانہ عاشقانہ ؎

جب قتل نہیں ہے مدِّ نظر، تو تلواریں کیوں چلتی ہیں؟
جو عاشق سے یوں چھپنا تھا تو دیدے کے کیوں ارمان دئے

جواب :۔ تحکمانہ معشوقانہ ؎

جب ایسے ایسے تحفوں سے اے بندے مالا مال ہوا
افسوس تو اُن سے غافل ہے جو جو ہیں تجھے فرمان دئے

پستی و بلندی سمجھ چکا، پھر غار میں ڈوبا جاتا ہے
اب سنبھل سنبھلنے کے بھی تجھے او غافل اوسان دئے
روزی بھی کھائے جاتا ہے، روزے بھی کھائے جاتا ہے
پھر ان کو چھوڑے بیٹھا ہے، جو بہرِ عمل ارکان دئے
اکبرؔ اکبرؔ اُٹھ ہوش میں آ، انجام یہی ہے ہستی کا
اُڑ گئیں گے نہ ہم پہچان لئے چوکے گا نہ تو بے جان دئے

نعت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

ایسی نعت حضور کی کون لکھ سکتا ہے جیسی میلاد شریف یعنی قرآن پاک میں لوح محفوظ پر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے جا بجا لکھی ہیں اور حضور کا میلاد مبارک کس خوبی سے بیان فرمایا ہے۔ اس مختصر میں صرف ایک مقام کا مضمون عرض ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ ہ
یہ عام لوگوں سے ارشاد ہے کہ تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (البشر) سے ہیں اور جن کو تمہاری تکلیف نہایت دشوار گزرتی ہے اور تمہارے نفع کے بہت ہی خواہشمند ہیں اور خصوصاً مومنوں کے ساتھ تو بیحد شفیق اور مہربان ہیں۔

اس نعت میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ خدا نے اپنے دو نام رؤف و رحیم حضور کو عطا فرمائے جو کسی نبی کو نہیں ملے۔ نبی کے معنی خدا کی خبر بندے کو پہونچانے والے کے ہیں اور نبی تو نبی ہیں مگر حضور رسول بھی ہیں۔ کریم بھی ہیں۔ رؤف بھی ہیں۔ رحیم بھی ہیں۔

نبی ہیں سارے نبی مگر وہ رسول بھی ہے کریم بھی ہے
پڑھو صلوٰۃ و سلام اس پر رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے

وہ عیب اُمّت کے دھونیوالا وہ رات بھر غم میں رونیوالا
شفیعِ اُمید و بیم بھی ہے، خلیقِ خلقِ عظیم بھی ہے
خطائیں اپنی ہیں گو کہ بیحد، مگر ہے کیا ڈر کہ خود محمدؐ
عزیز بھی ہے حریص بھی ہے رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے
وہ سرورِ دوجہاں محمدؐ، ہے دونوں سُو اُس کا میل بیحد
اِدھر ہمارا شفیق بھی ہے، اُدھر خدا کا ندیم بھی ہے

...ے اُس کی سرکار میں کمی کیا طلب کیا جس نے جو وہ پایا
...ہمارا مولا ہمارا آقا نعیم بھی ہے قسیم بھی ہے

دہن کے بینی کے کاکلوں کے ہیں روئے زیبا پہ یہ اشارے
یہی وہ قرآن ہے جس کے اوّل الف بھی ہے لام میم بھی ہے

...نظر کا گھائل ادا کا بسمل، پھبن پہ مائل سخن کا قائل
ذبیح بھی ہے مسیح بھی ہے خلیل بھی ہے کلیم بھی ہے

یہ کالی کملی میں جھلملانا، طرح طرح کی ادا دکھانا
دکر ربٌ کے چہرے پہ عین بھی ہے احد کے پہلو میں میم بھی ہے

زیادہ حد سے ہیں گو کہ عصیاں مگر ہے اکبر کو اس پہ نازاں
فقط وہ قہار ہی نہیں ہے رحیم بھی ہے کریم بھی ہے

حضور کا ذکر خدا کا ذکر، حضور کی محبت خدا کی محبت، حضور کی اطاعت خدا کی اطاعت حضور کا قول خدا کا قول ہے۔

وحیٔ خدا گفتار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ... عرشِ علیٰ دربار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
چہرے پہ والشمس کا غازہ گیسو پہ والیل کا وسمہ ... شمس و قمر رخسار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لب پہ دعائے بخششِ اُمت آئیہ رحمت محوِ عبادت ... کیوں نہ ہو رب غمخوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مہر سے اُجلا ماہ سے اُجلا فرش پہ چمکا عرش پہ چمکا ... روئے پُر انوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مُہرِ نبوت زیبِ شانہ سب سے بالا قدِ میانہ ... راہ نمائی کار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کیوں نہ ہوں اس کے صدقے واری ہم کو پیاری سب کو پیاری ... کُل آلِ اطہار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر دو نعمت صدیقؓ و عمرؓ کی ہر دولت عثمانؓ حیدرؓ کی ... موتی تھی ایثارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جسکو چاہے نعمت دیدے جس کو چاہے جنت دیدے ... ہے وہ سخی سرکارِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہے یہ دعائے داورِ محشر بھائی بہن سردار اور اکبر ... کرتے رہیں دیدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اکبر کیا قسمت کا دھنی ہے کیوں نہ ہو آخر نجتبیٰ ہے ... مدّاحِ سرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دیگر بہ تبدیل قافیہ

عرشِ بریں ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ... روح الامیں دربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بعد خدا کے ہم نے دیکھا جن و بشر کیا حور و ملک کیا ... سب سے بڑی ہے شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لہ اللہ المعطی وانا قاسم لہ عرب لہ احمد لہ محترمہ سردار جہاں بیگم صاحبہ پاٹودی اسٹیٹ سلمہا اللہ تعالیٰ جو مصنف...

اُمتِ عاصی کو بخشا کر، حشر سے جنت میں لیجاکر ... نکلیں گے ارمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دیکھو یہ شانِ اکرامی، کل کو دی دعوتِ اسلامی ... ہے وہ کشادہ خوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سوزشِ حشر سے جلگیا جلگیا، جلد کرم کر آجا! آجا ... اے ظلِّ دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کلمہ پڑھایا حق سے ملایا، جنت دی دوزخ سے بچایا ... کیا کیا ہیں احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اے اکبر اللہ سے ملا کر ضرب لگا اللہ اکبر ... ہو جا پھر قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان کی تکمیل اسی وقت ہوگی کہ جب سب سے زیادہ محبت جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو جائے گی۔ ورنہ ایمان کچا اور ادھورا ہے۔ مگر محبت ہو تو کم سے کم ایسی محبت ہو کہ ہر وقت حضور کی لو لگی رہے۔ دل ہر وقت تمنائی اور آنکھ حضور کے جلووں کی تماشائی رہے۔

دل وہی دل ہے کہ جو تیرا تمنائی ہے ... آنکھ وہ آنکھ ہے جو تیری تماشائی ہے
اس لئے ہیں میری نظریں ترے جلووں پہ نثار ... میری آنکھوں میں ترے نور کی بینائی ہے
نور وہ نور کہ جس نور کے نزدیک کبھی ... نہ جماہی ہے نہ سایہ ہے نہ انگڑائی ہے
پیچھے آنا ہے ترا ختمِ نبوّت کی دلیل ... سایہ کا ساتھ نہ ہونا تری یکتائی ہے
تیرے دنداں بھی اُجالا ہیں اندھیرے گھر کا ... سوئی بی عائشہ کی کھوئی ہوئی پائی ہے
رات دن جاگنے والے ترے صدقے ماں باپ ... میری قسمت کو جگا دے بڑی نیند آئی ہے
اسکے صدقے میں مجھے اپنا دکھا دے دربار ... جس نے تیرے درِ دولت کی قسم کھائی ہے
نعمتیں بانٹنے والے ہو ادھر چشمِ کرم ... خالی جانا بڑی بدنامی ہے رسوائی ہے
یہ نجگانہ ہے دو عالم میں اذانوں کی پکار ... کس شہنشاہ کے نام کی شہنائی ہے
میرے عصیاں کا ہے کتنا ہی گرانبار پہاڑ ... آگے رحمت کے مگر رائی کی جو تھائی ہے
ہو مبارک یہ عمامہ کا عطیہ اکبر ... خوب مدّاحی کی حضرت سے سند پائی ہے

روایت صادقہ از صوفی محمد ظہور خاں صاحب سہارنپوری خلیفۂ رشید حضرت خواجہ اکبر وارثی میرٹھی مولّف کتاب ہٰذا

ایک روز میں اور میرے مرشدِ پاک حضرت خواجہ اکبر وارثی میرٹھی بعد نماز عصر جامع مسجد دہلی کے جنوبی دروازے کی سیڑھیوں سے اُتر رہے تھے۔ غالباً چوتھی یا پانچویں سیڑھی پر ایک

لہ لا اقسم بہٰذا البلد وانت حلّ بہٰذا البلد

بزرگ حضرت سید حسن کمبل پوش رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب موصوف کو خوب غور سے دیکھ کر قدموں پر جھکنے لگے حضرت نے منع فرماکر مصافحہ کا قصد کیا۔ فوراً دست بوس ہوکر فرمانے لگے کہ ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا بسم اللہ۔ فرمایا کہ میرے غریب خانے تک تکلیف فرمانی ہوگی۔ حضرت نے فرمایا بہت اچھا تشریف لے چلئے پتلی قبر ے جو رستہ چوڑی دالوں میں کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو ایک چھوٹی سی اٹلی والی مسجد ہے۔ اسکے دروازے کے سامنے پہاڑی پر چڑھتے ہیں اُس پہاڑی پر اپنے مکان میں لے گئے اور خدام سے فرمایا کہ فوراً چاء تیار کرو۔ حضرت نے فرمایا حضرت چاء سے معافی دے کر کارِ خدمات سے عزت بخشیں کہ جس کے لئے طلب کیا ہے۔ نہایت عاجزی وانکساری سے فرمایا کہ بس یہی تمنا ہے کہ غریب مسکین کی چاء منظور ہو جائے۔ جب حضرت نے ان کی تواضعات و مدارات حد سے زیادہ دیکھیں تو فرمایا کہ بات تو فرمائیے کہ آخر آپ اس قدر زحمت میں پڑتے ہیں جب بار بار دریافت کیا تو اوّل تو بتانے میں بہت گریز کی، جب اِدھر سے زیادہ اصرار بڑھا تو طوعاً وکرہاً فرمایا کہ میاں میں اپنی آنکھوں سے ایسا ماجرا دیکھ چکا ہوں کہ جس قدر حضور کی خدمت کروں اور اپنی خاکساری برتوں وہ کم ہے۔ حضرت نے فرمایا وہ بات تو فرمائیے کہ آپ کیا دیکھ چکے ہیں، جب انہیں بہت مجبور کیا تو فرمایا کہ میں صبح کی نماز پڑھ کر اپنے وظیفہ میں تھا کہ غنودگی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ جامع مسجد میں حاضر ہوں اور وہاں بڑے بڑے انبیا علیہم السلام اور اولیاء ذوالکرام غوث و قطب رونق افروز ہیں اور درمیان میں ایک تخت نہایت خوش نما مسند سے سجا ہوا ہے اور سب حاضرین کی نگاہیں بار بار صدر دروازے کی جانب جا رہی ہیں۔ جیسے کسی کا انتظار ہو رہا ہو۔ اسی اثنا میں دیکھا کہ سب کھڑے ہو گئے اور دروازے کی طرف سے چہرۂ انور پر ایک بزرگ نقاب ڈالے ہوئے بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب کے ساتھ تشریف لائے اور تخت پر رونق افروز ہو گئے۔ میرے دریافت کرنے سے پاس والوں سے معلوم ہوا کہ یہ خود بدولت حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور انکے ہمراہ صحابہؓ ہیں اور چاروں طرف دیگر انبیا و اولیا اپنے اپنے مراتب پر جلوہ گر ہیں۔ اور ایک نئی بات یہ دیکھی کہ حضرت کے ساتھ ایک شخص کے ہاتھوں میں بہت سے عمامے ہیں جو تخت پر حضرت کے سامنے لاکر رکھے گئے پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مولوی کرامت اللہ خاں کو بلاؤ، چنانچہ وہ سامنے لائے گئے میں انہیں پہچانتا تھا واقعی وہی تھے۔ حضرت نے ایک عمامہ اٹھا کر ان کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ہم نے

تمھیں اپنا نائب ہندوستان مقرر کیا۔ جب اُنہیں عمامہ عنایت ہوا تو میرا بھی جی بہت للچایا اور چاہا کہ ایک عمامہ میں بھی مانگ لوں، مگر ادب مانع ہوا اور عرض کرنے کی ہمت نہ پڑی اتنے میں پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اکبر وارثی میرٹھی کو بلاؤ۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ سامنے لائے گئے۔ پھر حضور نے ایک عمامہ آپ کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اپنا مداح ہندوستان میں مقرر کیا۔ اب فی الحقیقت جو غور کیا ہے تو آپ ہی تھے۔ پھر تو مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور یہ بھی خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ سب عمامے تقسیم ہو جائیں اور مجھے نہ ملے تو بڑا افسوس ہوگا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میں سوال کر ہی بیٹھا کہ حضور ایک عمامہ ناچیز کو بھی مرحمت فرمایا جائے۔ ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے وہی عمامہ کافی ہے جو تمہارے پیر مرشد سے ملا ہے۔ بس اتنے میں غنودگی جاتی رہی یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمت کو بار بار جی چاہتا ہے۔ جب ایسا اعلیٰ مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے تو کیوں نہ تعظیم و تکریم کروں اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو سخت گنہگار رسیہ کار ہوں یہ سب کچھ جو آپ نے ملاحظہ فرمایا محض آپ کے پاکیزہ خیالات کا نتیجہ ہے۔ شعر

ہو مبارک یہ عمامہ کا عطیہ اکبر
خوب مداحی کی حضرت سے سند پائی ہے

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ ترجمہ:۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔ ایسے بھی مسلمان ہیں کہ حضور کو بڑا بھائی جیسا بتا دیتے ہیں اور اسی آیۂ مقدسہ کو دلیل میں پیش کر دیتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، درست — شان آپ کی مگر بشریت سے دور ہے
بشر کی شکل میں اندھوں کو کیا معلوم ہوتا ہے — یہ آئینہ وہ ہے جس میں خدا معلوم ہوتا ہے
نئی صورت سے ہر دم جوش زن ہے بحر بے پایاں — کہ جسکا قطرے قطرے سے پتا معلوم ہوتا ہے
ہوا جھونکوں میں بو پھولوں میں معنی بنکے لفظوں میں — نئی صورت سے ہر شے میں چھپا معلوم ہوتا ہے
صنم کو سجدہ کرکے کس طرح ہو جائے گا کافر — وہ مومن جسکو ہر بت میں خدا معلوم ہوتا ہے
فرشتے کیا سمجھ سکتا نہیں اُستاد بھی اُن کا — مری رگ میں غضب کا شعبدا معلوم ہوتا ہے
نہال ہو اس چمن میں کس طرح اس گل کا رنگ و بو — کہ جسکا پتے پتے سے پتا معلوم ہوتا ہے
نفخت فیہ من روحی کا زیور زیب تن کرکے — کوئی معشوق برقع میں چھپا معلوم ہوتا ہے
بس اے شہزادی پردہ نشیں اب کھول دے گھونگھٹ — چھپانا اچھی صورت کا بُرا معلوم ہوتا ہے

کمانوں میں سے اکبر یہ بھی ہے ادنیٰ کمال اسکا — کہ سب میں ہے مگر سب سے جدا معلوم ہوتا ہے

آئینہ دار پرتو مہر است ماہتاب
شان حق آشکار زشانِ محمدؐ است (غالب)

اِس جہاں میں روشنی کی بِل کے مہر و ماہ نے — دونوں عالم کر دے روشن رسول اللہ نے
دونوں عالم کو دکھادی اپنی صورت کی بہار — خود محمدؐ کو بنا کر آئینہ اللہ نے
دونوں عالم میں کوئی محبوب کا ثانی نہیں — کر کے سایہ دور یہ دکھلا دیا اللہ نے
عرش و کرسی مہر و مہ ارض و فلک لوح و قلم — سب محمدؐ کے لئے پیدا کئے اللہ نے
نارِ دوزخ کے موکل اس کے حرف اُنیس ہیں — ہر موکل رد کیا ہر حرف بسم اللہ نے
تنگ تھا جینے سے اس تکلیف میں سلطانِ روم — دردِ سر کو لکھو دیا تعویذ بسم اللہ نے
لیلیٰ و شیریں نے اکبر قیس کو فرہاد کو — تجھ کو رسوا کر دیا عشقِ رسول اللہ نے

تاجدارِ مدینہ کے اصحابِ باصفا

اُسے آساں ہے سیرِ چارِ سوئے گلشنِ جنت — جسے عشقِ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہو

سب سے پہلے مسندِ خلافت پر عتیق عبداللہ بن قحافہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہوئے، یہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے سچے عاشق ہیں، جب یہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے ہیں تو چالیس ہزار درہم خدا و رسول کی رضامندی کیلئے صرف کر دئے اور اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابو بکرؓ صدیق کے مال نے اور بہت سے مسلمان کفار کے یہاں غلامی کی ذلت میں گرفتار تھے اور سخت سے سخت تکلیفیں اُٹھا رہے تھے اور کفار اسلام کے حسد سے بڑی بڑی ایذائیں دے رہے تھے، مگر حضرت صدیق اکبرؓ نے زرِ کثیر دے کر اور اپنے مِلک میں لیکر فی سبیل اللہ آزاد کر دیا یہ حضرت بلالؓ و عامرؓ بن فہیرہ جنکے بے انتہا فضائل ہیں اور ایک شان یہ بھی ہے کہ ثانی اثنین فی الغار ثانی اثنین فی العریش ایک خاص انہیں کی شان یہ بھی ہے کہ یہ اور انکے ماں باپ اور اولاد

۱؎ حضرتؐ کے واسطے جنگ بدر میں تمازتِ آفتاب سے بچنے کیلئے اصحاب نے ایک سایہ دار مکان بنا لیا تھا اس میں ایک تو حضرت تھے اور دوسرے حضرت کی حفاظت کیلئے صرف ابوبکر صدیق مسلح تھے، دیگر صحابہ جنگ میں مصروف تھے اور اس مکان کا نام عریش ہے

سب اصحاب تھے اور ایک خصوصیت ان کی یہ بھی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتدا کسی صحابی کے پیچھے مکرر نہیں کی یہ خصوصیتیں کسی صحابی میں جمع نہیں ہوئیں۔
جمعہ کے دن ۲۲ یا ۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری کو تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

ان کے بعد عہدۂ خلافت کے لئے امیر المومنین حضرت عمر فاروق انتخاب ہوتے ہیں اُن کا عدل و انصاف اور کیاست و سیاست مشہور ہے۔ اُن کے رعب و ہیبت سے سلاطین روم و عجم کانپتے تھے ان کے زمانۂ خلافت میں اتنی فتوحات ہوئیں کہ کسی کے زمانہ میں نہیں ہوئیں یعنی ایک ہزار چھتیس شہر فتح ہوئے اور چار ہزار مسجدیں بنائیں اور خطبۂ جمعہ کے واسطے ایک ہزار نوسو ممبر نصب کئے اور نو کروڑ کو مسلمان بنایا اور بے حد ان کے فضائل ہیں اس مختصر میں گنجائش نہیں

اِن کے بعد جامع قرآن ذی النورین امیر المومنین حضرت عثمان ابن عفان زینت بخش مسندِ خلافت ہوئے، اِن کے زمانہ میں بھی فتوحات بکثرت ہوئیں، آپ صائم الدہر قائم اللیل عبادت گزار ایسے کہ مقامِ ابراہیم میں تمام رات قرآن پڑھنے اور نوافل پڑھنے میں گزار دیتے تھے اور نفقہ فی سبیل اللہ اِس درجہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اور پچھلے گناہوں کی بخشش کا مژدہ دیا۔ جب مہاجرین مدینے میں آئے تو شیریں پانی دور تھا اور کھاری پانی سے صحابہ کو بڑی تکلیف تھی۔ ایک یہودی کا میٹھا کنواں جس کا نام بیرِ رومہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جو کوئی اس بیرِ رومہ کو خدا کی رضامندی کے لئے سبیل کرے تو میں ضامن ہوں کہ کل بہشت میں چشمۂ آبِ معین اس کے نصیب ہوگا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کنوئیں کو یہودی سے گراں قیمت دے کر خریدا اور اسی وقت حضور رسول میں وہ کنواں سبیل کر دیا اس کے علاوہ اور بہت سی خوبیاں آپ میں تھیں۔

اِن کے بعد امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب تختِ خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ آپ کے فضائل احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ اس مختصر میں صرف ایک واقعہ مولانا مرزا نذیر احمد صاحب جبل پوری نظامی چشتی نیازی کا ناظرین کرام کے سامنے پیش کرتا ہوں جو کتاب فیض رسانِ عالم مطبوعہ مطبع محمدی دلہائی جبلپور صفحہ ۲۵ تا ۲۶ بحوالہ تاریخ معز الدین تحریر ہے، وہ یہ ہے۔

حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں۔ اس حدیث کی تصدیق کے لئے چار شخص وکیل سلاطین ایران کی طرف سے مدینہ منورہ پہونچتے ہیں، حضرت عمر فاروق خلیفہ دوئم کا زمانہ ہے۔ دربارِ خلافت

میں جا کر عرض کرتے ہیں کہ یا امیر المومنین ہمارے سلاطین نے ہمیں اس حدیث کی تصدیق کے لئے روانہ کیا ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں کے معجزات حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام دکھلا دیجئے تو ہم لوگ ایمان لانے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اپنے ساتھ لئے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ مولا نے فرمایا کہ اس کا انصرام ضرور چاہیئے۔ خلیفہ نے فرمایا کہ اسی واسطے میں حاضر ہوا ہوں میں بے ادب نہیں ہوں، میں تو آپ کا پیش دست ہوں اور آپ کی معاونت سے سرانجام امور خلافت نبوت کا کرتا ہوں جیسا ارشاد ہو عمل کروں[1]۔ جناب مولا نے سوالات وکیلوں سے دریافت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اہل مدینہ پر بھی اعلان کر دیا جائے اور یہ بھی حکم فرمایا کہ ایک جگہ لکڑیاں جمع کر کے انبار لگا دیا جائے اور آگ روشن کر دی جائے اور یہ بھی دریافت فرمایا کہ آج شہر میں کوئی میت ہوئی ہے تو وہ بھی لائی جائے۔ چنانچہ حکم جاری ہوا، شہر کے لوگ اکٹھے ہوئے اور عام لوگوں پر سوالات ظاہر ہوئے جناب مولا نے وکیلوں سے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو وکیلوں نے عرض کیا کہ اوّل معجزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا دکھلا دیجئے۔ جناب مولا کے ہاتھ میں اس وقت ایک بیلچہ تھا جس سے آپ اپنے صحن مکان میں کچھ کام کر رہے تھے اس بیلچے کو موم کی طرح موڑ کر گول کر دیا اور پھر سیدھا کر دیا۔ اس کے بعد پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ طلب کیا۔ جناب مولا نے اس بیلچہ کو زمین پر ڈال دیا وہ مثل اژدہے کے زمین پر کھڑا ہو گیا لوگ ڈر کر بھاگنے لگے۔ جناب مولاؑ نے اُٹھا لیا۔ پھر وہ بدستور بیلچہ ہو گیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ طلب کیا، چونکہ اس دن کوئی موت نہیں ہوئی تھی اس لئے آپ اُس میدان کی طرف چلے جہاں آگ روشن کی گئی تھی اور اس کی حرارت یعنی گرمی دور تک محسوس ہوتی تھی کہ کوئی پاس نہ جا سکتا تھا۔ اثنائے راہ میں ایک قبر ملی۔ وکیلوں نے کہا کہ اس قبر کہنہ کی میت زندہ ہو جائے تو یہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزے سے بھی بلند

[1] ناظرین یہ خیال نہ فرمائیں کہ حضرت عمرؓ مجبور تھے۔ چونکہ یہ امر ولایت کے متعلق تھا اگر [illegible] ترک ادب منظور نہ ہوا ورنہ صدہا کرامتیں آپ سے ظہور میں آئی ہیں اس اسرار کو وہی حضرات جاننے والے ہی جانیں چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہ تعالیٰ عمرؓ کی زبان سے بات کرتا ہے" اس جملہ کو سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

مرتبہ ہوگا۔ جناب مولاؑ نے قبر کی طرف ہو کر فرمایا کہ۔ السلام علیک یا حبیب کم تنام صاحب العرش لا تنام، کہ قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک جوان مرد برآمد ہوا۔ جناب مولاؑ نے اس سے اس کا حال دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں اپنی موت کے بعد جب قبر میں دفن کیا گیا اور میرے ہمراہی واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ہمراہ ہوا۔ چالیس قدم کے فاصلے سے دو فرشتوں نے مجھے قبر کے اندر کر دیا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں دنیا سے گذر گیا ہوں اور یہاں آ گیا کہ نکیرین آئے اور مجھ سے سوال ما دینک وما ربک وما ہذا الرجل کیا۔ شکر خدا کہ میں ان کے جواب میں مجبور نہ ہوا۔ خدا کی وحدانیت اور حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوّت کا اقرار کیا اور پہچان گیا۔ وہ خوش ہوئے اور کہا کہ اچھا اب تم یہاں آرام کرو کہ یکایک قبر میں ایک کھڑکی نظر آئی کہ مجھے خود بخود تمام آسائش کی لذتیں محسوس ہونے لگیں۔ پھر ایک کھڑکی سے ایک عورت نہایت حسین وجمیل میرے پاس آئی میں نے اس سے پرہیز کیا اور اس طرف سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے حاضر آئی۔ میں نے اجتناب کیا تب اس نیک بخت نے کہا کہ اے شخص یہ وہ عالم نہیں ہے چونکہ تو متقی تھا، خدا تجھ سے راضی ہوا۔ تیری عبادت خدا نے قبول فرمائی اس کے صلے میں مجھے کہ میں بہشتی حور ہوں، تیری خدمت اور دلبستگی کی خاطر بھیجا ہے دنیا کی تیری زندگی ختم ہو چکی، اب حشر تک تجھے یہیں رہنا ہے، جب مجھے یقین ہو گیا تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا اس کے حسن وجمال کو دیکھ کر دل پر قابو نہ رہا میں نے نہایت اضطراب اور بیخودی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کے ناز و انداز اور میری بے چینی بے حد بڑھی۔ بے تکلفی سے میرا ہاتھ اس کی گردن میں جا پڑا تو اس کے گلے کا ہار موتیوں کا ٹوٹ گیا اور موتی بکھر گئے۔ کہ میں اور وہ اُن موتیوں کو چن رہے تھے کہ جناب نے یاد فرمایا یہ واقعہ جب سُن چکے تو حضور نے فرمایا کہ اچھا اب تم جاؤ اور اپنا کام کرو اور آرام سے رہو مثل دلہن کے سو جاؤ۔

پھر آگ کی طرف توجہ فرمائی اور جناب ابوذر غفاریؓ سے فرمایا کہ آپ بے تکلف اس آگ میں چلے جائیے چنانچہ وہ ارشاد ہوتے ہی آگ میں چلے گئے اور وہاں کچھ ایسا لطف آیا کہ دو رکعت نماز شکریہ ادا فرمائی۔ ان وکیلوں میں سے کسی کو خطرہ ہوا۔ جناب مولاؑ نے اس خطرہ کو جان لیا اور اپنے صاحب زادے محمد حنیف[1] صاحبؓ سے فرمایا کہ اب تم جاؤ اور

[1] یہ حضرت سید سالار مسعود غازی انہیں محمد حنیف غازی کی اولاد امجاد سے ہیں۔

ان وکیلوں میں سے کسی کو لے جاؤ۔ چنانچہ ایک اُن میں سے صاحبزادے ممدوح کے ساتھ ہو لیا اور یہ دونوں اس آگ میں بے تکلف چلے گئے۔ وکیل نے وہاں جا کر عجیب و غریب منظر دیکھا اور کیا کچھ لطف اُٹھایا کہ بار بار عرض کرتا تھا کہ اے مولا آج میں نے حضور کی بدولت روضۂ رضواں دیکھا۔

ان واقعات کو دیکھ کر بہت لوگ جو ہنوز دولت ایمان سے محروم تھے مشرف باسلام ہوئے اس گروہ میں چند اعزۂ ابوجہل اور ابولہب کے دل بھی نورِ ایمان سے منور ہو گئے۔ وہ ایران کے وکیل یہ کرامت دیکھ کر ایمان لائے اور اپنے اپنے آقاؤں سے وطن جا کر اور دیگر خلائق سے واقعات بیان کئے۔ جن جن کے حصہ میں تھا۔ انہیں نصیب ہوا۔

منقبت

اے بادشاہ لافتا مولا علیؓ مشکل کشا
کیا اذکیا کیا اتقیا کیا اصفیا کیا اولیا
شاہِ زمن کعبہ وطن اژدر فگن خیبر شکن
کیا شان ہے شانِ نبی کیا آن ہے آنِ نبی
نورِ صمد شیرِ احد ماہِ شرف شاہِ نجف
تلوار دی اللہ نے دخترِ رسول اللہ نے
اُس آنکھ سے جس آنکھ نے مخمورِ دو عالم کئے
رد ہو گئی اس کی بلا جس نے عقیدت سے کہا
کبتک صعوبت میں رہوں کبتک یہ رنج و غم سہوں
بے بس کڑی منزل میں ہوں بکس بڑی مشکل میں ہوں

ہمرازِ محبوبِ خدا مولا علی مشکل کشا
ہے سب کا تم سے سلسلا مولا علی مشکل کشا
مرحب رُبا صد مرحبا مولا علی مشکل کشا
کیا نام ہے نامِ خدا مولا علی مشکل کشا
ابرِ کرم بحرِ سخا مولا علی مشکل کشا
بولے نصیری یا خدا مولا علی مشکل کشا
میری طرف بھی دیکھنا مولا علی مشکل کشا
مشکل میں ہوں آ جاؤ یا مولا علی مشکل کشا
آخر تو ہوں میں آپ کا مولا علی مشکل کشا
کیجئے مری امداد یا مولا علی مشکل کشا

اکبر جو چاہے مانگنا وارثؒ کا دیدے واسطہ
پھر دیکھنا دیتے ہیں کیا مولا علی مشکل کشاؓ

حضرت مولاؓ علی نے ۱۹؍ رمضان شریف سنہ ۴۰ھ میں شب یکشنبہ کو ابن ملجم خارجی کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں شہادت پائی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

دس اصحاب جو قطعی جنتی مخاطب بخطاب عشرہ مبشرہ ہیں

دس یار نبی کے جنتی ہیں — صدیق و عمرؓ علیؓ و عثمانؓ
پھر سعدؓ و سعیدؓ و عبیدہؓ — طلحہؓ و زبیرؓ و عبدالرحمانؓ

بعد شہادت حضرت مولاؓ علی مشکل کشا کے چھ ماہ خلافت راشدہ کے باقی تھے جو حضرت امیر المومنین امامِ عالی مقام حضرت امام حسن نے پورے کئے۔ بعد مولاؓ علی مشکل کشا کے مسندِ خلافت پر امامِ عالی مقام حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلوس فرمایا۔

کیا خلقِ حسن تھا حسن سبز قبا میں — کیا خوب فضائل تھے شہ ارض و سما میں
سر سجدۂ حق میں تو قدم راہِ وفا میں — دل یادِ خدا میں تو زباں ذکرِ خدا میں
ان کے لئے قرآن تھا وہ قرآن کی خاطر
سینہ سپرِ حفظ تھا ایمان کی خاطر

ہے نام حسن حسن میں وہ چہرہ اسلام — مشتق حسناتِ ابدی سے یہ ہوا نام
اُس خاصۂ اللہ کا ہر گام تھا یہ کام — ہر خاص تھے اور عام تھے سب موردِ انعام
آنکھوں میں حیا زورِ ید اللہ بدن میں
موجود تھے کیا کیا حسنات ایک حسن میں

آپ ۱۵؍ شعبان سنہ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور پیغمبرؐ خدا نے آپ کا نام حسن رکھا جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے تو اُن کا نام حسینؑ رکھا۔

روایت ہے کہ جبریلِ امین یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حریر پر لکھے ہوئے ہدیہ لائے کہ حسن حسین بہشت کے ناموں سے ہیں۔ پہلی پہل انہیں صاحبزادوں کے یہ نام رکھے گئے ہیں۔ آپ دوازدہ امام میں دوسرے امام ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پہلے خلیفہ ہیں۔ اور فقر و طریقت میں بہت سے نکتے آپ سے منقول ہیں اور جناب حسن نہایت کریم و رحیم و متواضع زاہد و عابد سخی و حلیم اور کمال درجہ کے باوقار تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے پچیس ۲۵ حج پاپیادہ کئے اور گھوڑے کوتل آپ سے

آگے آگے چلتے تھے۔ سخاوت ایسی تھی کہ جو پاس آیا اُسے راہِ خدا میں لٹا دیا یہاں تک کہ بعد ختم زمانۂ خلافتِ راشدہ تمام سلطنت امیر معاویہ کو دیدی۔ چھ ماہ عنانِ خلافت ہاتھ میں رکھی۔ آپ کی خاتم پر "العزۃ للہ" لکھا ہوا تھا اور بہت سے فضائل اور کرامتیں آپ سے ظہور میں آئی ہیں۔ شانِ ستاری یہ تھی کہ اپنی زہر پلانے والی بیوی تک کو نہ بتایا۔ حالانکہ معلوم تھا۔ آپ کی شہادت ۲۸ صفر یا ۵ ربیع الاوّل ۵۰ھ ہجری میں ہوئی۔

آپ کے بعد حضرت امام عالی مقام سید الشہداء شہید کربلا امام حسین علیہ السلام نے مسندِ امامت کو عزّت بخشی۔ ترمذی سے روایت ہے کہ حسنؓ حسینؓ بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ الٰہی میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور اُسے جو انہیں دوست رکھے۔ اور حضرت نے فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ دوست رکھے اللہ اسے جو حسینؓ کو دوست رکھے۔ ایک روز حضرت کے دائیں زانوں پر امام حسینؓ اور بائیں زانوں پر حضرت ابراہیم آپ کے صاحبزادے بیٹھے تھے کہ حضرت جبرئیل آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ دونوں کو آپکے پاس نہ رکھے گا۔ دونوں میں سے ایک کو اختیار کیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر حسین نہ ہوگا تو میرا اور علیؓ اور فاطمہؓ کا دل رنج پائے گا اور اگر ابراہیم نہ ہوگا تو میری ہی جان پر رنج گزرے گا۔ بس میں نے اپنا رنج اختیار کیا۔ پھر تین دن کے بعد حضرت ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے خوب رباعی فرمائی ہے۔

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین　　دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید　　حقّا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین

آپ کی خوبیوں اور بڑائیوں سے اور واقعاتِ کربلا سے ہزاروں کتابیں پُر ہیں۔ لہٰذا ہم صرف ایک سلام اپنی ارادت کے موافق حضور امام عالی مقام میں پیش کرتے ہیں۔

اے فلک غیرت یہ محشر خیز منظر دھوپ میں　　بانیٔ شر چھاؤں میں آلِ پیمبر دھوپ میں
آدمی کو چھاؤں میں جینا ہے بے پانی محال　　تین دن لڑتے رہے بے آب سرور دھوپ میں
آسماں لرزا، ملک کانپے، زمین تھرّا گئی　　کربلا کا تھا قیامت خیز منظر دھوپ میں
گرد باد اُٹھ اُٹھ کے ریگستان دشت بار کے　　خاک برسانے لگے کھا کھا کے چکر دھوپ میں

اُلٹا سورج کو پلٹ دینے کا ڈر تھا، اس لئے　　دھوپ اپنا روپ دکھلاتی تھی جھک کر دھوپ میں
اشقیا کے دھڑ سے سر تڑپتے تھے اونکی طرح　　تیغ بجلی سی جو گرتی تھی تڑپ کر دھوپ میں
سر برہنہ جس کو سورج تک نہ دیکھے آنکھ سے　　شرم کی جا ہے وہ نکلے یوں کھلے سر دھوپ میں
اک طرف مضطر حرم اک سمت لاشیں بے کفن　　ایک سو کفار، تنہا وہ گلِ تر دھوپ میں
ابر سر پر جن کے نانا کے کرے سایہ نثار　　ہائے وہ سیدانیاں نکلیں کھلے سر دھوپ میں
اشقیا کی فوج کو تارے نظر آنے لگے　　رن میں جو نکلے علیؓ کے ماہ و اختر دھوپ میں
آبروئے اسلام کی رکھ لی علیؓ کے لال نے　　جان دیدی تشنہ لب تپتی زمیں پر دھوپ میں
سر پٹکتی ہیں لبِ دریا پہ موجیں آج تک　　چل بسا پیاسا جو وہ ساقیٔ کوثر دھوپ میں

اس مزے کو کوئی کیا سمجھے گا جب اکبر حسینؑ
کر رہے تھے حق پہ اپنی جاں فدا در دھوپ میں

//

فضائلِ شہادت فی القرآن عظیم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ ترجمہ۔ ان لوگوں کو مردہ نہ کہو، جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں۔ بلکہ زندہ ہیں۔ مگر تم نہیں سمجھ سکتے۔

فضائلِ شہادت فی الحدیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اِنَّ اللّٰہَ اکرم الشہداء بخمس کرامات لم یکرم بہا احداً ولا انا۔ تحقیق بزرگ کیا شہیدوں کو پانچ کرامتوں سے۔ کہ نہیں بزرگ کیا اُن سے کسی کو اور نہ مجھ کو، احدہا۔ اِنَّ اَرْوَاحِ جمیع الانبیاء یقبضہا ملک الموت و ارواح الشہداء یقبضہا اللہ تعالیٰ۔ ایک یہ کہ تحقیق سب نبیوں کی روحیں تو ملک الموت قبض کرتا ہے اور شہیدوں کی روحیں اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے۔ الثانی۔ اِنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَا یُغسلُوْنَ بَعْدِ مَوْتِہِم وَاَنَا کَذَالِکَ وَالشُّہَدَاءُ لَا یُغْسَلُوْنَ۔

دوسرے یہ کہ تحقیق تمام نبیوں کو بعد مرنے کے غسل دیا جاتا ہے اور مجھ کو بھی۔ اور شہیدوں کو [illegible] دیا جاتا ہے۔

الثالث۔ ان جمیع الانبیاء یکفنون وانا کذالک والشہداء لا یکفنون

تیسرے یہ کہ تحقیق سب نبیوں کو کفن دیا جاتا ہے اور مجھ کو بھی۔ اور شہیدوں کو [illegible] نہیں دیا جاتا ہے

الرابع۔ یسمون الانبیاء الموتی وانا کذالک یقال مات محمد والشہداء لا یسمون بالموتی بل یقال لہم احیاء

چوتھے یہ کہ تمام نبیوں کا موتیٰ یعنی مردہ ہوتا ہے اور اسی طرح مجھ کو بھی کہا جاتا ہے۔ رسالت مآب [illegible] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور شہیدوں کو مردہ نہ کہنا چاہئے۔ بلکہ زندہ کہنا چاہئے۔

والخامس۔ ان الانبیاء یشفعون یوم القیامۃ وانا کذالک والشہداء یشفعون کل یوم ویوم القیامۃ

پانچویں یہ کہ تحقیق شفاعت کریں گے انبیاء قیامت کے دن اور ہم بھی اور شہداء ہر روز شفاعت کریں گے۔ اور قیامت کے دن بھی۔

شہیدوں کی یہ عزت اللہ اللہ — شہیدوں کی یہ عظمت اللہ اللہ
شہیدوں کا وہ بے پایاں ہے پایا — کہ نبیوں کو بھی جس پر رشک آیا

اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہادت سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ اسی لئے پہلے یہ نعمت خاندان رسالت کے حصہ میں آئی۔ اول حضور کے چچا حضرت امیر حمزہ شہید ہوئے۔ پھر اصحاب کبار نے یہ دولت حاصل کی۔ پھر حضرات حسنین علیہم السلام شہادت کی شراب سقاہم ربہم کے کیف سے سرشار ہوئے۔ پھر ائمہ معصومین نے خدا کی راہ میں اپنی پیاری جانیں دے کر لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون کی بہاریں لوٹیں۔

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اٹھارہ بیٹے تھے بعض نے چودہ لکھے ہیں ایک

عن ثوبان مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزہما اللہ من النار عصابۃ تغزو الہند وعصابۃ تکون مع عیسی ابن مریم علیہما السلام۔ نسائی میں بروایت ثوبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب نار سے آزاد کر دیا ہے ایک گروہ وہ ہے جو ہندوستان میں غزوہ کرے گا اور ایک وہ گروہ ہے جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ رہے گا۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ بروایت ابوہریرہ مروی ہے کہ ہندوستان میں غزوہ کرنے والے افضل شہدا ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت ابوہریرہ کو ہند کے غزوات میں اپنی جان و مال نثار کر دینے کی آرزو تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متعلق حضرت سید سالار مسعود غازی رحمت اللہ علیہ کے ہے۔

[illegible]

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت امام [illegible] نے [illegible] اعطا فرمایا۔

الغرض محمد حنیفہ غازی کے دو بیٹے تھے۔ ایک [illegible] عبدالمنان اور [illegible] عبدالفتاح تھا۔ یہ حضرت شہید سالار مسعود غازی جو آفتاب ہندوستان ہیں حضرت عبدالمنان کی اولاد امجاد سے ہیں۔ شجرہ انساب یہ ہے۔

سالار مسعود غازی بن شاہ ساہو غازی بن شاہ عطاء اللہ غازی بن شاہ [illegible] غازی بن شاہ طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ عمر غازی بن شاہ ملک آصف غازی بن شاہ [illegible] بطل غازی بن شاہ عبدالمنان غازی بن شاہ محمد حنیفہ غازی بن اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور سید سالار مسعود غازی کو خرقہ ارادت و خلافت اپنے [illegible] سے پہونچا۔

اور چھوٹے بیٹے عبدالفتاح کی اولاد امجاد سے خواجہ احمد گیسو دراز پیر و مرشد [illegible] بل ترک شاہ ولایت ترکستان میں اور والدہ حضرت سید سالار مسعود غازی کی [illegible] م ستر معلی ہے۔ بعض میں سلطان محمود بن سبکتگین کی اور مصنف تاریخ جہاں آرا نے سلسلہ نسب سلطان محمود کو یزدجرد شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تک پہونچایا ہے۔ در مصنف تاریخ محمودی اولاد امام رضی اللہ عنہ میں شمار کرتا ہے بہر حال دونوں مقبول

ہیں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارہویں پشت میں ہیں خرقہ ارادت وخلافت ورثۂ شہادت درجہ بدرجہ آباؤ اجداد سے پایا۔ سبحان اللہ ایسے بلند ہمت صاحبِ جرأت راہ خدا میں جانباز عاشقانِ الٰہی میں ممتاز علی مرتضیٰ کی اولاد کے سوا کہاں پیدا ہوتے ہیں۔

شعر

علی کا گھر بھی وہ گھر ہے کہ جس گھر کا ہر اک بچہ جہاں پیدا ہوا شیرِ خدا معلوم ہوتا ہے

یہ دوجہاں کی نعمت اللہ تعالیٰ نے ائمۂ اطہار کے بعد سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت فرمائی کہ جان سی عزیز چیز راہِ خدا میں دے کر شہادت کی نعمت پائی کہ آج خاصانِ خدا اس در کی گدائی کرتے ہیں۔ کثرت سے حاجت مند آ آکر دامن امید گلہائے مقصود سے بھرتے ہیں۔ آرزومند آرزوئیں پاتے ہیں۔ آپ حاجت روائے عالم کہلاتے ہیں۔

تاریخ مسعودی کے مصنف ومولف حضرت عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدہ کامل اور فیض روحانی حاصل تھا اس لئے عام لوگوں سے حضرت سید سالار مسعود غازی موصوف کے حالات ولادت وجہاد وشہادت سنا کرتا تھا۔ بڑی جستجو سے ایک تاریخ پرانی ملا محمد غزنوی کی تصنیف شدہ ملی جو سلطان محمود غزنوی کے ملازم تھے اور آخر عمر تک سالار ساہو وسالار مسعود کے ساتھ رہے اور بعد شہادت حضرت سالار مسعود کے اُن کا انتقال ہوگیا۔ یہ کتاب انہوں نے چھوڑی اس میں تمام حالات سلطان محمود اور سالار ساہو اور سالار مسعود کے لکھتے رہے تھے۔ اُس کتاب میں سے تمام حالات حضرت سلطان الشہداء کے میں نے انتخاب کرلئے اور پھر روحِ مقدس حضرت ممدوح سے باطنی طریقہ سے دریافت کیا۔ آپ نے خواب میں آکر بڑی بڑی مہربانی فرماکر کتاب کے لکھنے کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ہم واقعی بیان سے تمہیں مطلع کرتے رہیں گے۔ جب یہ کرم حضرت کا دیکھا تو مجھے بڑا اطمینان ہوگیا اور حضرت کی امداد سے کتاب لکھنی شروع کردی۔ اب جو حال تاریخ جہاں آراء، تاریخ محمودی، روضۃ الصفا وغیرہ میں لکھا ہے یا کسی محقق اہل باطن سے سنا یا خود خواب میں حضرت کے فیض سے دیکھ لیا وہ حضرت ہی کی اجازت سے درج کتاب کردیا اور ان کی کتب تواریخ دیکھنے سے پہلے حسب الحکم حضرت نورالدین محمد جہاں گیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ کے میں کوہِ شمال حدودِ نیپال میں گیا تو وہاں اجارج منی بہدر نام برہمن تاریخ داں

وکیل راجہ کوہستان اور تمام وکلائے ہندوستان میرے پاس آئے۔ ان سے اتفاقاً تواریخ کہنہ وسلطان الشہداء کا ذکر آگیا۔ اس نے ازروئے کتاب تاریخ ہندی زبان یہی حال بعینہٖ کہہ سنایا اور یہ بھی کہا کہ اب تک راجہ بائے کوہستان رائے شہردیو سلطان الشہداء کے قاتل کی اولاد ہیں، تاریخ ہندی ان کے کتب خانہ میں ہے اس میں سالار مسعود کا بھی حال لکھا ہوا ہے۔ پھر چند سال کے بعد جو میں نے تاریخ ملا محمد غزنوی دیکھی تو اس میں وہی حالات جو اجارج منی بہادر کی زبانی سُنے تھے اور تاریخ ہندی میں دیکھے تھے حرف بحرف مطابق پائے۔ ایک روز میں اپنے دل میں خیال کر رہا تھا کہ حضرت سلطان الشہداء نے خدا کی بارگاہ میں کتنا بڑا مرتبہ پایا ہے اور یہ عین میری چلہ نشینی کا زمانہ تھا تھوڑے عرصہ کے بعد آخر عشرہ رمضان میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں کعبہ شریف میں ہوں کہ ایک عربی صورت کا شخص سفید لباس پہنے ہوئے، سبز چادر اوڑھے ہوئے، عربی عمامہ باندھے ہوئے موجود ہیں اور عین کعبے میں ایک مزار ہے اس بزرگ سے مجاور سمجھ کر میں نے دریافت کیا کہ کس کا مزار مقدس ہے؟ جواب دیا کہ یہ مزار ایک برگزیدۂ خدا کا ہے تھوڑے عرصہ کے بعد اس مزار سے حضرت سلطان الشہداء برآمد ہوئے اور دو گھوڑے موجود تھے۔ میں نے حضور کے قدموں پر سر جھکا دیا حضرت نے فرمایا دوسرا گھوڑا ابھی موجود ہے سوار ہوکر میرے ساتھ چلو۔ میں ساتھ ہولیا۔ بہرائچ آکر مجھے رخصت فرمایا۔ اس روز سے حضور کا قرب و منزلت معلوم ہوا۔ دوسری بار میرے دل میں حضور کے حسب ونسب کے متعلق شبہ گزرا۔ یعنی تصنیف مراۃ مسعودی کے زمانے ہوگئے ہیں، تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت اسپ مادیہ خنگ پر سوار ہوکر بہرائچ کی طرف سے تشریف لارہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ آؤ چنانچہ سالار ساہو کے مزار پر ہوکر درجہ بدرجہ محمد حنیفہ کی زیارت کی اور خانہ کعبہ میں آئے دیکھا کہ مولا علی مشکل کشا خاکی چادر اوڑھے ہوئے کعبہ کے در پر تکیہ لگائے رونق افروز ہیں اور دو مرد سفید کپڑے سفید داڑھی حرم کے دروازے پر موجود ہیں اور مجھ سے معترضانہ پوچھا کہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ یہ پیری مریدی کس کی ایجاد ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جب آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی، تمہیں اس کی خبر نہیں کہ اس سلسلے کے سردار حضرت علیؓ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، کسی کی ایجاد نہیں ہے۔ یہ سن کر دونوں نے سر جھکا لیا پھر مولا علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ مرحبا خوب جواب دیا پھر خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔ میں نے مولا کی اقتدا کی۔ اُس وقت

انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا کا راز معلوم ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ عزل و نصب سلاطین و رجال اللہ
کا فرماتے ہیں۔ اس کام پر خدا کی طرف سے مامور ہیں۔ حضرت علیؑ کی زیارت سے سینہ
پر نور ہو گیا۔ اور وہ جو حسب و نسب حضرت سلطان الشہداء کے شبہ پیدا ہوا تھا سب
دور ہو گیا۔

بیانِ ابتدائے آمد اہل اسلام ہندوستان میں

صاحبِ تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان کا زمانہ آیا
سنہ ۴۴ھ میں انہوں نے زیاد بن امیہ کو بصرہ و خراسان دیا۔ اسی سال عبد الرحمن بن شمر
نے زیاد کے حکم سے کابل فتح کیا۔ اسی زمانہ میں ایک امیر نامی عرب مہلب بن ابی صفرہ
نے حوالی مرو سے کابل و زابل ہو کر ہندوستان میں آکر دس بارہ ہزار لونڈی و غلام
پائے۔ اور چند عرصہ میں بہت ہندی ایمان لائے۔ جب سنہ ۵۳ ہجری میں زیاد بن امیہ
نے عارضہ طاعون میں وفات پائی پھر سنہ ۶۰ھ میں یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا۔ اس
نے سنہ ۶۲ ہجری میں مسلم بن زیاد کو خراسان و سیستان کا سپہ سالار کیا اور مہلب
بن صفرہ کو ان کی ہمراہی کا حکم دیا۔ مسلم نے اپنے چھوٹے بھائی یزید بن زیاد کو سیستان
کا حاکم کیا ابو عبد اللہ بن زیاد کو کابل کے حاکم نے قید کر لیا۔ عرب کی فوج نے کابل کو
گھیر کر شکست کھائی۔ پھر جب مسلم کی اجازت سے طلحہ عرف طلحۃ الطلحات بن عبد اللہ
بن حنیف خزائی نے پانچ لاکھ دینار دئے۔ تب ابو عبد اللہ قید سے چھوٹے اور طلحہ کو
مسلم نے سیستان کی امارت دی۔ فوج غور و بادغیش کابل کو روانہ کی۔ بڑے جر ثقیل
سے کابلیوں کو مطیع کر کے خالد بن ولید سے اور بعضے اولاد ابوجہل سے لکھتے ہیں، کابل دیا
جب خالد بن عبد اللہ حاکم کابل نے معزول ہو کر اپنا راستہ لیا حاکم تازہ کے خوف سے
عراق عرب کی راہ دشوار گذار دیکھ کر درمیان ملتان اور پیشاور کے کوہ سلیمان پر مسکن بنایا
اور اپنی دختر کا ایک افغان مسلمان سے نکاح کر کے نیا راستہ قائم کیا اس سے
دو فرزند، ایک لودی دوسرا سور بڑے نامی پیدا ہوئے طائفہ افغان سور و لودی
اس کی اولاد سے ہیں اور صاحب مطلع الانوار کا یہ کلام ہے کہ افغان قبطیہ اولاد فرعون
کا نام ہے۔ واقعی یہ قوم اولادِ سلاطین اولو العزم عالی خاندان ہے۔ آثارِ شجاعت و ریاست

ونشانِ سلطنت خاندانی چہرے سے ظاہر ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کو
زیر کر کے راہ پر لائے تو بہت قبطی دین موسیٰ علیہ السلام میں داخل ہوئے اور ایک
جماعت کثیر نے فرعون کی خدائی تسلیم کرتے ہوئے دینِ موسیٰ علیہ السلام قبول نہ کیا
ہندوستان آکر کوہ سلیمان پر مسکن بنائے اور افغان کہلائے جب ابرہا نے دور
ونزدیک کے جہلا کو لے کر کعبہ کا قصد کیا تو افغان بھی جو ایمان نہیں لائے تھے اس
کے ساتھ کعبے میں جا کر سزایاب ہوئے۔ پھر افغانان کابل زراعت کر کے
آسودہ ہو گئے اور اہل اسلام سے کہ ہمراہ محمد قاسم کے سندھ سے ملتان میں آکر
رہے تھے سنہ ۱۴۳ ہجری میں جب ان کی اولاد کی کثرت ہوئی تو مواضعات معمورہ مثل
کرماچ و پیشاور پر قبضہ پایا۔ پھر کوئی راجہ لاہور خویش راجہ اجمیر کی طرف سے ہزار سوار لیکر
مقابلے پر آیا۔ جب یہ سوار کام آئے تو راجہ لاہور نے دو ہزار سوار پانچ ہزار پیادے
اپنے بھتیجے کے ہمراہ بھجوائے۔ یہاں اہل اسلام خلج و غور و کابل سے چار ہزار فوج مسلمانوں
کی مدد کو لائے۔ پانچ مہینے میں ستر لڑائی لڑ کے بیشتر مسلمان غالب آئے جاڑے
کے موسم میں لڑائی موقوف رہی۔ دم لیا۔ گرمی میں راجہ لاہور کے بھتیجے نے پھر میدان
گرم کیا۔ یہاں اہل کابل و خلج بدستور ہمراہ تھے۔ درمیان کرماچ و پیشاور کی جنگ
ہوئی۔ ابتدائے برسات میں ہندی بخوفِ سیلاب و سردی کے بلا فتح و شکست
لاہور چلے آئے اور کابلیوں اور خلجیوں نے بھی اپنے ملک کو قدم بڑھائے
جب راہ میں مسافر مسلمانانِ کوہستان کا حال دریافت کرتے تھے تو اہل فوج
منع کر کے بجائے کوہستان کے افغانستان سناتے تھے۔ اس لئے مسکن اُن کا افغانستان
اور یہ قوم افغان کہلائی۔ اور وجہ تسمیہ پٹھان کی تاریخ فرشتہ نے یوں تحقیق کی ہے
کہ جب اہل اسلام سلاطین کے ساتھیوں نے پٹنہ میں مسکن بنائے بوجہ سکونت پٹنہ
کے پٹھان کہلائے۔ اسی زمانہ میں راجہ لاہور اور جہاں گکھڑ سے بگڑ گئی اوّل گکھڑوں
نے بوجہ قرب دیوار کے پھر راجہ لاہور نے افغانانِ اہل اسلام سے صلح و موافقت
کی افغانانِ اسلام نے کوہستان پیشاور پر قلعہ بنا کر خیبر نام رکھا اور ولایت
روہ پر متصرف ہو کر مزاحمت ملوک سامانیہ سے اپنی حدود کا انتظام کر لیا۔ جب
غزنی میں الپتگین بادشاہ ہوا اور سبکتگین سالار شاہ لمغان و ملتان میں مقابلہ ہوا۔
افغانوں نے عاجز ہو کر جیپال راجہ پنجاب کی مدد بلائی۔ اس نے سردی میں مقابلہ کی

جرأت نہ پاکر بمشورہ راجہ بہاطنہ کے شیخ حمید کو۔ کہ افغانوں میں ہوشیار تھا، وزیر بنالیا شیخ حمید نے ولایت تمغان اور ملتان کے رئیسوں کو حاکم بنایا اور ہر ایک موضع پر اپنا عمل بٹھایا افغانوں کو مالک کر دیا۔ بعد فوت الپتگین اور اس کے فرزند ابو اسحاق کے سبکتگین کو سلطنت غزنی کی پہونچ گئی۔ شیخ حمید نے مصلحتاً صلح کر کے بیخ محبت جمائی۔ سبکتگین نے ملک جیپال فتح کیا۔ شیخ حمید کو ملتان دیا مگر سلطان محمود نے خلاف عہد و پیمان سبکتگین کے سب کو زیر کر کے اپنا مطیع بنالیا۔ اور کچھ ماہوار مقرر کر دیا۔

حسب و نسب سلطان محمود بن سبکتگین

تاریخ منہاج السراج و جہاں آرا و قول فرشتہ سلطان محمود بن سبکتگین بن جوقان بن قزالحکم بن قنزل ارسلان بن قراماان بن فیروز بن یزدجرد بن شیرویہ بن فرویز خسرو بن ہرمز بن کسریٰ ہیں۔ اور تاریخ محمودی در روضۃ الشہداء کے خاتمہ کی دوسری فصل تفصیل اولاد امام حسن میں سید حسینی الحسنی نسل یحییٰ بن ادریس بن عبداللہ محض بن حسین مثنیٰ بن حسن مجتبیٰ ہیں اور بعض مورخوں نے سبکتگین کو غلام ترکی نژاد لکھ کر مختصر کر دیا ہے۔ اور تفصیل حسب و نسب کو بوجہ اختلاف و طول کے اُڑا دیا۔ اور وجہ اختلاف کی یہ بتائی جاتی ہے کہ جب اولاد کسریٰ پر تباہی آئی۔ سلاطین حکامِ اسلام سے خوف کھا کر جان بچا کر جلا وطن ہو گئے۔ حسب و نسب غایت مفلسی نے پریشان کر دیا۔ چنانچہ تاریخ منہاج السراج میں لکھا ہے کہ عہدِ حضرت عثمان بن عفان میں ولایت مرود پاسیا میں جب یزدجرد نے قتل ہو کر فوج نے شکست کھائی تو اس کی اولاد نے ترکستان میں آکر ترکوں سے میل جول پیدا کیا۔ ان سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ ترک کہلائی۔ وہیں آباد ہوئی۔ عہد عبدالملک میں نصر حاجی تاجر سبکتگین کو ماوراءالنہر حدود ترکستان سے بخارا میں لایا۔ اُسے الپتگین موالی ملوک سامانیہ جوار مطیع عبدالملک نے خرید فرمایا۔ المختصر الپتگین نے بعد تعلیم ایک سال کے آثار شرافت و فراست سبکتگین میں پاکر امیر الامراء لشکر و وکیل مطلق کیا بعد عرصہ کے امیر نوح حاکم بخارا نے سبکتگین کو امیر ناصر الدین اور سلطان محمود کو امیر الامرا کر کے سیف الدولہ کا خطاب دیا۔ جب الپتگین نے بعد عبدالملک کے منصور بن عبدالملک

سے منحرف ہو کر غزنی میں پندرہ سال سلطنت کر کے سنہ ۳۵۶ ہجری میں قضا کی اور ابوالاسحاق اس کے خلف نے بھی ۳۶۷ھ میں دو سال سلطنت کر کے ملک بقا کی راہ لی تو ارا کین دولت نے سبکتگین کو لائقِ سلطنت پاکر الپتگین کی دختر سے عقد کر کے تختِ غزنی پر بٹھایا سبکتگین نے ہند میں چند بار جہاد کیا۔ خطبہ و سکہ اپنا چلایا۔ شعبان ۳۸۷ھ میں چھپن۵۶ برس کی عمر میں بیس سال سلطنت کر کے موضع ترمذ حدود بلخ میں دنیا سے رحلت فرمائی مگر لاش غزنی لائی گئی۔ ایک بیٹے سلطان محمود جو بطنِ خاص رئیسہ زابل سے خلف اکبر اولوالعزم تھے۔ دوسرے بیٹے امیر اسمٰعیل ولیعہد تھے۔ صاحب سیر المتاخرین نے دہ ہفت اقلیم نے تاریخ فرشتہ کے خلاف سلطان محمود کو چھوٹا اور امیر اسمٰعیل کو بڑا بھائی تحریر کیا ہے جب امیر اسمٰعیل نے بلخ میں جلوس فرمایا۔ تخت نشین ہوئے۔ انتظام ٹھیک نہیں ہوا اہل لشکر خود سر ہو گئے۔ خزانہ برباد ہونے لگا۔ یہ حال سلطان محمود نے معلوم کر کے امیر اسمٰعیل کو لکھا کہ ملک بلخ و خراسان مفتوحہ ہمارا تم لے لو۔ اور غزنی ہمیں دید و امیر اسمٰعیل نے منظور نہ کیا۔ سلطان اسی سال ۳۸۷ھ میں بمجبور لڑکے بھائی کو قید کر کے غزنی میں تخت نشین ہو گئے بعد چار ماہ کے وارث ملک سبکتگین ہوئے اور خطاب سلطان کا اپنے سر نام ایجاد کیا۔ اور اسلام کی ترقی شروع کی۔ یہ بادشاہ بڑا اولوالعزم، رعیت پرور، فقیر دوست، علماء نواز، فضول اسراف سے بچنے والا تھا۔ تعمیر مساجد و مدارس میں نہایت کوشاں۔ مسافران بیت اللہ شریف کا دستگیر تھا۔ ہر سال چار لاکھ درم کا شرفائے غریب اہل ہنر کے واسطے تنخواہ کے سوا لنگر جاری تھا۔ حلیہ یہ تھا کہ میانہ قد، خوش اندام ابلہ رو، نیک طالع، خوش اخلاق، ہمت و شجاعت و عشق جانبازی میں طاق، جہاد اکبر و اصغر شہرۂ آفاق۔ اول سال جلوس میں ملک ماوراءالنہر بعد میں ملک روم و ایران و توران و زنگبار و لبنان پر قابض ہوا الحراف و دیار و انصار پر جاہد و فی سبیل اللہ کے عامل ہوا خوب جہاد کر کے شرع نبوی کو رواج دیا۔ منکرین سے جزیہ شاہانِ نامدار سے خراج لیا مگر خلیفۂ بغداد کی اطاعت و امداد کما حقہ انجام دیکر تحائف و نذر پیش کر کے خلعت و خطاب پائے۔

حکایت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی

یہ حکایت حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کی تشرع و خدا پرستی و عقیدہ و عدالتِ سلطانی

کی گواہ ہے آئندہ الغیب عند اللہ۔

تاریخ بنائے گیتی میں تحریر ہے کہ سلطان کو مہم خراسان میں حضرت ابوالحسن خرقانی کی ملازمت کا خیال آیا۔ مگر کارِ دنیوی کے زمرے میں زیارت کو جانا خلاف ادب سمجھ کر تامل فرمایا۔ خراسان سے معاودت کی۔ ہند کی راہ لی۔ بعد فراغ چار حملے جہاد ہند کے جب غزنی آئے احرامِ زیارت شیخ کا باندھ کر خرقان میں تشریف لائے۔ اراکینِ دولت نے حاضر ہو کر سلطان کے شوق و زیارت سے حضرت کو آگاہ کیا۔ حضرت نے ملاقات سے انکار کر کے جواب صاف دیدیا۔ امراء نے یاایہاالذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم سنایا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اطیعوا اللہ میں ایسا بدل مصروف ہوں کہ اطیعوا الرسول سے خجل ہوں پھر اُولی الامر کسے کہتے ہیں۔ یہ سن کر سلطان نے امتحاناً اپنا جامہ شاہانہ ایاز سے بدل کر دس لونڈیوں کو لباس مردانہ پہنایا اور اپنے ہمراہ لے کر شیخ کے حضور میں حاضر ہوا۔ حضور نے جنبش تک نہ کی۔ نہ تعظیم دی۔ بلکہ ایاز کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ سلطان کی جانب رُخ کیا سلطان نے کہا بادشاہ کی تعظیم کو جنبش نہ فرمائی۔ ہم کو بوئے ریا آتی ہے۔ حضرت نے فرمایا واقعی اب ایک سے گیارہ ہوئے اور آپ ملا کر بارہ ہوئے۔ یہ سب انتہا کا ریا ہے کہ رنڈیوں کو مرد بادشاہ کو غلام کیا ہے۔ نامحرموں کو ہٹا کر باہر تشریف لائے پھر سلطان نے تنہا حاضر ہو کر کچھ ذکر بایزید بسطامیؒ کا کیا۔ شیخ نے یہ قول حضرت بایزید کا سُنا دیا کہ جس نے ہماری زیارت کی شقاوت سے بری ہوا۔ سلطان نے کہا کہ جب ابوجہل اور ابولہب نبیؐ کے دیکھنے والے شقاوت سے بری نہ ہوں تو میں تصدیق اس قول کی کیونکر کروں۔ شیخ نے فرمایا توبہ کرو۔ آداب ولایت کو ہاتھ سے نہ دو۔ زیارت رسولِ خدا کی مہاجرین و انصار نے یا بعض صحابہ نے کی۔ وتراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون۔ سلطان نے کہا کہ مجھے نصیحتاً کچھ ارشاد فرمایئے۔ فرمایا چار کام اختیار کرو۔ اوّل نماز باجماعت دوم پرہیزگاری۔ سوم سخاوت۔ چہارم خلق اللہ پر شفقت۔ سلطان نے کہا کہ بندہ دعا کا خواہاں ہے۔ فرمایا ہر پنجگانہ اللہم اغفر للمؤمنین والمؤمنات پڑھا کیجئے۔ سلطان نے کہا دعائے خاص۔ فرمایا عاقبت محمود باد۔ سلطان نے زر و جواہر پیش کیا۔ حضرت نے پارۂ نان خشک سلطان کو دیا۔ سلطان نے بمشکل چاب کر کھایا۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہارے حلق میں روٹی کا پھندا پڑتا ہے۔ زر و جواہر تو اس سے سخت تر ہے۔ دہات اور زر میں نے عرصہ سے اس کو طلاق دے دی ہے لے جایئے وقف محتاجان فرمایئے پھر سلطان

نے پیرہن تبرک لیا۔ جس کے ذریعہ سے دعا کر کے سومنات فتح کیا۔ اب شیخ نے وقتِ رخصت کے تعظیم دی سلطان نے اُس بے التفاتی اور اس تعظیم کی وجہ پوچھی۔ فرمایا جب تم نے ہمارا امتحان لیا۔ جواب ترکی بہ ترکی پایا اور جامع الحکایات میں تحریر ہے کہ جب سلطان نے مہم خراسان کو چھوڑ کر غزنی سے حضرت کی خدمت میں آنا بیان کیا تو حضرت نے فرمایا کہ مرحبا تم نے غزنی سے میری ملاقات کو قصدِ خرقان کیا۔ خلقتِ خدا بیت اللہ سے تمہاری زیارت کو آوے گی۔ مراد پاوے گی۔

داستان اول

چار شتر سوار مرسلۂ مظفر خاں کا اجمیر سے سلطان کے پاس فریادی آنا اور سلطان کا سالار ساہو کو امداد کے لئے مامور فرمانا۔

بعد چار حملوں کے جب سلطان نے سنہ [illegible]ھ میں ہند کا مالِ غنیمت لا کر غزنی کے ایک میدانِ وسیع میں آراستہ کیا اور جشن عظیم ترتیب دیا اُسی عرصہ سنہ [illegible]ھ میں چار شتر سوار ہندی مسلمان الغیاث کہتے ہوئے حاضر ہوئے اور آستان بوس ہو کر عرض کیا کہ براہِ خدا! دادرسی فرمایئے۔ جو مسلمانوں کی جان بچے۔ ہند میں تلاطم اور بلوہ ہو رہا ہے مسلمان نرغے میں ہیں۔ سلطان ابوالحسن نے ہرمز کو قتل کیا تو مظفر خاں معہ اہل و عیال چند سال سے قلعۂ اجمیر میں مسکن گزیں ہے اب رائے بھیروں اور رائے سوم کرن چوالیس سرداروں کو لے کر بر سرِ کیں ہے۔ اسلام کی عداوت سے قلعہ گھیر لیا ہے۔ مظفر خاں کو تنگ کر رکھا ہے۔ سلطان نے مستغیثوں کو اطمینان دلایا اور کہا کہ ٹھہرو ہم انتظام کرتے ہیں اور خواجہ حسن میمندی وزیر ہم مکتب اور رضائی بھائی اپنے سے مشورہ کیا اور کہا کہ بھلا علماء ہند نے کس بادشاہ کا نام درج خطبہ کر رکھا ہے ہندیوں نے جواب دیا کہ بعد حمدِ خدا و نعتِ مصطفیٰؐ ذکر آل و اصحاب پر خطبہ کر رکھا ہے۔ اگر حضرت جہاد

فرمائیں گے تو سلطانی نام درج خطبہ ہو گا کیونکہ **مصرع** ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند۔ سلطان نے خوش ہو کر بمشورۂ وزیر دمشیران سلطنت دعا قلان خوش تدبیر سالار ساہو کو مرد میدان پاکر سرداری لشکر کے لئے انتخاب کیا۔ پھر چند امراء ذی اعتبار اور سات ہزار سوار اور خاص کمر کی تلوار اور خنجر آبدار اور نو گھوڑے عراقی تیز رفتار دے کر پہلوان لشکر کا خطاب عطا فرمایا اور اسپ و خلعت حسب لیاقت ہر ایک کو دے کر نشیب و فراز سمجھا کر کہا کہ دیکھنا کوئی بات سالار ساہو کو ناگوار نہ ہو۔ ورنہ کارخانہ بگڑ جائے گا۔ تم سب بھائی سالار ساہو کو میرا مزاج داں اور خیر خواہ جاننا اور بجائے میرے بادشاہ ماننا اور جاؤ فی امان اللہ۔

قطعہ تاریخ روانگی

ساہو سالار ہند جاتے ہیں — حکم سلطان سے ہو کے فیض اندوز
اکبر اس لشکر مظفر کا — سن لکھو، کوکب جہاں افروز

۴۰۱ھ

حضرت سالار ساہو کا سفر اجمیر برائے امداد مظفر خاں پھر لشکر غیب و حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کر کے ہند کی فتح اولاد نرینہ کی خوشخبری پانا۔ اور بعد معرکۂ اجمیر مخدرہ عظمیٰ ستر معلیٰ کا غزنی سے آنا

سالار ساہو غزنی سے قندھار آئے پھر نویں ذی الحجہ ۴۰۱ھ کو لشکر جرار اور وہی چار شتر سوار ساتھ لے کر ٹھٹھہ کی راہ سے اجمیر تشریف لائے۔ راہ میں تین منزل پر برابر مردان غیب کا لشکر قزادلان لشکر کے سامنے نمودار ہوا۔ اور فتح ہندوستان

د تولد فرزند نرینہ کی بشارت دے کر نظروں سے غائب ہوا۔ پہلے روز پیران معمر و نیک خو۔ پھر جوانان خوش جمال۔ پھر شہدائے بے سر، سر زیر بغل نظر آئے اور وقت دریافت بیان کیا کہ ہم شہدائے امت محمدؐ لشکر امام حسین علیہ السلام سے ہیں۔ سر لشکر ہمارے شہید امجد محمد بلخی اور بادشاہ سالار مسعود محبوب رب العالمین ہیں گو ہنوز رحم مادر سے تشریف نہیں لائے ہیں مگر ہمارے افسر ہیں اور تمہارے سر لشکر سالار ساہو کے فرزند ہیں اور پہلے روز جو پیران معمر دیکھے تھے وہ مردان مصاف منتظم جنگ ہیں ایک طرف گھوڑوں کو بحکم تقدیر رد گرداں کر کے پیچھے بھگاتے ہیں دوسری جانب مدد دے کر فتح دیتے ہیں۔ اسی گفتگو میں تھے کہ سالار ساہو قریب آئے اور بہ تعظیم سالار مسعود زمین بوس ہو کر آداب بجا لائے۔ پھر بشارت فتح ہند اور تولد فرزند کی دیکر غایب ہو گئے۔ سالار ساہو سجدۂ شکر ادا کر کے آگے روانہ ہوئے۔ اجمیر سے تین منزل کے فاصلہ پر لب دریا قیام کیا اور شتر سواروں کو حکم دیا کہ تم آگے بڑھ کر مظفر خاں کو ہماری آمد کی خبر دو۔ ادھر شتر سوار مظفر خاں کے پاس گئے اور مقربان بارگاہ یہ خبر لائے کہ یہاں سے قریب لب دریا زیر کوہ ایک ولی اللہ مقیم ہیں۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ سالار ساہو نے زیر کوہ آکر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ بیا ابو المسعود برگزیدۂ معبود اس معرکہ میں دو نعمت عظمیٰ خدا تمہیں دے گا جس سے قیامت تک نام روشن رہیگا۔ ایک فرزند نرینہ سعادت مند صاحب ولایت عاشق سبحان دوسرے فتح ہندوستان کی ظلمت عناد ہند کی تمہارے نور بصر کی روشنی سے دور ہو گی۔ خلق خدا فیض پائے گی۔ حشر تک حاجت روائے زمانہ ہو گا۔ اب آپ یہ لوٹا لیکر جدید وضو کریں اسکے بعد دو رکعت نماز نفل شکرانہ اس صورت سے ادا کریں کہ ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ گیارہ بار اذا جاء نصر اللہ آخر تک پڑھیں اور بعد سلام کے سجدہ میں جا کر سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح اور تین بار درود شریف پڑھ کر حق تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فرزند قطب با فتح فیروزی میسر ہو گا اسکے بعد اس درخت کے نیچے جاؤ جو میوہ ہاتھ لگے توڑ لو اور بحفاظت رکھو جب آپ کی اہلیہ غزنی سے یہاں آئیں آدھا آدھا میوہ تم دونوں کھا لینا۔ اس زمانہ میں طرح طرح کی بشارتیں مہمانان غیب حضرت سالار ساہو کو سنائے تھے۔ سالار ساہو خوش خوش خیمہ میں آئے ساعت بساعت دل میں ایک وجدانی کیفیت پاتے تھے۔ وہ میوہ محفوظ

رکھ لیا اُس وقت سے دل میں جو ارادہ کرتے تھے وہ کام فوراً ہو جاتا تھا۔ یہ حال تاریخ محمودی اور دیگر کتب میں موجود ہے کہ قبل تولّد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو حالت مریم پر طاری تھی وہی سالار ساہو پر بھی۔ یعنی جس وقت جس میوہ دار درخت کے نیچے گذر ہوتا تھا وہ درخت خود بخود جھک جاتا تھا کہ مریم میوہ تناول فرمائیں سبحان اللہ وبحمدہ۔ الغرض مظفر خاں نے جب خبر آمد سالار ساہو کی پائی۔ شاد ہو کر شادیانے بجوائے۔ مخالف گھبرائے اور یہ سمجھے کہ لشکرِ سلطان محمود آپہونچا۔ اور باہم مشورہ کیا تو یہ بات قرار پائی کہ قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر سات کوس کے فاصلے پر پرہ جماؤ۔ کوہ گھوگرہ کی آڑ میں مورچے جمے۔ جب مظفر خاں اور وہ دوسرا لشکر ایک جا ہو جائیں گے اس وقت ہم مقابلہ کریں گے ورنہ ایک طرف سے مظفر خاں اور دوسری طرف سے لشکرِ سلطان گھیر کر قتل کر دے گا۔

القصہ مخالف پہلے ہی نقّارے میں فرار ہوا۔ مظفر خاں سالار ساہو کے استقبال کو آیا باہم ملاقات ہوئی۔ مظفر خاں نے بصد تواضع عرض کیا کہ حضور قلعہ میں آرام فرمائیں۔ بندہ مع اہل وعیال باہر مسکن بنالے گا۔ مگر ہر وقت حاضرِ حضور رہ کر ارشادِ عالی بجا لائے گا۔

پہلوانِ لشکر نے ہنس کر ارشاد فرمایا کہ اچھا فقرہ آپ نے سنایا۔ میں تو آپکا مددگار ہوں نہ کہ ریاست کا طلبگار ہوں۔ یہ تو وہ مثل ہوئی کہ طاقت مہماں نہ داشت، خانہ بمہماں گذاشت تمہاری تکلیف ہمیں کب گوارہ ہے۔ آپ بااطمینان قلعہ میں رہئے ہمیں دوسرا مقام بتا دیجئے۔

پس پہلوانِ لشکر نے متصل دشمنان لبِ حوض ڈیرہ قائم فرمایا۔ پھر بہ صلاح مظفر خان جنگ کا انتظام کیا۔ دو روز عجب ہنگامہ پردازی اور جانبازی رہی۔ تیسرے روز نسیم فتح و فیروزی پہلوان لشکر کی طرف چلنی شروع ہوئی۔ پہلوانِ لشکر نمازِ صبح پڑھ کر میدان میں آیا اور سرداروں سے کہا کہ آج فتح کا روز ہے۔ میمنہ میسرہ ساقہ کمیں گاہوں سے چست اور جوانانِ لشکر کو ہتھیاروں سے درست کرو بیلداروں نے نکل کر جھاڑیاں وغیرہ کاٹ ڈالیں اور زمین ناہموار ہموار کی سواروں نے پرہ جمایا، علم ہائے سرخ وسبز کا جلوہ دکھایا۔

نظم

یلاں غرقِ آہن زسر تابپا   چو صورت کہ گیرد درآئینہ جا
قزلباش چوں مردمِ چشم یار   ہمہ نیزہ دارانِ ابلق سوار

میدان میں تشریف لائے اور ارشاد پاتے ہی فوج مخالف پر قضائے مبرم کی طرح جا پڑے

تصرف صد ہزار دینار وچار صد اُستادانِ کامل العیار سے دو سو سال میں بھی نہ بنوا سکے۔ غزنی میں اشتہار دو کہ جو اُستاد کامل العیار ہو اور مثل متھرا کے دو ایک سال میں عمارت بنائے گا سوائے اُجرت کے سو ہزار دینار سرخ انعام پائے گا۔

المختصر تریپن ہزار آدمیوں کو قید کر کے اٹھانوے ہزار تین سو مثقال سونا پایا۔ بعد قیام تیس روز کے سو اونٹ پر لدوا کر کوچ کیا۔ آگے بڑھ کر کنارۂ دریا کے چند مندر کلاں چار ہزار سال توڑ کر سات قلعہ گرد ونواح کا بندوبست کیا۔ پھر قلعہ سنج جو دراصل سنجور تھا۔ کثرت استعمال سے سنج رہ کر اب مندور مشہور ہے پندرہ روز میں فتح کیا وہاں سے رائے چندر پال رائے کو شکست دی اور پچاس ہزار لونڈی وغلام اور تین سو ہاتھی سوائے مال غنیمت وتحائف ہندی کے لے کر غزنی کی راہ لی۔ چنانچہ ایک ہاتھی رائے چندر رائے کا بڑی نمود کا تھا اور سلطان بصرف کثیر اس کا طلبگار تھا۔ وہ ہاتھی رات کو چھوٹ کر اُردوے سلطان میں خود آگیا۔ اقبال محمود فیل محمود سمجھ کر کھینچ لایا۔ سلطان نے اس کا نام خداداد رکھا پھر غزنی آکر مساجد ومدارس وخانقاہ بنوا کر ایسے سجوائے کہ ظریفوں نے مسجد کا نام عروسِ فلک رکھا۔ اور دو تحفے ہندی۔ ایک پتھر کہ جسکا دھویا ہوا پانی زخم کاری کو بھر لاتا تھا۔ اور دوسرا جانور بصورتِ قمری جو زہر آلودہ کھانا مکان میں رکھنے سے بے قرار ہو کر بے اختیار اشک بہاتا تھا۔ الغیب عند اللہ۔ دسویں حملے ۴۱۲ھ میں جب راجہ نندا والئی کالنجر ملک بندیل کھنڈ نے نبیرۂ جے پال والئی پنجاب کو لے کر بعداوت اسلام راجہ قنوج پر چڑھائی کی مگر بعدِ قتل راجہ گورا کے سلطان نے پہونچ کر اوّل نبیرۂ جیپال کو شکست دی اور پھر سلطان کالنجر میں تشریف لائے اور نندا کثرت فوج سے گھبرائے۔ رات کو فتح کی دعا مانگی راتوں رات نندا کافور ہو گیا۔ صبح کو پانچ سو ہاتھی سلطان کے ہاتھ آئے جو لے کر غزنی پہونچے۔ پھر اہل قیرات وتار دین نے سرحد ہند میں اور ترکستان پر بت پرستی کے رنگ جما رکھے تھے سلطان نے بڑھئی اور لوہار لے جا کر قیرات کو فتح کیا جس میں چالیس ہزار سال کا ایک پتھر منقش کندہ کیا ہوا تھا۔ سلطان نے قلعہ بنوا کر علی بن سلجوقی کو کوتوال بنایا۔ اور خزانہ لے کر کوچ فرمایا اور قلعہ لوہ کوٹ والئی کشمیر

کو ایک ماہ تک سنہ ۴۱۲ھ میں محاصرہ کر کے بطور سابق سنہ ۴۰۶ھ کے بے فتح چھوڑ دیا۔ گیارھواں حملہ سنہ ۴۱۳ھ میں جیپال ثانی جانشین انندپال والئی لاہور کو اجمیر تک بھگا ولایت لاہور پنجاب میں بندوبست کر کے خطبہ و سکہ اپنا جاری کیا اور خاص لاہور میں جہادنی اہل اسلام کی بنیاد قائم کی۔ پہلے نہ تھی۔ پھر نندا والئی کالنجر پر یورش کی۔ مگر راہ میں قلعہ گوالیار کو گھیر لیا۔ راجہ نے پینتیس ہاتھی دے کر اپنا ملک بچایا پھر سلطان کالنجر میں پہونچا۔ نندا تین سو ہاتھی نذر لایا۔ اور ایک شعر ہندی میں تعریف سلطان کی صفت میں سنایا۔ سلطان نے اس کے انعام میں پندرہ قلعہ مع قلعہ کالنجر کے نندا کو مرحمت فرمائے اور اس نے جواہرات گران بہا بھجوائے۔

سالار مسعود کا مکتب میں جانا اور بعد فراغ علوم عبادت معبود میں دل لگانا

لکھا ہے کہ جب سالار مسعود کا چار سال چار ماہ چار دن کا سن ہوا تو سالار ساہو فرزند ارجمند کو حضرت سید ابراہیم صاحب بارہ ہزاری کے پاس لائے۔ بسم اللہ شروع ہوئی شکرانۂ بسم اللہ میں چار گھوڑے معہ زر و جواہر نذر فرمائے اور غربا و مساکین کو خوب زر دل کھول کر لٹایا۔ اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک کے صدقے سے سالار مسعود کو نعمت ولایت سے سرفراز فرمایا۔ نو برس کی عمر میں علوم صوری و معنوی سے ممتاز ہوئے۔ دس برس کی عمر میں عبادت الٰہی کا شوق اور شب بیداری کا ذوق پیدا ہوا۔ اب ہر روز پہر دن چڑھے نماز چاشت و وردِ تلاوت قرآنی سے فرصت پاکر دیوان عام میں تشریف لانا۔ دوپہر تک درویشوں اور صاحبانِ حال و قال کی صحبت سے لطف اٹھانا۔ کچھ حاصل کرنا اور کچھ وعظ و نصائح سنا کر راہ سلوک بتانا اس کے بعد خاصہ تناول فرما کر پھر محل سرائے میں جا کر قیلولہ پھر بعد نماز ظہر دیوان عام میں رونق افروز ہونا اور افسرانِ فوج و شاہزادگان ہم عمر سے ملاقات، کبھی سیر و شکار کو تشریف لے جانا کبھی شغل نیزہ بازی اور تیر اندازی و گوئے چوگان میں دل بہلانا۔ طریق جہاد اکبر و اصغر میں بے نظیر نہایت خوش تقریر اصطلاحات روزمرہ فصیح و بلیغ ہر قسم کے ادا ہوتے تھے بلند ہمتی

سخاوت میں فخر حاتم ایسے کہ جو سامنے آتا کبھی محروم نہ جاتا۔ اسپ و جواہر خلعت و شمشیر و خنجر حسب لیاقت عطا ہوتا تھا اور ہمیشہ باوضو اور اکثر مشاغل میں قبلہ رو جائے نشست پاکیزہ و صاف جامہ ہائے نفیس و شفاف عطر و خوشبویات و پان کا شوق بہت تھا چند ہزار جوان فرشتہ صورت خوش طلعت خوش مزاج زریں کلاہ عمدہ پوشاک عطر لگائے پان کھائے حضوری میں حاضر رہتے تھے۔ دیکھنے والے درود و سلام پڑھ کر کہتے تھے کہ اللہ اللہ سالار مسعود کی محفل خدا کی قدرت کا نمونہ ہے۔ بعد ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جمال محمدی آپکے چہرۂ انور سے نمودار تھا

نظم

غنچوں نے کہاں پائے لب ایسے دہن ایسا — باتوں میں مزا قند کا شیریں دہن ایسا
ہے عکس سے ملبوس گلابی بدن ایسا — غل تھا کہیں دیکھا نہیں گل پیرہن ایسا

انداز سراپا سے عجب لطف ملا ہے
جنت کا چمن سامنے آنکھوں کے کھلا ہے

سالار ساہو کا کاہیلر میں رونق افروز ہونا

لکھا ہے کہ جب سالار ساہو کو دس برس میں انتظام ہند سے اطمینان ہو گیا اور خراج ہر طرف سے آنے لگا تو سلطان محمود کے پاس ناظم کاہیلر کی طرف سے سرکشوں کی شکایت پہونچی سلطان نے ایک فرمان سالار ساہو کے نام سانڈنی سوار کے ذریعہ روانہ کیا کہ ہمیں خراسان کی مہم درپیش ہے ہم وہاں جاتے ہیں اور آپ نصف لشکر تو اجمیر میں چھوڑیں اور نصف لشکر اپنے ہمراہ لے جائیں کاہیلر کے سرکش لوگ روپیہ پیسہ کے غرور میں حد سے گزرے جاتے ہیں جامے سے باہر ہو گئے بار بار نیا رنگ لاتے ہیں ان کی گوشمالی ضرور ہونی چاہیئے۔ اس فرمان کے پہونچتے ہی سالار ساہو نے میر سید ابراہیم بارہ ہزاری اور مظفر خاں اور دیگر امیران خوش تدبیر کو سالار مسعود کے پاس چھوڑا اور خود بدولت نے کاہیلر کا نصف لشکر لے کر عزم کیا۔ اگرچہ سالار ساہو نے اپنی روانگی میں عجلت کی مگر سرکشوں نے ناظم کاہیلر کو فرصت نہ دی۔ کاہیلر کو بے شمار فوج سے گھیر لیا ناظم نہایت تنگ ہو کر قلعہ میں محصور ہو گیا اور جس قدر لڑا گیا لڑا مگر مخالفین نے کاہیلر کو لوٹ مار کر راستہ لیا۔ مگر پہلوانِ لشکر نے راہ میں گھیر کر مقابلہ کیا اور بڑی جانبازی کی جنگ ہوئی تمام دن لڑائی ہوئی اور شام کو لشکر اسلام نے فتح پائی۔ چند ہزار ناری جہنم رسید ہوئے

چالیس ہزار سردار گرفتار کر لئے۔ اللہ اللہ یہ ہے قوتِ اسلام کہ ہنوز راستہ تمام نہیں ہوا ہے اور منزل پر نہیں پہونچے ہیں اور نہ کہیں کمریں کھول کر سستانے کا موقع ملا نہ ہاتھ منھ دھوئے اسی طرح کسے کسائے تھے کہ راستہ میں مقابلہ آپڑا۔ اس معرکہ کو فتح کر کے کاہیلر جا پہونچے ناظمِ کاہیلر کے گویا تنِ مردہ میں جان آگئی۔ بعد فتح کے فتحنامہ مع مبارکباد سلطان کے حضور میں روانہ کیا۔ سلطان نے اسکے انعام میں کاہیلر کی معافی کے فرمان پر اپنے دستخط کر کے عطا فرما دیا۔

سالار مسعود کا حسب طلب سالار ساہو مع جناب ستر معلیٰ کے کاہیلر آنا

اور قصبہ رادل میں قیام فرمانا پھر شیوکن اور بشنو زمیندار خواجہ احمد بن حسن میمندی کے سالے کا پر زہر مٹھائی لانا سالار مسعود کا تصرف ولایت سے اسی دم پہچان جانا اور شہر کو تاراج کر کے دشمن کو قید کر کے سلطان محمود کے پاس پہونچانا

لکھا ہے کہ جب سالار نے مفسدوں کو بھگا دیا تو سلطان نے یہ ملک بھی عطا فرمایا۔ سالار ساہو نے فوراً سالار مسعود کو معہ والدہ ماجدہ ستر معلیٰ کے اجمیر سے طلب کیا۔ سالار مسعود نے دوسرے روز چند ہزار سوار و ندیمانِ خوش اطوار ہمراہ لے کر معہ والدہ ماجدہ کے کاہیلر کو کوچ فرمایا راستے میں سیر کرتے شکار کھیلتے مصائبِ سفر اٹھاتے ہوئے رادل پہونچے۔ شیوکن اور بشنو خواجہ احمد وزیر کے سالے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور غریب خانہ پر تشریف لے چلئے غلاموں کی دعوت قبول فرما کر عزت بخشئے۔ سالار مسعود نے وزیر کی بدنہادی کی وجہ سے انکار کر دیا۔ شیوکن نے عرض کیا کہ اگر اجازت خادموں کو ہو جائے تو سامانِ خام مطبخ میں حاضر کر دیا جائے۔ یہ بھی نامنظور ہوا صبح کو کوچ کے وقت شیوکن دو ۲ سو من مٹھائی قسم اول میں زہر ملا کر لایا حضرت نے باورچیخانہ میں بھیجدی اور کول نامی داروغہ کو ہدایت کر دی کہ کوئی کھانے نہ پاوے پھر شیوکن کو خلعت سرو پا عنایت فرما کر رخصت فرمایا اور دوسری منزل پر جا کر فرد کش ہوئے اور ملک نیک بخت سے وہی مٹھائی طلب کی اور جس شکاری کتے کو کھلائی وہی مر گیا حضرت نے فرمایا کہ دیکھا کہ ہم کو اس مردک نے نادان بنایا۔ اور رات کو آرام کر کے صبح کو چند ہزار سوار ساتھ لے کر شکار کو چلے اور قریب رادل کے آکر چند جاسوس شیوکن کی خبر گیری کو مقرر فرمائے۔ جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ شیوکن ابھی غسل سے فارغ ہو کر پوجا کیلئے تجخانے میں گیا ہے حضرت نے فوراً جا کر تجخانے کا محاصرہ کر لیا۔ شیوکن نے بجرأت تمام مقابلہ کیا پھر تو خوب کشت و خون ہوا مجاہدانِ جاں فروش نے ہزاروں کو جہنم میں پہونچا کر جنت الفردوس کی سیر کی۔ لشکرِ دشمن فرار ہوا شیوکن کو معہ زن و بچہ گرفتار کر لیا۔ پھر حضرت نے شہر کے

اُدھر مخالفین مقابل ہو گئے۔ ایسے جم کر لڑے کہ چھکے چھوٹ گئے۔ بالآخر بہت سے دشمن فی النار ہوئے بہت سے بھاگ گئے۔ رائے بجیروں اور سوم کرن روپوش ہو گئے پھر تو جس کا منہ جدھر اٹھا بھاگ نکلا۔ غازیوں نے پیچھا کر کے کچھ مخالف گرفتار کر کے نقارہ فتح کا بجایا بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ شہیدوں کو دفنایا۔ فاتحہ پڑھ کر رات کو آرام پایا صبح کو اجمیر آ گئے اور قلعہ کے برابر میں مسجد تعمیر کرائی۔ نام سلطان محمود کا خطبے میں درج کیا سکہ چلایا۔ اکثر دیہات غیر مقبوضہ مظفر خاں پر اپنا عملہ مامور کیا ہر مقام سے باج و خراج لیا بعد تسلط کامل فتح مبارکباد کی عرض داشت بحضور سلطان محمود روانہ کی۔ اُدھر مخالفین کے غنیم نے بھاگ کر والئ قنوج کے یہاں پناہ لی۔ سلطان نوید مبارکباد و فتح سے بہت شاد ہوا اور چند اسپ عراقی و خلعت و جاگیر پہلوانِ لشکر کو عطا فرمائے اور فرمان عطائے ریاست ہند پر اپنے دستخط کر دیئے کہ یہ ریاستِ ہند تمہیں مبارک ہو، اور یہ بھی لکھ دیا کہ رائے جیپال والئ قنوج کو سمجھا دو کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لے تو چھوڑ دو ورنہ ہمیں اطلاع دو کہ یہ معرکہ ہم نے اپنے ذمہ لیا۔ ستر معلیٰ کو معہ فرمان روانہ کیا۔

ظہور نورِ ولایت سالار مسعود و آمد سلطان محمود و واقعات کاہیلر و متھرا و قنوج و اطرافِ دیگر

آٹھویں شوال ۴۰۴ھ کو خواب مخدرہ عظمیٰ ستر معلیٰ نے اجمیر کو پُر نور فرمایا۔ سالار ساہو نے وہی میوہ عطیہ حضرت خضر علیہ السلام آدھا آدھا باہم کھایا۔ نویں شب کو نور مسعود صلبِ پدر سے منتقل ہو کر رحمِ مادر میں آیا اور اکیسویں رجب ۴۰۵ھ یکشنبہ صبح صادق کو عالم منور فرمایا۔ حسنِ یوسفی نمکِ ابراہیمی نورِ محمدی اس آفتابِ ولایت کے چہرے سے نمایاں تھا

سر تا بقدم ہیبتِ عباس علمدار | صورت سے عیاں دبدبۂ حیدرِ کرار

قطعہ تاریخ ولادت حضرت سید سالار مسعود غازی رح

ہوئے پیدا جو غازئ مسعود | ظلمت جہل ہو گئی کافور
اکبر وارثی یہ ہے الہام | لکھ ولادت کا سال "مطلع نور" ۴۰۵ھ

دیگر

رحمت کے پھول دین میں اسلام کے کھلے — پیدا ہوئے جو سیّد سالار نیک نام
اکبر تمام خلق ہے ان کی طرف رجوع — سال ولادت ان کا لکھو مرجع انام

۴۰۵ھ

دیگر

ہوا روشن جو طالعِ مسعود — جگمگاتے ہیں دین اور دنیا
سنِ ولادت کا یہ لکھو اکبر — دین و دنیا کے کعبہ و قبلہ

۴۰۵ھ

پہلوانِ لشکر نے اِس خوشی میں جشنِ طرب منایا۔ تمام کوچہ و بازار سجائے گئے۔ فقراء و مساکین اور محتاجوں کو زر و جواہر عطا فرمایا۔ افسرانِ فوج کو خلعت فاخرہ عنایت کیا سپاہ کو حسبِ دلخواہ انعام و اکرام سے مسرور کیا۔ پھر تولّدِ فرزند کی عرضداشت مع چند تحائف ہندی قاصدوں کے ہاتھ سلطان محمود غزنوی کے حضور میں ارسال کئے۔ سلطان بہت خوش ہوا اور قاصدوں کو بہت انعام و اکرام سے نوازا۔ اور پہلوانِ لشکر و ستر معلّٰی کے لئے لباسِ گراں بہا تیّار کیا اور فرمان پر بہ دستخطِ خاص لکھ دیا کہ ریاست ہند کی بنام سالار مسعود مبارک ہو۔ اور والی قنوج کو مکرّر سمجھا کر اطاعت پر راضی کر دو۔ ورنہ ہم کو اطلاع دو کہ ہم خود قدم رنجہ فرمائیں گے اور فرزند مسعود کو بھی دیکھ جائیں گے۔ اس عنایتِ سلطانی سے خواجہ احمد وزیر جلتا تھا۔

غرضکہ جب فرمانِ سلطانی پہلوان لشکر کے پاس پہونچا تو پہلوان لشکر نے یہ مضمونِ نصیحت والئ قنوج کو لکھا۔ اور کچھ سمجھایا اور ڈرایا بھی مگر وہ جاہ و حشمت پر مغرور تھا راہ پر نہ آیا۔ آمادۂ پیکار ہو کر مرتدان نواحی اجمیر کو اپنے ملک میں بسایا۔ سالار ساہو نے جب حجّت ختم کی تو سلطان کو اطلاع دے دی۔ سلطان مع لشکر جرار اجمیر میں تشریف فرما ہوئے۔ سالار ساہو اور مظفر خاں، استقبال کو حاضر ہوئے افسرِ دل نے نذر دی۔ فوج نے سلامی دی۔ سلطان کو جمال جہاں آرائے مسعود دیکھ کر نہایت مسرّت ہوئی۔ خوب زر و جواہر عطا فرمایا۔ قلعہ اجمیر میں سالار مسعود سے دل بہلاتے تھے۔ ہر وقت اپنے سامنے رکھتے تھے۔ پھر سالار ساہو اور مظفر خاں کو مقدمہ لشکر قرار دیا اور متھرا آکر معبدِ مخالفین اور اس نواح کے زمینداروں کو تاخت و تاراج

کیا اور مسخر کیا۔ پھر وہاں سے قنوج کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمود نے مہم خوارزم کو تمام کیا تو چار ماہ جاڑوں میں قلعہ بست و سکنا باد میں ٹھہر کر موسمِ بہار میں ہند کو جانبِ قنوج رخ کیا ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیادے مسلمان اقصیٰ بلاد ترکستان اور ماوراء النہر اور خراسان سے سلطان کے ہمراہ ہوئے۔ اکثر مورخین لکھتے ہیں کہ قنوج پر سوائے گشتاسپ پدر اسفندیار کے ولایت کے کسی بادشاہ نے فتح نہیں پائی۔ مگر مولانا نظامی نے اس کی تردید کر دی ہے۔ سکندر نامہ میں لکھا ہے کہ سکندر نے قنوج کو فتح کیا۔ مگر اہلِ اسلام میں اس زمانے تک سوائے سلطان محمود کے تین ماہ کی مسافت طے کر کے کوئی بادشاہ قنوج میں نہیں آیا۔ غرضکہ جب سلطان نواحِ کشمیر میں پہونچا ہے تو جو حاکم نذر لایا اُسے مقدمہ لشکر بنایا اور جس نے سر اٹھایا اس کا سر کچلا اور ملک تاراج کیا۔ پھر قنوج کو کوچ فرمایا اور راہ میں فوج کو چھوڑ دیا اور خود مع چند عمائد قنوج کو رُخ کیا۔ اس پر والئ قنوج آمدِ سلطان سے خوف کھا کر روپوش ہو گیا۔ سلطان نے راہ میں جو قلعہ ملا اسے فتح کیا۔ اٹھارھویں شعبان ۴۰۷ھ میں قنوج پہونچ گئے۔ لبِ دریا سات قلعے جن کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرنے کا ارادہ کرتی تھیں۔ اور تین سو سال کے کہنہ بتخانے دس ہزار نظر کے سامنے آئے۔ قلعہ دار گھبرا کر دروازہ بند کر کے آمادۂ جنگ ہوئے مگر ایک ہی دن میں سب فرار ہو گئے۔ راجہ جے پال بھی جو قلعہ کے تہ خانے میں چھپا ہوا تھا گرفتار ہو گیا اور پھر بحکم سلطان جلا وطن کیا گیا اور طرفین کے بہت جوان کام آئے اور زندہ مال غنیمت لائے۔ وہاں سے رائے چند پال پر دھاوا کیا اور بھگا دیا۔ یہ رائے بڑا زبردست اور سرکش تھا۔ یہاں تک کہ والئ قنوج جو مقدم ملوک تھا اس سے جھکتا تھا۔ سلطان نے لوٹ مار کر قلعہ کا انتظام کیا۔ بہت مال ہاتھ آیا۔ پھر قلعہ رائے چند رائے کی طرف سے لشکر بڑھا وہ بھی بھاگتا نظر آیا۔ لشکر نے تین شبانہ روز اس کا پیچھا کیا جو اٹکا مار لیا۔ تین لاکھ دینار اور بے شمار ہاتھی سوائے مال و متاع و جواہرات کے ہاتھ آئے اور لشکریوں کے بہت لونڈی غلام ہاتھ لگے اسی سفر میں جب شہر کالنجر عرف کاہیلر واقع دامن کوہ جولہی کشمیر میں ورود سلطان ہوا۔ رائے گل چند والئی کالنجر تباہ و برباد ہوا سلطان نے

بڑی جانفشانی سے اس کو مع پچاس ہزار مشرکوں کے قعرِ جہنم میں پہونچا
اور ملک جھجو کو وہاں فرماں روا بنایا۔ بعضوں کا قول ہے کہ ملک
جھجو سے انتزاع ریاست کر کے ملک محمود کو وہاں کی حکومت دی اور
دارالسلطنت میں واپس آئے۔ جامع مسجد اور مدرسہ عالی شان بنا کر
کاکتب خانہ مہیّا کیا عالموں کو تعلیم کا حکم دیا تاریخ محمودی میں لکھا ہے
جب سلطان بعد مہم ہند غزنی کو روانہ ہوئے تو سالار ساہو نے ہمراہ چلنے کا
ارادہ کیا۔ حکم ہوا کہ ملک ہند درحقیقت آپ نے فتح کیا ہے یہ ملک آپ کو دیا
خلعتِ گراں بہا اور پندرہ ہزار گھوڑے عراقی پہلوان لشکر کو دے کر لاہور سے
ہند کو روانہ کیا۔ اور مظفر خاں کو بھی خلعت فاخرہ و اسپ دے کر ہمراہ کر دیا سالار
ساہو نے مدبرانِ خوش تدبیر کو واسطے دادرسی رعایا کے ملک قدیم و جدید پر مامور
فرمایا اور رائے راجیپال کو باقرارِ اطاعتِ اسلام مع جزیہ مقرر کر کے حاکم
قنوج مقرر کر دیا اور خود بدولت نے اجمیر میں قیام فرمایا۔ تاریخ فرشتہ میں اس
طرح ہے کہ بعد معرکۂ قنوج در رزم متھرا و والئی مہابن و میرٹھ کے نویں حملہ
۴۰۹ھ میں سلطان با فوج مذکورہ بالا کشمیر ہو کر سیدھے قنوج آئے۔ کورہ نامی
والئی قنوج مع زن و فرزند نذر لائے اور صاحب حبیب السیر نے والئی قنوج کے
مسلمان ہونے کی سند پائی ہے۔ بہرحال سلطان نے تاج بخشی فرمائی اور مدد
دہی سے مطمئن فرما کر تین روز کے بعد راجہ ہردت راجہ میرٹھ پر جہاد
فرمایا۔ اہل قلعہ نے دس ہزار درم قیمتی دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے اور تیس
ہاتھی پیش کر کے ملک کو بچایا۔ پھر سلطان نے راجہ گل چند والئی مہابن
واقع کنار دریائے جمن پر چڑھائی کی۔ اس نے ہاتھی پر سوار ہو کر دریا
پار کی راہ لی۔ فوج نے پیچھا کیا اور پکڑ لیا۔ اس نے خنجر سے پہلے اپنے زن
و فرزند کو ہلاک کیا پھر اپنے پیٹ میں مار کر مر گیا۔ بہت نقد جنس اور ہاتھی
پائے۔ پھر متھرا قریب ہے جو والئی ملک دہلی کے تصرف میں تھا اور جائے
ولادتِ کرشن ہے وہاں پہونچ مکان سنگین ہزار من پر بیشمار عجیب و غریب
نظر آئے۔ سلطان یہ عمارتیں دیکھ کر حیرت میں آیا اور اشراف غزنی کو لکھا
کہ اس شہر متھرا میں جیسی عمارتیں ہیں کہ اگر کوئی حوصلہ کرے تا ہم

تاراج کا حکم دے دیا اور خود مع قیدیوں کے راہی ہوئے۔ دس برس کے سن میں یہ پہلا معرکہ
تھا جو سر کیا۔ ہمراہیوں کو خوب خلعت و جواہر دیئے۔ دوسرے روز مفصل واقعہ سلطان کو
تحریر کر کے کاہیلر کا راستہ لیا۔ اُدھر شیو کن کا بڑا بھائی لڑائی سے بھاگ کر بہنوئی خواجہ احمد
وزیر کے پاس پہونچا اور اسکے ذریعہ سب حال سلطان کے گوش گزار کیا کہ بے قصور سالار
مسعود نے ہمارا شہر اور گھر بار لوٹ لیا۔ اور شیو کن کو مع زن و بچہ قید کر لیا سلطان کو
بڑی حیرت ہوئی۔ اتنے ہی میں قاصد نے سالار مسعود کا معروضہ لا کر پیش کیا۔ پڑھ کر اسی
وقت سلطان نے سالار مسعود کو لکھا کہ یہاں تمہاری اس تحریر سے پہلے نرائن شیو کن
کا بھائی آیا اور جھوٹ سچ ملا کر اپنا رنگ مطلب جمانا چاہا تھا کہ تمہارا نامہ لے کر قاصد
پہونچا جس سے اصل واقعہ معلوم ہو گیا اب تم جب شیو کن کو مع زن و بچہ مقید لاؤ گے اور مفصل حال
بیان کرو گے تب ہم یہ مقدمہ طے کریں گے۔ اس پر خواجہ احمد کو بے حد رنج ہوا۔ المختصر یہ فرمان
سلطانی حضرت نے راہ میں ہی ملاحظہ فرما لیا۔ اب یہاں سالار ساہو شوق دیدار یوسف جمال فرزند
ارجمند میں بیقرار تھے آمد کی خبر سنکر ایک کوس کے فاصلے پر استقبال کو پہونچے حضرت نے تسلیمات عرض
کر کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ سالار ساہو نے گلے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور اسی روز ولیعہد کیا۔ سالار مسعود
نے راہ کی کیفیت اور شیو کن کی شرارت بیان کی۔ یہ سُن کر بڑا صدمہ ہوا۔ ستر معلیٰ نے بھی بڑا
ملال کیا اور بہت کچھ راہ حق میں تصدق کیا۔ ارکان دولت حاضر آئے خصوصاً حسن نامی رئیس
عراقی گھوڑے آہو جست کے سوار نے ملازمت حاصل کی اور نذر بگذارنی۔ تمام حاضرین حضرت کے
جمال با کمال کو دیکھ کر زبان حال سے کہتے تھے۔

شعر

تجھی کو تکنے لگے تو جو آیا مسجد میں
نماز سب نے قضا کی تری ادا کیلئے

کوئی یہ کہتا تھا۔

مردے باید کہ باشد حق شناس
تا شناسد شاہ را در ہر لباس

کسی کی زبان پر یہ تھا کہ

اللہ رے جامہ زیب تری جامہ زیبیاں
جو رنگ تو نے بدلا وہی رنگ کھل گیا

اور کسی کے وردِ زبان یہ تھا۔

ہر بلا سے ہے رہا خلد کے گلزار میں ہے
جو گرفتار ترے گیسوئے خمدار میں ہے

فی الحقیقت سلطان الشہداء ہدایت مخلوق کے واسطے والدین کی تسکین کو ظاہراً عالم کثرت میں
رہتے تھے۔ مگر باطناً قلزم وحدت میں غرق تھے اور چونکہ آپ کی کم سنی اور نوجوانی شار

خدا کا مظہر تھی تو یہ کیفیت تھی کہ ہر قوم ہر مذہب والے آپ پر صدقے اور قربان ہو ہو کر زبانِ حال سے یہ کہتے تھے۔

قصیدہ

فدا ہو ہو کے شیخ و برہمن بالے میاں تم پر — کئے دیتے ہیں قرباں جان و تن بالے میاں تم پر
حسینوں کا فدا ہے بانکپن بالے میاں تم پر — کریں ہم کیوں نہ قرباں جان و تن بالے میاں تم پر
ولایت اور شہادت نعمتیں میراث جدّی ہیں — ہے جلوہ ریز نورِ پنجتن بالے میاں تم پر
فدا پھر کیوں نہوں ہم جب خدا نے ختم کردی ہیں — حسینی خوبیاں حُسنِ حسنؑ بالے میاں تم پر
تڑپ کر حور و غلماں کہہ رہے ہیں آؤ جھولا آؤ — کہ اِتراتا ہے جنت کا چمن بالے میاں تم پر
محمدؐ کا علیؓ کا فاطمہؓ شبیرؓ و شبرؓ کا — جمالِ دل رُبا ہے ضو فگن بالے میاں تم پر
خدا نے دیں تمہیں وہ خوبیاں سب جان دیتے ہیں — جوان و پیر و طفل و مرد و زن بالے میاں تم پر
چڑھاتے ہیں جو سب ہندو مسلماں پھول کثرت سے — یہ کرتا ہے نچھاور زر چمن بالے میاں تم پر
بلند اقبال کا اقبال ہو یہ عرض اکبر ہے — کرے فضلِ خدائے ذوالمنن بالے میاں تم پر

الحاصل اسی عرصہ میں سلطان محمود بھی خراسان کی مہم سے غزنی میں آئے اور ملک نہروالہ و گجرات کی طرف ہمت کے قدم بڑھائے اور ایک فرمان سالار ساہو کو لکھا کہ تم چند مدبر قلعہ کا ہیلر میں چھوڑ کر یہاں آؤ اور فرزند سالار مسعود کو بھی لاؤ۔ بمجرد فرمان سالار ساہو مع سالار مسعود کے خدمت سلطان میں پہونچے اس مراحم خسروانہ پر سلطان محمد و سلطان مسعود فرزندانِ سلطان محمود کو رشک آتا تھا۔

سومنات واقع گجرات علاقہ جوناگڈھ کی لڑائی۔

(سالار مسعود کی جرأت سلطان محمود کی ہمت خواجہ احمد وزیر کا عدو ہوجانا استعفاء دے کر فتور مچانا۔)

لکھا ہے کہ ۴۱۵ھ میں سوائے فوج مامورہ اطراف ولایت کے پچاس ہزار تین سو سوار علی تگین کی گوشمالی کو سلطان بلخ میں آئے برداران ماوراءالنہر یوسف قدر خاں بادشاہ ترکمان نے دور سے استقبال کیا۔ اور علی تگین گرفتار ہوا۔ چند روز کسی ہند کے قلعہ میں قید کیا گیا اور وہیں انتقال ہوگیا بعد اس کے ایک روز سلطان نے پہلوان لشکر سے یہ مشورہ لیا کہ ۴۱۵ھ میں ہمارے ہنود نے یہ بات بنائی ہے کہ سومنات کی خفگی سے یہ ہند کے بتوں پر آفت ٹوٹی ہے ورنہ ہمارا سومنات اسلام کے لشکر کو تباہ کر دیتا۔ اس لئے ہم کو زعم ہنود باطل کرنا منظور ہے اب اس بت کو ضرور توڑنا چاہیئے۔ سالار ساہو نے کہا بسم اللہ جزاک اللہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ خدا کے فضل سے سلطان کا رعب و ہیبت سنگدلوں پر غالب ہے

خواجہ احمد کو ناگوار گزرا۔ بظاہر خاموش لیکن دل میں خلش پیدا ہوگئی۔ قصہ مختصر سالار ساہو سلطان کے انتظام بلوہ کیواسطے کاہیلر میں تشریف لائے اور فرزند سالار مسعود کو سلطان کی ہمراہی میں چھوڑا۔ روضۃ الصفا میں تحریر ہے کہ دسویں شعبان ۴۱۵ھ کو سوائے لشکر خاصہ کے تیس ہزار سوار ترکستان سے لے کر سلطان نصف رمضان کو ملتان آئے اور پھر سومنات کو رخ کیا بہند کے تمام بتوں کا سردار سومنات تھا جسب ارشاد شیخ فریدالدین عطارؒ

یافتند آں بت کہ نامش بود نات — لشکر محمود اندر سومنات

اور تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ ہنود تناسخ ارواح باختیار سومنات جانتے تھے۔ اور سارے بتوں کا خدا سمجھ رکھا تھا اور تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کعبے کے جہاں نے دریائے عمان کے کنارے پر جمار کھا تھا اور اسی مقام پر شہر سومنات آباد کیا تھا۔ اور مورخین خصوصاً حبیب السیر کا یہ کلام ہے کہ سومنات نام بُت کا ہے۔ اور تواریخ میں بتخانے کا نام سوم اور ناتھ نام بت کا ہے اور یہ بھی تحریر ہے کہ ایک بادشاہ جسکا نام سوم تھا اسکے حکم سے یہ بت بنکر ناتھ نام ہوا اور اعاظم اصنام ہوا۔ اور کتب براہمہ میں تحریر ہے کہ اسلام سے چار ہزار سال پہلے کرشن کے وقت میں یہ بت آیا ہے اور صاحب برہان و مؤید و رشیدی نے لکھا ہے کہ سوم کے معنی چاند اور ناتھ کے معنی بزرگ اور خداوند کے ہیں یعنی بزرگ چاند یا بزرگ خداوند ہوا۔ اور سعدی علیہ الرحمۃ نے اس کی حکایت بوستاں کے آٹھویں باب میں لکھی ہے کہ

بتے دیدم از عاج در سومنات — مرصع چو در جاہلیت منات

کیا عجب ہے کہ نات منات کعبے کے بت کی تصویر بنائی ہو اور بوجہ مناسبت نات منات کے کہیں نات اور کہیں منات کے نام سے شہرت ہوگئی ہو اور اسکے نام سے شہر کا نام سومنات مشہور ہوگیا ہو۔ القصہ سومنات نام ایک کلاں مندر لب دریا تھا ہندو رات کو پرستش کرنے آتے تھے اور نہایت ادب کرتے تھے۔ اس مندر کے نیچے ایک تہ خانہ میں ایک مہنت تعینات تھا بت کے ہاتھ میں ایک کل لگا کر ڈوری اس ترکیب سے باندھی تھی کہ جب وہ مہنت ڈوری کو ہلاتا یا کھینچتا تھا تو اس بت کے دونوں ہاتھ خودبخود اوپر کو اٹھ جاتے تھے اور آواز برآمد ہوتی تھی۔ سعدی

پس پردہ مطرانی آذر پرست — مجاور سر ریسمانی بدست
کہ ناچار چوں در کشد ریسماں — برآرد صنم دست فریاد خواں

شبِ خسوف میں لاکھوں آدمیوں کا اژدہام اور ہجوم ہوتا تھا جب شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے وہ بت ترخانے میں جاکر اور ترکیبیں کرکے دیکھا کہ ایک مکر کا ڈھونگ بنا رکھا ہے تو سعدی وہاں سے چلدیئے۔ الغرض دس ہزار گاؤں کا خراج اسکے مصرف میں تھا اور بےحد خزانہ جمع تھا جواہراتِ بیش بہا اتنا تھا کہ اتنا شاہی خزانوں میں بھی نہ ہوگا۔ دو سو من پختہ سونے کی زنجیر جواہرات بے بہا سے مرصع آویزاں اور صدہا گھنٹے لٹکتے تھے۔ دو ہزار برہمن انکو بجانے اور پرستش کے لئے رات دن مامور تھے تین سو حجام خدمتی اور تین سو قوال اور پانچسو رنڈیاں راجاؤں کی جوان لڑکیاں ناچنے گانے پر رات دن مامور تھیں اور دریائے گنگ دہلی اور قنوج کے مشرق میں ہے اور سومنات سے چھ سو کوس کا فاصلہ ہے ہر روز تازہ پانی اس بت کے نہلانے کو ڈاک پر جاتا تھا القصہ جب سلطان محمود ملتان سے سومنات کو آئے۔ بوجہ قلت رسد کے سوائے اہالیان لشکر کے تیس ہزار اونٹ پانی اور گھاس کے ہمراہ لائے کیونکہ راستے میں دشوار گذار بیابان تھے۔ اور بہت قلعے بھی تھے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سلطان نے ملتان سے چل کر پہلے تو سردارانِ اجمیر کو بھگایا۔ پھر عنایتِ الٰہی سے قلعہ داروں نے استقبال کیا اور پھر صاف و سیدھا راستہ بتلایا پھر نہر والہ میں ہوکر گجرات میں پہونچے۔ شہر پہلے ہی آمد کی دہشت و ہیبت سے خالی ہوگیا تھا وہاں سے بہت سامان لے کر کوچ فرمایا۔ بارھواں حملہ ۴۱۵ھ درسومنات۔ جب لشکرِ سلطان سومنات پر آیا ایک قلعہ لبِ دریا دیکھا کہ دریا اسکی فصیل تک موجزن تھا۔ ساکنانِ قلعہ فوج اسلام کا نظارہ کرنے لگے اور ڈر ڈر کر دعائیں کرنے لگے کہ یا خداوند سومنات اِس لشکر میں ایسی آگ لگادے کہ تیرے غضب سے اِک آن میں سب بھسم ہوجائیں۔ دوسرے روز لشکرِ اسلام نے قلعہ کے نیچے شام تک لڑکر رات کو وہیں آرام کیا۔ صبح کو سلطان معہ غازیوں کے زینہ لگا کر قلعہ پر چڑھ گئے اور وہ رستمانہ کام انجام دیئے کہ سبحان اللہ پھر تو قلعہ سومنات میں بڑی ہل چل پڑگئی۔ تیسرے روز بیرم دیو اور دابشلیم نے فوج بےشمار سے آگھیرا۔ غنیم کو سلطان نے دیکھ کر اور گھبراکر یہ نیت کی کہ اگر سومنات کو فتح کرلیا تو اسکا مالِ غنیمت راہ خدا میں محتاجوں کو دیگا اور خرقہ حضرت شیخ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ میں لیا اور دعائے فتح کرکے نعرہ کیا فوراً ایک آواز گرجنکی ہیبت ناک آئی اور ایسی تاریکی چھائی کہ مخالفین آپس میں لڑ کر پچاس ہزار سے زیادہ فی النار ہوگئے باقی ماندہ چار ہزار دشمن کشتیوں پر سوار ہوکر فرار ہوئے تھے کہ غازیوں نے انکو بھی ہلاک کیا اور فتح کا نقارہ بجادیا اور نشان اسلام قلعہ کی چوٹی پر لہرایا۔ اسلام

کے علم کی روشنی سے جہل کی تاریکی کافور ہوگئی اُسی روز حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے خواب میں فرمایا کہ محمود تم نے فتح سومنات پر ہمارے خرقہ کو دھبہ لگایا۔ اگر کل جہان روئے زمین کے حق میں دعا کرتے تو حق تعالی سب کو اسلام عطا فرماتا۔ المختصر سید سالار مسعود نے اِس معرکہ میں بڑے بڑے کارنمایاں کئے اور سلطان کو اپنی جانبازی کے جوہر دکھائے پھر سلطان مندر میں تشریف لائے چھپن ستون طلائی لعل و زمرد سے جڑے ہوئے اور زرِ سرخ کے انبار لگے ہوئے خزانہ بے انتہا جواہرات بے بہا۔ تاریخ زین المآثر میں لکھا ہے کہ دراصل یہ بت خانہ تیرہ و تاریک تھا مگر جواہرات قنادیل کا کام دے رہے تھے جس سے روشن تھا پتھر یا عاج یعنی ہاتھی دانت کی نہایت خوش نما مورت پانچ گز لانبی دو گز زمین میں گڑی ہوئی اور تین گز بالائے زمین ایستادہ تھی اسی کے ساتھ پھر گرد و نواح کے قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ اسی معرکہ میں ایک لوہے کے بت خانے میں مقناطیس کا بت تھا جو لوہے کی چوطرفہ کشش سے معلق ہورہا تھا جس وقت ایک طرف کی دیوار توڑ ڈالی اور ادھر کی کشش موقوف ہوئی تو وہ زمین پر سر کے بل آپڑا۔ پھر راجہ بیرم دائی نہر والہ کو بھگایا اور زن و بچہ گرفتار ہوئے بےشمار خزانہ ہاتھ آیا۔ ملک وسیع اور جواہر کی کان زرِ خالص بہت ہاتھ آیا تو چاہا کہ غزنی سلطان مسعود اپنے فرزند کو دے کر یہیں قیام کریں اور دارالسلطنت بنائیں۔ لیکن ارکان دولت نے یہاں کے رہنے میں ملک خراسان مفتوحہ حال کی بربادی پیش نظر کی تو ارادہ ملتوی ہوگیا اور حسب صلاح اراکین سلطنت اُس نواح کے شاہزادے دابشلیم مرتاض کو ملک نہر والہ و گجرات و سومنات کی حکومت بت پرستی سے انکار اور با طاعت اسلام سے اقرار لیکر اور مناسب خراج سالانہ کے وعدے پر دیدی اور تاریخ فرشتہ کا یہ بیان ہے کہ اسوقت مصاحبین نے یہ کہا کہ دابشلیم مرتاض جاہل اور تند مزاج ہے۔ مگر دابشلیم ثانی حاکم اطراف سومنات عاقل ہے اُسے بلواکر یہ ملک بھی اُسے مرحمت فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ اگر وہ باقبال فرمانبرداری عرضداشت بھجوائے تو منظور ہے ورنہ دوسرے حاکمِ زبردست کو اپنا مفتوحہ ملک حوالہ کرنا عقل سے بعید ہے الغرض دابشلیم مرتاض نے عرض کی کہ حضور دابشلیم ثانی میرا بڑا دشمن جانی ہے حضرت کے بعد یہ ملک مجھ سے چھین لے گا حضرت اُسے دفع فرمائیں یا گرفتار کرلیں۔ فدوی دو حصے خراج سالانہ برابر زابل و کابل کے خزانہ عامرہ میں پہونچائیگا۔ اور ہمیشہ مطیع رہیگا۔ یہ عرض اسکی منظور کرکے غزنی کی راہ لی۔ راہ میں بیرم دیو اور راجہ اجمیر اور جاٹوں نے فوج بیشمار سے مقابلہ کیا سلطان نے وہ درہ مصلحتاً چھوڑ کر ایک واقف کار برہمن کو ہمراہ لے کر سندھ کے جنگل سے ملتان کا رستہ لیا پھر بلخ میں خلیفۃ القادر باللہ کا نامہ

مع خطاب والقاب سلطان کے پاس آیا۔ اُس میں کہف الدولہ والاسلام سلطان محمود دام ظہار
الدولہ جمال الملت خطاب امیر مسعود جلال الدولہ جمال الملت امیر محمد عضد الدولہ مؤید الملت
امیر یوسف کا خطاب تحریر فرمایا پھر بعد میں ۴۱۶ھ میں جاٹوں کی گوشمالی کی یعنی بے ادبی
معاودت سومنات کی سزا دی۔ پھر ۴۱۷ھ میں دابشلیم ثانی کو گرفتار کرکے غزنی لائے اور ۴۱۹ھ
میں جب ترکان سلجوقی دریائے اموویہ سے فساد کرتے ہوئے ابی ورد و نسار میں اتر آئے سلطان نے
امیر طوس ابو الحرب ارسلان کو اُدھر روانہ کیا پھر خود بھی امیر طوس کی مدد فرما کر اوّل ترکمان بعد کر
رے کو دیکھ لیا اور ولایت روئے اصفہان امیر مسعود کو دی۔ خود غزنی کی راہ لی اس عرصہ میں دابشلیم
مرتاض نے بعد فراغ بند و بست کرکے خزانہ و جواہرات نذر سلطان کرکے دابشلیم ثانی کو طلب کیا
سلطان نے بھیجدیا دابشلیم مرتاض نے حسب رسم اس زمانے کے قریب تخت گاہ ایک قید خانہ تنگ و تاریک
تیار کیا اور ایک روزن دانہ پانی پہونچانے کا رکھ دیا پھر مع طشت و آفتابہ شہر کے باہر آیا راہ میں شکار
کھیل کر تمازت آفتاب سے چہرے پر سرخ رومال لپیٹ کر زیر درخت لیٹا تھا کہ آنکھ لگ گئی اتنے
میں کسی شکاری جانور نے گوشت کے دھوکے میں پنجہ مارا اور اندھا کردیا۔ اس زمانے میں دستور تھا
کہ ہندی جس حاکم کے بدن میں کچھ نقصان پاتے تھے اسکی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ القصہ دابشلیم ثانی
گرفتار سامنے آیا فوج ہندی نے اُسے صحیح الجسم پاکر حاکم بنالیا۔ دابشلیم ثانی نے حسب رواج وہی
طشت و آفتابہ دابشلیم مرتاض کے سر پر رکھ کر ہمراہ پیادہ دوڑایا اور اسی محبس میں قید کرکے دانہ
پانی حسب دستور پہونچایا۔

(شعر)

آں سرور عاقل و خردمند — اُفتاد دراں چہے کہ خود کند
کھودا تھا کنواں کسکے لئے کود پڑا کون — سلطان بنا کون مصیبت میں پھنسا کون

القصہ جب سلطان کو چلتے چلتے رات اور سارا دن گزر گیا شام کیوقت قیام کیا اور ہرچند تلاش کیا
مگر آبادی اور پانی کا کہیں پتہ نہ پایا تو سلطان کی خدمت میں واقعہ عرض کیا حکم ہوا کہ اس برہمن
کو جس کو راستہ بتانے کیلئے ساتھ لائے تھے ہمارے پاس لاؤ۔ اسی وقت حاضر کیا گیا۔ فرمایا
سلطان نے کہ ایسے رستے سے تو کیوں لایا جس میں نہ آبادی ہے نہ پانی کا پتہ ہے اس برہمن نے
کہا کہ میں نے اپنی جان سومنات پر قربان کردی ہے اسی واسطے تمہیں ایسے رستے سے لایا
ہوں کہ دانہ پانی کچھ میسّر نہ ہو۔ سلطان کو غصّہ آیا اور اس ملعون کو نار جہنم میں پہونچایا اور آپ نے
وہیں ڈیرہ کردیا۔ اور رات کو ڈیرے سے باہر آکر سر بسجود ہوے اور اللہ پاک سے گریہ زاری
کرنیکے بعد اس بلاسے نجات پانیکی دعا مانگی جب ایک پہر رات گزری دفعۃً شمال کی طرف روشنی

ظاہر ہوئی۔ سلطان نے فرمایا کہ اسی روشنی کی طرف لشکر روانہ کیا جائے وہاں پہونچے تو پانی موجود
تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو ایسی جگہ پہونچادیا کہ اس بلا سے نجات مل گئی شکر ادا کیا اور اللہ
تعالیٰ نے سلطان کو یہ کرامت عطا فرمائی اور دعا قبول کی۔ تاریخ نفحات میں لکھا ہے کہ یہ معرکہ جہاد
سلطان کی کرامت ہے یعنی جب سلطان نے سومنات پر جہاد فرمایا تو خدا تعالیٰ نے حضرت خواجہ ابو محمد
چشتیؒ کو خواب میں جہاد کرنیکا حکم دیا تم اسکی مدد کرو۔ خواجہ صاحب ستر سال کی عمر میں اپنے مریدوں کے
ساتھ اُس معرکہ میں پہونچے تو بہ نفس نفیس دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد کیا ایک روز مخالفین نے غلبہ کیا
اور لشکر اسلام نے ایک جنگل میں پناہ لی نزدیک تھا کہ شکست ہوجائے خواجہ ابو محمد چشتیؒ کا ایک مرید قصبہ
چشت میں بے سامان مجذوب صفت تھا اور اسکا محمد کاکو نام تھا خواجہ صاحب نے اسی وقت آواز دی
کہ کاکو آؤ اسی وقت کیا دیکھتے ہیں کہ کاکو موجود ہے اور دشمنوں کا نہ حملہ کر رہا ہے اتنے میں دیکھتے ہیں کہ لشکر
اسلام فاتح ہوا اور دشمن فرار ہوگئے اور کاکو چشت میں اسطرح لوگوں نے دیکھا کہ چٹان پتھر ونکی پہاڑ
سے اتار اتار کر دیواروں سے مارتا ہے اور کہتا ہے کہ مرشد کے حکم سے سلطان محمود کے ساتھ جہاد کرتا
ہوں اور جب اس سے دریافت کرتے ہیں تو یہی کہتا کہ جب خدا تعالیٰ ابو محمد سے عارف کامل کو سلطان
کی مددگاری کا حکم دیتا ہے تو اسکا مقابلہ کون کرسکتا ہے غرضکہ سلطان محمود نے سالار ساہو اور سالار
مسعود کی جواں مردی سے بہت فتح پائی کیونکہ اکثر امراء جلیل القدر بڑے بڑے عہدوں پر سالار ساہو کے
اقربا و برادر تھے جس ملک پر سلطان نے فوج کشی کی سالار ساہو کے لشکر نے فتح پائی تاریخ محمودی میں
سب حال خواجہ احمد کی عداوت اور اقسام مقدمات کا لکھا ہے مگر یہاں بخوف طوالت نہیں لکھا جاسکتا
یہاں تو فقط سالار مسعود کی شرکت کے باعث یہ معرکہ مختصر لکھ دیا ہے۔

تیسری داستان سلطان محمود سے سلطان الشہداء کا رخصت ہونا

اور ہندوستان میں پہونچکر کاہیلا و ملتان وغیرہ مقامات میں تبلیغ اسلام فرماتے ہوئے گنگا سے گزر
کر ستر کھ میں قیام فرمانا اور اطراف اجمیر و دھند گڑھ وغیرہ میں فوجوں کو بغرض جہاد معین فرمانا۔
القصہ حسن میمندی کار و بار وزارت سے مدتوں سے واقف تھا اسکے دلگیر ہونے سے بنیاد فساد
کی پیدا ہوئی اور سلطان چونکہ اس امر سے واقف تھا اس نے ہرچند دلجوئی کی مگر اُسکی تسلی نہ ہوئی
جس وقت سلطان الشہداء کو مجلس میں دیکھتا تھا اور اس پر الطاف خسروانہ دیکھتا تھا سانپ
کی طرح پیچ و تاب کھاتا اور متغیر ہوجاتا تھا اُسکے دیکھنے کی تاب نہ لاتا تھا سلطان نے اسکی
یہ حالت تاڑ کر ایک بار حضرت سید سالار مسعود کو خلوت میں بُلا کر شفقت و محبت سے فرمایا

کہ حسن میمندی بد نہاد نے بیحد خجالت اٹھا کر تجھ سے بہت ہی دشمنی پیدا کر رکھی ہے دیکھنا بھی نہیں چاہتا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اسکو بتدریج وزارت سے معزول کر کے اسکی جگہ حسنک میکائیل کو معین کر دوں اتنے میں آپ کاہیلر کی طرف جا کر شکار کھیلیئے اور والدین کی خدمت کیجئے چند روز بعد ہم تمہیں بلا لیں گے اور ہمیں جتنی تمہاری محبت ہے تم خود جانتے ہو سلطان الشہداء نے مزاج سلطان سے دقوف پا کر عرض کیا کہ والدین سے کیا کام ہے اگر حکم سلطانی ہو تو ہندوستان جا کر جہاد کروں اور اسلام کی اشاعت کروں تاکہ خطبہ بنامِ خداوندِ عالم پڑھا جائے اور کچھ دنوں شکار میں دل بہلا کر واپس آ جاؤں گا۔ سلطان نے فرمایا کہ ہمیں اسوقت تمہاری جدائی پسند نہیں ہے اور مجھ سے جدا ہوتے ہو تو چند روز والدین کی خدمت میں رہو ہم جلد تمہیں بلا لیں گے۔ دوسرے روز سالار مسعود ساتھ لشکر مسلح کے دربار سلطانی میں حاضر ہوئے اور بعد ادائے خدمت درخواست رخصت کی گزرانی۔ سلطان نے نہایت حیرت میں آ کر بہت مہربانی کا اظہار کیا مگر غیرتِ حیدری سلطان الشہداء کے دماغ میں ایسا اثر کر گئی تھی کہ وہ مہربانی سلطان کی خاطر میں نہ لائے اور مکرر رخصت کیلئے التماس کیا کہ چند روز سیر کر کے حاضرِ خدمت ہوں گا۔ سلطان نے خلعت خاص اور چند اسپ عراقی اور دو زنجیر ہاتھی مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ لیکن فراق کا صدمہ بہت ہوا اور پہلوان لشکر کو لکھ دیا کہ برخوردار سالار کو ایک مصلحت سے وہاں روانہ کیا جاتا ہے۔ تم بہت دلجوئی سے پیش آنا اور اپنے پاس رہنے دینا بعد چند روز کے ہم بلا لیں گے۔ القصہ سالار مسعود شیر زیاں کی طرح دربار سلطان سے برآمد ہوئے اور سید ابراہیم اپنے استاد شفیق کو ساتھ لے کر اسی وقت ڈیرہ شہر سے باہر جا ڈالا اس واقعہ سے تمام شہر میں شور پڑ گیا کہ سالار مسعود نے بتِ سومنات جو کافروں کو نہیں دیا ہے اس سبب سے حسن میمندی نے اُس پر یہ قہر توڑا ہے کہ وہ اس شہر سے نکلے جاتے ہیں اُس پر اکثر مردمان شہر اور اطراف کے آ جمع ہوئے اور بعضے امراء و ملوک اور ترک بہادر جو اقربا حضرت سلطان الشہداء تھے ہمراہی کیلئے تیار ہو گئے اور سلطانی لشکر سے چلے آئے جمال باکمال ظاہری و باطنی نے حضرت سلطان الشہداء کے سب کو اپنا دیوانہ اور متوالا بنا رکھا تھا ان سے صبر نہ ہو سکا۔ اور سب لشکر وہاں سے مشرق کی طرف روانہ ہو گیا تاریخ محمودی میں لکھا ہے کہ گیارہ ہزار آدمی سب خاص و عام حضوری میں تھے اور حضرت کے جمال یوسفی کے ایسے پروانے ہوئے تھے کہ اپنا وطن مالوف غزنی کے چھوڑنے کا اور بال بچے اہل و عیال اور اقربا کے فراق کا ملال ذرا خیال میں نہ لاتے تھے۔ غزنی سے چل کر حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کابل ہوتے ہوئے براہ جلال آباد کوٹ کاہی یعنی کاہیلر کے قریب پہونچے یہ سفر ۳۰۰ میل سے کچھ زیادہ تھا

کئی دریا سے عبور کیا ہوگا اور کئی پہاڑی دروں سے نکلنا پڑا ہوگا۔ القصہ جب یہ خبر پہلوانِ لشکر کو ملی تو معہ ستر معلی کے کاہیلر سے لشکر گاہ حضرت سید سالار میں تشریف لائے اور بعد ملاقات ہر چند والدین نے گریہ و زاری کی اور سمجھایا کہ بیٹا یہیں قیام کرو اور شکار سے دل بہلاؤ مگر منظور نہ کیا جب دیکھا کہ نہیں مانتے تو سالار ساہو نے کہا کہ اگر یہ منظور نہیں ہے تو ہم بھی ساتھ چلتے ہیں سالار مسعود نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو حسن میمندی سلطان سے کہیگا کہ دیکھئے دونوں باغی ہو گئے اور میں سلطان سے کہہ آیا ہوں اور آپ سے بھی التماس ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ سال بھر سیر کر کے واپس آتا ہوں الغرض ناچار ہو کر اجازت دیدی اور اہل لشکر خوب ہتھیار بند کے اکثر ہم عمر و ہم صحبت سلطان الشہداء کے تھے اور حضرت سید ابراہیم استادِ سلطان الشہداء اور رفتہ دار قریبی و تمام ترکان بہادر چیدہ چیدہ ہمراہِ سلطان الشہداء کر دیئے اور خزانے اور گھوڑے اور بہت سا اسباب مرحمت فرما کر کلیجے سے لگا کر رخصت کیا اور آپ سے ستر معلی دیوانہ وار روتی ہوئی راہی کاہیلر ہوئیں اس ملال میں سالار ساہو تو خاموش تھے مگر ستر معلی غلبۂ فراق میں کسی کو نہ پہچانتی تھیں یہاں تک کہ جو شخص سامنے آتا اُسے مسعود کہہ کہہ پکارتیں۔ شعر

در و دیوارِ من آئینہ شدا ز کثرت شوق
دیدہ ہر جا کہ نہم روئے ترا می بینم

کثرت گریہ و زاری سے بینائی بھی جاتی رہی تھی جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام فراقِ یوسف علیہ السلام میں نابینا ہو گئے تھے اور زلیخا بیتاب و مضطرب تھیں مگر وہاں غلبۂ شوقِ الٰہی میں بیخبری تھی ایسے ہی سلطان الشہداء جو صورتاً و معنیاً یوسف ثانی تھے حسب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ ایسے ہی علماء حقیقی کی شان میں وارد ہے کہ جامِ مشاہدہ الٰہی میں سرشار کون و مکان سے بے خبر مگر احکام الٰہی سے خبردار جو حکم ہوتا اسکی تعمیل ہوتی۔ ظاہر میں ہزاروں خدمتگار باطن میں فرشتے فرماں بردار۔ ظاہر اخلق میں مشغول الکلام باطن میں گوش دل متوجہ بالہام۔ ظاہر میں احکام شریعت میں درست جہاد پر چیت باطن میں شراب وحدت سے مخمور ما و منی سے دور۔ اللہ تعالیٰ نے آپکی ذات بابرکات کو اوصاف ظاہر و باطن سے آراستہ فرمایا تھا۔ القصہ راستے کے مصائب جھیلتے شکار کھیلتے مشرق کی طرف سفر فرما رہے ہیں ایک روز فوجیں آراستہ کر کے معہ چند مصاحب سیر و شکار میں لشکر سے جدا ہو گئے کہ باز کو ایک جانور پر چھوڑا۔ باز بدخوئی سے ایک درخت پر جا بیٹھا سالار مسعود اس درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور جب قریب درخت کے پہونچے گھوڑے سے اتر پڑے اور میر شکار کو فرمایا کہ باز کو پکڑوا لو اور آپ ایک ساعت اس درخت کے نیچے مراقبہ میں مشغول ہوئے اسکے بعد آنکھیں کھولیں اور دائیں بائیں نگاہ کر کے فرمایا کہ اس درخت کو جڑ سے کھود ڈالو اور پھر کہا کہ اس جڑ کی جگہ گہرا کھودو جب گہرا مانند

کنوئیں کی کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں دفینہ بے تعداد بھرا ہوا ہے پھر فرمایا کہ خزانوں کو باہر نکالو۔ باہر نکالا تو کئی تودے خزانوں کے نکلے سبحان اللہ جس کو اللہ تعالیٰ ایسے خزانے عطا فرمائے علاوہ سلطنت محمود کو کیا خیال میں لائے اسوقت سلطان الشہداء کی اس کرامت سے تقویت بھی ہوگئی اور کہا۔ سعدی

چہ غم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیبان　　چہ باک از موج بحر آنرا کہ دارد نوح کشتیبان

القصہ چند روز وہیں قیام فرمایا۔ ارکان دولت سے ارشاد ہوا کہ اس خزانۂ الٰہی سے نو ماہا پیشگی قدیمی رفیقوں کو اور شش ماہا دوسرے ملازمین کو دیں اور دوسرے نئے ملازم رکھیں انہیں چار ماہا دیں چند ہزار اور دوسرے ملازم رکھے گئے اور ملازمانِ قدیم وجدید کو حسب الحکم زر ادا کیا گیا لیکن وہ ڈھیر خزانہ کا ویسا کا ویسا ہی موجود تھا۔ اس خزانہ کو لیکر وہاں سے کوچ کیا اور ملک نیکبخت کو حکم دیا کہ اس مال میں سے ہمارے باورچی خانے میں کچھ خرچ نہ کرنا۔ اس سے سلطان الشہداء کا اتقا و دولت دنیا سے بے طمعی کا پتہ ملتا ہے سلطان الشہداء کی عادت تھی کہ جس کسی سے بات کرتے تھے اسے کچھ نہ کچھ دیدیا کرتے تھے، خواہ جوڑا خواہ گھوڑا، کوئی خالی نہ جاتا تھا۔ راہ میں مسافروں غریبوں کو خوب انعام واکرام دیا۔ فقیر و مساکین کو نقد دلوایا مسافروں کو کھانا کھلوایا ہر ایک حیلے سے حاجت روائی مخلوق کی مدِ نظر تھی۔ ہر امیر و فقیر سے اخلاق محمدی کا برتاؤ تھا۔ فیض ظاہری و باطنی سے ہر شخص بہرہ مند ہوتا تھا۔ علماء و فقراء و ہمراہیان چوکی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے، کلمات سلوک معانی اور نکاتِ توحید ایسے فرماتے تھے کہ سب کو محبت الٰہی کا ذوق و شوق بڑھتا تھا۔ بعد نمازِ عشاء خود ڈیرہ میں تنہا تشریف لے جاتے اور سب باہر رہ جاتے تھے مگر چند خدمتگار اور جیسے کہ میاں ابراہیم کہ قبر اُن کی قصبہ کنتور میں ہے سراپردے میں وضو کو پانی لاتے تھے اور کوئی نہ جا سکتا تھا اگر دھوکے سے کوئی مصاحب پہونچ جاتا تو آپ غلبۂ مشاہدۂ الٰہی سے پہچانتے نہ تھے، بلکہ اسکو خطرہ تھا۔ سبحان اللہ عجب ذوق و شوق الٰہی تھا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ حضرت سلطان الشہداء بھی قرب الٰہی اور جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر میں قدم بقدم تھے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلطان الشہداء کو عجب مستغنی بنایا تھا کہ علماء و امراء جو حاضرین خدمت تھے اکثر نے عرض کیا کہ آپ بارہ ہزار سوار سے زائد کے سردار ہیں بادشاہی کے مستحق ہیں تختِ شاہی پر جلوس فرمائیں اپنا گز سکہ چلائیں، خطبہ پڑھوائیں منظور نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تخت و سلطنت ہمارے ماموں سلطان محمود کو مبارک رہے اس مورِ ضعیف کو خدا نے تبلیغ اسلام کیلئے بھیجا ہے میرے لئے عشق معبود کافی ہے یہی تمنا ہے کہ جہاد میں درجۂ شہادت پاؤں اور مراد کو پہونچوں ؎

مزا جس نے مئے وحدت کا پایا
غمِ دنیا و عقبیٰ سب بھلایا

القصہ سلطان الشہداء نے بڑی حشمت و شوکت کے ساتھ دریائے سندھ پر پہونچکر فرمایا کہ کشتیاں لاؤ کشتیاں حاضر کی گئیں۔ حسب الحکم امیر حسن عرب امیر بایزید جعفر نے پانچہزار سوار کے ساتھ شیوپور کا محاصرہ جا کیا اور رائے ارجن کو بھگا کر اسکا گھر کھودا دس لاکھ اشرفیاں برآمد ہوئیں اور بہت قیمتی اسباب ہاتھ آیا سب لاکر خدمت میں پیش کیا۔ حکم ہوا کہ یہ تمہاری پہلی بسم اللہ ہے اسکو اپنے صرف میں لاؤ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کا مالِ غنیمت بھی آپ لینا پسند نہیں فرماتے تھے جو لوٹ مار کر لایا گیا ہو اور ماتحتوں کے فعل پر معترض نہ ہونا آپکے اخلاق اور ہر دلعزیزی کی دلیل ہے۔ پھر کشتیوں پر سوار ہو کر دریا پار پہونچے اور چند روز سیر و شکار میں رہے پھر ایک روز جشن طرب آراستہ کیا سب کو خلعت فاخرہ عنایت کیا اور افسرانِ فوج سے فرمایا کہ یہ ملک ہمیں خدا نے اپنی مرضی سے عطا فرمایا ہے یہ خواجہ احمد کی حکومت سے الگ ہے یہاں عبادت معبود کا بڑا مزا ہے یہ ہمارے تجربہ کی بات ہے کہ جو غیر کا محکوم ہوتا ہے وہ مشاہدۂ الٰہی سے محروم ہوتا ہے اور یکسوئی میں خدا کی بندگی خوب ہوتی ہے پھر ملتان کو کوچ فرمایا ملتان ویران پڑا تھا اُسی وقت سے کہ جب دوسری مرتبہ فوج سلطانی محمود نے لوٹ مار کیا تھا اور وہاں کا زمیندار رائے انگپال خطہ اُچ میں جا رہا تھا اسکے ملازم آئے اور کہا کہ بیگانے ملک میں بیباکانہ چلے آنا مناسب نہیں چلے جائیے حضرت نے خلعت و انعام سب کو دیکر رخصت کیا اور یہ جواب دیا کہ ملک خدا کا ہے بندے کی کیا حقیقت ہے یا جسکو خدا دے اسکا ہے خبردار ہوشیار ہو ہم آتے ہیں جب رائے انگپال کو جواب جا سنایا اور یہاں امیر حسن عرب اور امیر بایزید محضر اور امیر ترکان اور امیر تقی اور امیر فیروز عمر و ملک اجد چہ مرد جرار نے چند ہزار سوار سے اُچ کا محاصرہ کر کے انگپال کو گھیر لیا۔ خوب جنگ ہوئی، لوہا برسا، بہت سے بیدین واصل جہنم ہوئے، چند غازیوں نے بھی شہادت پائی۔ آخر کار رائے انگپال میدان سے فرار ہو گیا اور مجاہدوں نے خوب مالِ غنیمت لیا اور لیکر حضور میں سلطان الشہداء کے حاضر ہوئے اور مبارکباد فتح کی سنائی ہر ایک کو خلعت و انعام حسب لیاقت دیا گیا پھر چار مہینے برسات پھر ملتان میں قیام کر کے جاڑوں میں اجودھن کو کوچ کیا اور جاتے ہی فتح کر لیا سلطان الشہداء کو آب و ہوا وہاں کی پسند آئی۔ بہت آباد و دلکشا جگہ تھی سال بھر لشکر سستایا۔ پھر وہاں سے دہلی کو کوچ فرمایا۔ اجودھن کا دوسرا نام پاک پٹن شریف ہے یہاں حضرت بابا فرید شکر گنج کا مزارِ مقدس ہے یہاں سے دہلی جانے والوں کو راستہ میں بھٹنڈہ پڑتا ہے یہ ریاست پٹیالہ کے علاقے میں ہے اور یہ وہ مقام ہے جسکو سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۹ھ میں فتح کیا تھا اور یہاں کے راجہ بجے رائے نے خودکشی کر لی تھی اور یہاں محمود مذکور کا تسلط ہو گیا تھا اور اب موجودہ زمانے میں بھی ملتان سے دہلی کو پاک پٹن بھٹنڈہ سے ہوتے ہوئے سڑک گئی ہے

یہاں حسب تحریر حیات مسعودی بحوالہ انڈین اینٹی کواری جلد ۸ صفحہ ۲۰۹ پر سر ولیم بیور نے میو قوم کی بابت ریاست الور کے جس پر حال میں بغاوت کا الزام لگایا گیا تھا ایک مقامی دلچسپ روایت لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں میں سالار مسعود غازی کا جھنڈا رہتا ہے اور وہ محمود غزنوی کے بھانجے یا بھتیجے تھے انکا مزار بہرائچ میں ہے انہوں نے یہاں کے ۹۸۹ قلعے فتح کئے اور جو راجپوت انکے زمانے میں مسلمان ہوئے وہ میو کہلائے۔ یہ کہ پہلے یہ لوگ سالار موصوف کے جھنڈے کو پوجتے تھے۔ مگر اب مولویوں کے وعظ سے یہ بات کم ہوگئی ہے سو کیا تعجب کی بات ہے کہ ٹھنڈے سے گزرتے وقت زرائن پور تھانہ غازی سالار پور وغیرہ انہیں کی یادگار ہوں اور ادھر کے دیہات میں کافی وقت صرف کر کے تبلیغ اسلام کی ہو انکے اس طریقہ سے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ جب انکو اس جگہ تبلیغ میں کامیابی ہوجاتی تھی تو آگے بڑھ جاتے تھے اور انہیں ساتھیوں میں سے وہیں آباد کر جاتے تھے۔

سلطان محمود غزنوی کا انتقال پر ملال اور سلطنت محمودی کا زوال

لکھا ہے کہ جب سالار مسعود غازی ہند میں تشریف لائے تھے تو اپنے پانچ رفیق سلطان محمود کی خدمت میں چھوڑ آئے تھے۔ ایک سالا سیف الدین چھوٹے چچا و سلطان السلاطین تھی بختیار و سید اعزالدین و ملک دولت شاہ و میاں رجب ملک دولت شاہ بندۂ قدیم سلطان محمود اور میاں رجب بندۂ قدیم پہلوان لشکر معتمد خاص سالار مسعود یہ چار تو عہدہ ہائے جلیلہ پر سرفراز تھے اور میاں رجب خوش تدبیر انتظام جاگیر پر ممتاز تھے۔ مگر خواجہ احمد وزیر کو ان کا رہنا ناگوار تھا۔ پہلے تو میاں رجب کو بے اطلاع سلطانی جاگیر سے معزول کر کے عہدہ توڑ دیا چونکہ سلطان کی ضعیفی میں انتظام سلطنت سے طبیعت برداشتہ ہوگئی تھی اس لئے ملک ایاز کی صحبت پسند تھی پھر خواجہ احمد کی شرارت سے یہ پانچوں سردار آزردہ ہوکر ہند میں آئے اور فوج جرار ساتھ تھی وہاں خواجہ احمد وزیر نے بادشاہ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں زندگی تلخ تھی۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ جب بادشاہ عاجز آیا تو خواجہ احمد وزیر کو ملک ہند کے قلعہ کالنجر میں قید کر دیا اور احمد حسین بن ابو حسنک میکائیل کو وزیر بنالیا۔ خواجہ نے قید میں عدم کی راہ لی اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ خواجہ احمد بن حسن میمندی نے اٹھارہ سال وزارت کر کے قلعہ کالنجر میں تین سال قید کاٹ کر سلطان مسعود کے عہد میں پھر وزارت کا کام انجام دیا اور سنہ ۴۲۴ھ میں انتقال کیا۔ الحاصل بعد دو سال قبل شہادت سلطان الشہداء کے جب سالار ساہو کا ہیضہ سے گھبرا کر ستر کھ میں تشریف لائے اس سال شب

پنجشنبہ تیسویں ربیع الاول سنہ ۴۲۱ھ کو پینتیسویں سال جلوس اور تریسٹھ برس کی عمر میں سلطان محمود کا بعارضہ سل انتقال ہوگیا۔ سخت بارش ہو رہی تھی رات کو ہی قصر فروزہ غزنی میں دفن کیا گیا۔

قطعہ تاریخ انتقال سلطان محمود غزنوی

جو غازی غزنوی سلطان محمود — گئے دنیا سے کوئی بھی نہ تھا ساتھ
یہیں چھوڑے خزانے ملک و لشکر — لکھو اکبر تم اسکا سال ہیہات ۴۲۱ھ

تاریخ فیروزہ شاہی و تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ بعد سلطان محمود کے جلال الدین جمال الملت سلطان محمد چھوٹے فرزند نے گورکان سے آکر حسب وصیت پدر تخت غزنی پر جلوس فرمایا اس کا جمال الملت سلطان مسعود شہید برادر توام کو بڑا رشک ہوا اور عراق سے لشکر لے کر چڑھ آیا اور یہاں افسران فوج غزنی کو باطن میں سلطان مسعود شہید سے اتفاق اور سلطان محمد سے نفاق تھا۔ لہذا سلطان محمد کو فوج نے قید کر کے اندھا کر دیا اور سلطان مسعود شہید کو تخت پر بٹھایا تھوڑے دن میں سلطان نے انتظام سلطنت کر کے ان نمک حراموں کو ہلاک کر دیا چند سال کے بعد سلجوقی مقابلے پر آگئے۔ مسعود تین رات دن لڑا مگر تاب مقابلہ نہ لاکر پہلے غزنی میں آیا پھر خزانے لیکر ہند کو کوچ کیا لاہور کی راہ میں رباط مارکلہ یا دریائے جہلم پر غلامان ترکان ہند نے خزانہ لوٹ کر محمد بصیر سے ساز کیا اور سلطان کو پکڑ کر پینتالیس برس کی سن میں شہید کر دیا نو سال نو ماہ بروایت دیگر بارہ سال مسعود شہید نے سلطنت کی چندے قید اٹھا کر سنہ ۴۳۲ھ میں دبروایت سنہ ۴۳۳ھ درجہ شہادت پایا یہاں ابوالفتح قطب الملت شہاب الدولہ امیر مودود بن سلطان مسعود شہادت پدر سے آگاہ ہوئے سنہ ۴۳۲ھ میں تخت غزنی پر جلوس فرمایا اسی سال سلطان محمد لشکر کو مع احمد مخبوط انکے پسر خفقانی مزاج کے ہلاک ہوئے اور اپنے باپ کے خون کا بدلہ لیا اور ترک دغا بازوں کو گرفتار کر کے ہلاک کیا اور مودود نے بھی نو سال سلطنت کی ۲۴ رجب سنہ ۴۴۱ھ میں رحلت کی اور اسکے بعد ابوجعفر مسعود بن سلطان مودود طفل چار سال کو ۲۵ رجب سنہ ۴۴۱ھ علی بن ربیع خادم نے اپنی حکمرانی کی طمع میں تخت پر بٹھایا مگر چھٹے روز ۵ شعبان جمعہ کو ابوالحسن عاد بن جود نے یا سنگین حاجب کی امداد سے اسے تخت سے اتار کر خود جلوس فرمایا۔ بعد دو سال سلطنت کے سنہ ۴۴۳ھ میں زین الملت سلطان عبدالرشید بن محمد مکحول دبروایت عبدالرشید بن سلطان مسعود کے مقابلہ سے بے لڑے فرار ہوئے عبدالرشید ڈھائی سال سلطنت کر کے طغرل کا فر نعمت غلام سلطان محمود کی شقاوت سے مع نو شہزادوں کے شہید ہوئے۔ آخر ترک محمودی توشگین نام نے غزنی میں آکر امرا غزنویہ سے ساز کر کے نو روز کے دن بعد چالیس روز کے عین تخت پر طغرل کا بھی سر اتارا اور سزائے نمک حرامی دے کر کتے کی موت مارا پھر جمال الدولہ فرخ زاد بن مسعود بروایت فرخ زاد بن سلطان عبدالرشید حکمراں

ہوئے اور چھٹے سال بعارضۂ قولنج ۴۵۰ھ میں انتقال کیا بعد اُن کے ظہیر الدّولہ سلطان ابراہیم
مسعود غزنوی نے اکتیس سال فرمانروائی کرکے ۴۸۰ھ میں رحلت کی دبروایت ۴۲ سال
تک سلطنت کی۔ پھر علاؤ الدّولہ مسعود بن ابراہیم نے پندرہ سال ۵۰۸ھ تک کامرانی فرمائی بعض
کا قول ہے کہ کمال الدولہ شیرزاد نے بعد اپنے پدر کے ایک سال سلطنت کرکے
اپنے بھائی ارسلان شاہ سے لڑکر شہادت پائی اور بعضوں نے علاؤ الدّولہ کے بعد سلطان الدّولہ ارسلان
شاہ بن علاؤ الدّولہ کا تین سال سلطنت فرمانا پھر معزّ الدولہ بہرام شاہ اپنے بھائی سے لڑکر ستائیس
برس کی عمر میں شہادت پانا لکھا ہے اور معز الدولہ بہرام شاہ کا خاندان غوری کے جھگڑوں میں گرفتار ہو
قطب الدین غوری کو دختر دے کر بعد قتل کرانے قطب الدین کے سلطنت کرنا لکھ دیا ہے مگر سیف
الدین برادر قطب الدین نے بہرام شاہ کو نکال دیا۔ غزنی پر قبضہ کرلیا بہرام شاہ نے اہل غزنی سے مل
سیف الدین کو گرفتار کرلیا روسیاہ کرکے بعد تشہیر کے سر کاٹ لیا پھر علاؤ الدین سیف الدین کے بھائی
نے بعد قتل دولت شاہ بن بہرام شاہ کو ہندتک بھگا دیا بہرام شاہ نے پینتیس سال سلطنت
کرکے ۵۴۷ھ میں فرزند کے غم میں انتقال کیا۔ علاؤ الدین غوری نے غزنی میں جلوس فرمایا اور خسرو
شاہ بن بہرام شاہ نے لاہور کو دارالسلطنت بنا کر کسی اور صوبہ پر دخل نہ پایا سات برس سلطنت کر
کے ۵۵۵ھ میں رحلت کی۔ پھر خسرو ملک بن خسرو شاہ نے سلطنت لاہور کو خوب رونق دی اکثر صوبہ
جات اپنے آباؤ اجداد پر قبضہ کیا۔ مگر شہاب الدین محمد غوری نے چوتھے حملے میں بعد اٹھائیس ۲۸ سال
کے فریب سے قابو میں لاکر ۵۸۲ھ میں لاہور بھی لے لیا۔ اب خاندان غزنی کا قصہ تمام ہوا۔
خسرو ملک ختم الملوک غزنویہ ہیں۔ ابتدائے ۳۶۷ھ لغایۃ ۵۸۲ھ دوسو پندرہ سال تک اٹھارہ
بادشاہانِ خاندانِ غزنی نے موطغرل سلطنت فرمائی اسکے بعد غوریوں کا دور دورہ شروع ہوا
غرضکہ جب سے سلطان الشہداء نے غزنی کو ترک فرمایا ایک نہ ایک فتور پڑتا رہا۔ آخر زوال آہی گیا
بعض ناواقف سلطان مسعود شہید کا نام تواریخ میں دیکھ کر سالار مسعود غازی جانتے ہیں یہ انکی
لاعلمی ہے وہ بادشاہِ غزنی تھے یہ خاصۂ رب العالمین ہیں انکی تو غزنی ہی میں صرف نو سال
بادشاہی رہی۔ یہاں سلطان الشہداء ایک عالم ظاہر و باطن کے شہنشاہ ہیں اسی واسطے
تواریخ سے تشریح کردی گئی تاکہ امتیاز رہے۔

سلطان الشہداء کا دہلی فتح فرمانا اور میرٹھ ہوکر قنوج جانا

لکھا ہے کہ اس زمانے میں رائے مہیپال دہلی کا بادشاہ تھا۔ لیکن اس دبدبے کا تھا کہ جب

سلطان محمود اور سالار ساہو نے لاہور کو دارالاسلام کیا تھا تو دہلی کو حوصلہ نہ ہوسکا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن بقولے
اگر پدر نتواند پسر تمام کند، سلطان الشہداء نے جب سیر کنانِ قریب دہلی قیام فرمایا ہے تو رائے مہیپال
نے اپنے لشکر سے مقابلہ کیا۔ دونوں لشکروں میں چند کوس کا فاصلہ تھا۔ دن بھر لڑائی ہوتی تھی شام
کو پڑاؤ پر جاتے تھے۔ اسی طرح ایک ماہ اور چند روز ہوگئے حضرت سلطان الشہداء نے خدا کی
بارگاہ میں فتح و دعا کی مدد مانگی بس فوراً ہرکاروں نے خبر دی کہ سلطان السلاطین بھی بختیار سالار
سیف الدین و میر اعزالدین عرف میر سید عرب و ملک دولت شاہ میاں رجب خواجہ احمد بن حسن
میمندی کی شرارت سے روزگار ترک کرکے غزنی سے بڑا لشکر جرار لے کر آئے ہیں اتنے میں سب سردار
آپہونچے سلطان الشہداء کے چہرۂ انور پر مسرت کے آثار نمودار ہوئے اور فوج مہیپال پر اداسی
چھا گئی۔ الغرض چالیسویں روز ہر دو لشکر میدان میں آئے اور سلطان الشہداء اشرف الملک
کے ساتھ خیمے کے باہر تشریف لائے۔ کچھ مشورہ کر رہے تھے کہ رائے گوپال ولد مہیپال نے
گھوڑا دوڑا کر حضرت پر گرز کا وار کیا۔ جس سے بینیٔ مبارک پر زخم آیا اور دو دندان مبارک شہید
ہوگئے۔ لیکن اشرف الملک نے شمشیر علم کرکے گوپال پر ماری اسی وقت جہنم میں پہونچ گیا اور
حضرت وہ زخم کاری کا خیال بھی نہیں لائے اور رومال باندھ کر فوراً میدان جنگ میں آگئے
زہے شجاعت تھے جواں مردی۔ اور کیوں نہ ہو آخر آلِ علی ہیں پھر تو بڑی گھنگھور لڑائی ہوئی۔ صفیں
کی صفیں لاشوں کی بچھ گئیں۔ کچھ اہل اسلام نے بھی شربت شہادت پیا اور کفار نے بھی کافی نقصان
اٹھایا دوسرے روز جب نقارۂ جنگ بجا اور جوانانِ بہادر آمادۂ جنگ ہوئے تو میر سید اعزالدین
فوج اسلام کے ہراول تھے کہ دفعتاً ایک تیر گلوئے مبارک پر پہونچا جس سے شہید ہوگئے انکی
شہادت کی خبر پاکر سلطان الشہداء نے بیقرار ہوکر گھوڑا دوڑایا اور پھر تو ہر طرف سے امراء نامدار
اور ترکانِ بہادر ایسے تڑپ کر بے تحاشا دشمن پر گرے کہ اس زبردست حملے کی وہ تاب نہ لا سکے
اور فرار ہوگئے۔ مگر رائے مہیپال اور رائے سری پال چند آدمیوں کے ساتھ کھڑے رہ گئے ہر چند
آدمیوں نے ان سے کہا کہ اگر زندگی باقی ہے تو پھر جنگ کریں گے اب چلو انہوں نے جواب
دیا کہ ہم میدان چھوڑ کر کہاں جائیں غرضکہ وہ دونوں بھی وہیں جہنم رسید ہوئے اور فتح عظیم ہوئی
تخت دہلی ہاتھ آیا سلطان الشہداء نے تخت پر رونق افروز ہوکر فرمایا کہ میں یہ جہاد تخت کی
خاطر نہیں کرتا ہوں۔ میرے اس راز سے خدا تعالیٰ خوب واقف ہے اور پھر تخت سے اتر کر
میر سید اعزالدین کو دہلی میں دفن کیا اور بلند روضہ بنوا دیا اور چند آدمی جاروب کشی اور روشنی
کیلئے معین فرمادیئے اور امیر بایزید جعفر کو تین ہزار سوار دیگر دہلی کی حکومت سپرد کی اور فرمایا کہ

پانچ چھ ہزار آدمی جدید یہاں ملازم رکھ لو اور اسکا خیال رہے کہ خلق خدا کی خدمت کیلئے آپ یہاں ہیں کسی کو آپ سے تکلیف نہ ہونے پائے یہاں چھ ماہ اور سولہ روز قیام کرکے میرٹھ کی طرف متوجہ ہوئے انکے کارنامے سن سن کر میرٹھ کے راجہ پر دہشت طاری تھی اس لئے ایلچیوں کے ہاتھ تحفے تحائف بھیجکر عرض کیا کہ ملک آپکا ہے اور بندہ مطیع و فرماں بردار ہے۔ نرم زبانی بڑی چیز ہے اسکا یہ اثر ہوا کہ حضرت نے راجہ پر کسی قسم کی مخالفت نہ کی اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواہ مخواہ بلا مخالفت کسی سے لڑائی نہیں ٹھانتے تھے دوسرے یہ کہ انکو ملک گیری کی ہوس نہ تھی تیسرے یہ کہ وہ صلح کن اور آشتی پسند تھے اور میرٹھ کے راجہ کے اس رویہ کیوجہ ایک یہ بھی ہے حسب تحریر ڈاکٹر نوہر کہ گیارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں برن کے راجہ ہردت نے میرٹھ فتح کرلیا تھا اور یہیں ایک مضبوط قلعہ بنایا تھا یہ ہردت ڈودر راجپوت وہی راجہ ہے جس نے برن (بلندشہر) پر حملے کے وقت محمود غزنوی کی اطاعت قبول کرلی تھی اور معہ دس ہزار ساتھیوں کے مذہب اسلام قبول کرلیا تھا ڈاکٹر نوہر بھی لکھتے ہیں کہ قطب الدین ایبک نے ۱۱۹۲ء میں سید سالار مسعود غازی کی یادگار میں ایک مقبرہ بنوا دیا تھا جو ابتک میرٹھ کے میدان میں موجود ہے اور وہاں بالے میاں کی نوچندی کا بڑا ہجوم ابتک ہوتا ہے اور یہی روایت ڈسٹرکٹ گزیٹیر میرٹھ میں بھی لکھی ہے ڈاکٹر نوہر نے یہ بھی لکھا ہے کہ میرٹھ کی جامع مسجد کو محمود غزنوی کے وزیر احمد بن حسن میمندی نے تیار کرایا تھا جسکا ۱۰۱۹ء ہے میرٹھ سے چل کر مرآت مسعودی میں درمیانی مقامات کو چھوڑ کر قنوج کا ذکر کیا ہے لیکن حیات مسعودی میں درمیانی مقامات کے واقعات حسب تحقیقات مؤلف موجود ہیں اس لئے ہم پیش کرتے ہیں۔ میرٹھ سے چل کر قنوج جانیکے لئے دریائے گنگا حائل ہے۔ گڈھ مکتیشر جو آجکل ہندوؤں کی تیرتھ کی مشہور جگہ ہے اور بڑا میلہ ہوتا ہے۔ یہاں سے دریا پار کرکے ضلع مرادآباد کی تحصیل حسن پور اور سنبھل ہوتے ہوئے ضلع بدایوں کے قصبہ جات گنور اور سہسوان سے گزر بدایوں آجاتا ہے اس راستے کے قریب ضلع مرادآباد میں کئی ایک مقامات سالارپور کے نام سے مشہور ہیں اور سنبھل کے قریب بنزے کا میلہ آج تک سید سالار مسعود غازی کی یادگار ہوتا ہے سنبھل جسکا پرانا نام سنبھلیشور تھا اور ہمیشہ سے شیوجی کی پوجا کا مرکز رہا ہے۔ غالباً سید سالار مسعود غازیؒ کی کوئی روک ٹوک راجہ سے نہیں ہوئی کہ اس زمانے میں سنبھل دہلی کے تومر راجاؤں کا ماتحت تھا اور

۱ یہاں سے چند حالات حیات مسعودی سے لئے گئے ہیں۔
۲ یہ بھی حضرت سید سالار کی یادگار ہیں۔ گنور۔ قصبہ دوندہ گڈھ۔ قصبہ ڈبائی۔

سید سالار مسعود غازی کو وہاں فتح ہوچکی تھی اور ملحقہ قصبہ ملک یعنی میرٹھ اور برن (بلندشہر) پر محمودی فتوحات کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ الغرض اس شاہراہ عام سے گزر کر قصبہ گنور پہونچے اس کا پرانا نام گمن پوری تھا۔ مگر ایک مسلمان بزرگ کے گنور واقع ملک ایران سے آنے اور یہاں پر رہنے کی یادگار میں گنور کہلایا اس قصبہ میں سالار یاری کے نام سے ایک محلہ ہے اور ایک بزرگ تاج الدین ترک کا یہاں مزار ہے جو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے ساتھیوں میں بتائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر نوہر یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید سالار مسعود غازی نے ۱۰۲۹ء میں دوندہ گڈھ موجودہ ڈبائی ضلع بلندشہر کے ڈھاکرہ راجپوتوں کو وہاں سے نکالا یہ جگہ قصبہ گنور کے محاذ میں دریائے گنگا کے دوسری طرف اور وہاں سے آٹھ دس میل کے فاصلے پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنور کو مستقر بنا کر یا تو سید سالار مسعود غازیؒ خود ڈبائی گئے یا اور کوئی مشن تبلیغی وہاں بھیجا۔ گنور سے چل کر شاہراہ عام پر قصبہ سہسوان آتا ہے جو ضلع بدایوں میں ہے یہ پرانی جگہ ہے۔ علاؤ الدین خلجی کی بنائی ہوئی مسجد یہاں موجود ہے اس راستہ پر ایک موضع سالار نگلہ ہے سہسوان کے قریب میں بھی سید سالار مسعود غازی کے ساتھیوں میں سے ایک صاحب کا مزار بتایا جاتا ہے۔ اب بدایوں پہونچے جسکا پرانا نام لوڈھا میوتا تھا۔ لکھن پور کے کتبے کے مطابق حضرت سید سالار موصوف کے زمانے میں ایک راٹھور خاندان کی راجدھانی تھی اس سے ۱۰۳۰ء میں خفیف جنگ ہوکر صلح ہوگئی تھی۔ بدایوں کے قریب موضع لکھن پور ایک خطیرہ میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی انگلی دفن ہے۔ خیر یہ بات تو قابل قیاس نہیں ہے۔ جنگ میں کسی کی انگلی کٹے اور اسکی بابت اس قدر کاوش کی جاوے کہ اسکو تلاش کرکے دفن کیا جاوے۔ اسلام کی کمزوری اور شریعت کی پابندی نہ ہونیکی وجہ سے کبھی بعض مرتبہ چڑھاوا لینے والے خدام یادگاری اس قسم کے ڈھونگ بنا لیتے ہیں مگر جگہ کا خیال کرتے ہوئے ممکن ہے کہ اس جگہ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کا قیام رہا ہو۔ یا راجہ بدایوں سے باہر اس خطیرہ کے قرب و جوار میں جنگ ہوئی ہو۔ مقامی روایت کے پرانے ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس موضع میں سید سالار موصوف کے نام سے تھوڑی سی جائداد بھی وقف ہے جس سے خطیرہ کے خدام فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہاں اسی زمانے میں سید سالار موصوف کی یادگار میں ایک میلہ کتکی ہوتا ہے جس زمانے میں بہرائچ میں ہوتا ہے ایک۔

۱ یادگار حضرت سالارؒ بدایوں

خیطرہ اس قسم کا اس راستے پر جو بدایوں سے قنوج کو جاتا ہے موضع گجوائی میں ہے یہاں بھی میلہ ہوتا ہے اسی فرخ آباد والی سڑک قصبہ اسیب کے قریب تحصیل داتا گنج ضلع بدایوں میں ایک موضع مسعود پورہ ہے۔ ہم ایک دن اپنی دھن میں وہاں جا پہونچے تو معلوم ہوا کہ پرانی جگہ ہے اور مسلمان بھی آباد ہیں دو چار معمر لوگوں سے دریافت کیا کہ اسکا نام مسعود پور کیوں ہے؟ جواب ملا کہ ہمارے بزرگ مسعود بادشاہ کے ساتھ آئے تھے انکا مزار ہے اور انکا میلہ بہرائچ میں بھی ہوتا ہے فوراً ہمارے دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ سید سالار مسعود غازیؒ کی یادگار ہے یہ جاہل لوگ ان کو بادشاہ بتاتے ہیں۔ کتاب باقیات الصالحات میں ایک دلچسپ نظم سید سالار مسعود غازیؒ کی شان میں لکھی ہے ناظرین کی تفنن کے لئے درج کی جاتی ہے۔

ز تاریخ پیشانیاں شد پدید — چناں حال مسعود غازی شہید
کہ از آل حیدر ز نسلِ شریف — فقیرِ مدینہ محمد حنیف
مجاہد فتا دفتا دفتا — قوی پنجہ از سر دے لافتا
سنش ایاز د تولد بتاب — وفاتش اتابک دگر پیچ و تاب
بشہر رجب بست و یک شد ظہور — چہار دہ آن گشت زور غیور
وطن غزنی و مولد اجمیر بود — ز مدفن بہ بہرائچ عزت فزود
خوشا بخت سالار ساہو پدر — کہ سالار مسعود باشد پسر
زہے اُم ستر معلےٰ اکنار — درود بر درد علوی نامدار
زہے خان محمود غزنی نژاد — کہ رحمت برد باد ہر بامداد

ایک مقامی روایت یہ بھی ہے کہ سہسوان اور گنور کے درمیان گنگا پار کر کے موجودہ ضلع علی گڈھ میں ایک سڑک دادوں ہوتی ہوئی علی گڈھ جاتی ہے اس سڑک کے قریب اور موضع بھیکم پور سے متصل ایک مزار سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے بتایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات یہاں شہید ہوئے بدایوں سے آگے چل کر اور گنگا پار کر کے موجودہ فرخ آباد کا ضلع شروع ہوتا ہے۔ یہاں سے نکلتے ہی شمالی ہند کی پرانی راجدھانی کمپل شہر جو اب اجڑا ہے اور یہاں دروپدی کے قصے مشہور ہیں ملتا ہے وہاں سے موجودہ قائم گنج فرخ آباد ہوتے ہوئے قنوج جا پہونچتے ہیں۔ سید سالار مسعود غازیؒ کے زمانے میں قنوج شمالی ہند کا پایہ تخت تھا اور اگرچہ راجہ جیپال کی شکست اور کمزوری کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے راجہ سر اٹھانے لگے تھے تاہم قنوج کو اپنا سردار اعلیٰ سمجھتے تھے اب سید سالار مسعود غازیؒ قنوج پہونچے اور لب

دریائے گنگ لشکر فروکش ہوا تو راجہ معہ اپنے لڑکے کے نذرانے کر آداب بجا لایا اور عرض کیا کہ ہم حضور کے غلام ہیں ہم پر حضرت سالار ساہو نے یہ احسان بڑا بھاری کیا تھا کہ ہماری سفارش سلطان محمود سے کر کے یہ ملک دلوایا تھا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی نے راجہ کی عزت کی اپنے پاس بٹھایا اور بہت تسلی دی اور اسپ و خلعت و جواہر گرانبہا دیئے اور فرمایا کہ رعایا کو خوش رکھو کسی کو شکایت کا موقعہ نہ دو اور غلہ ہمارے لشکر کیلئے فراہم کرو اور ہر طرح سے تسلی و تشفی کر کے رخصت کیا۔ صاحب حیات مسعودی جو بڑے محقق ہیں لکھتے ہیں[1] کہ قنوج کو مرکز قرار دے کر کئی ایک جگہ فوجی وفد تبلیغ کی غرض سے سید سالار مسعود غازیؒ نے ادھر ادھر روانہ کئے جنکے متعلق مقامی روایتیں علاوہ مرآت مسعودی کے دوسری کتب تواریخ میں ملتی ہیں۔ مثلاً نبی بختیار کو کانور بھیجا اور وہاں جا کر شہید ہو گئے یا میر اعزالدین لال پیر کو گوپامئو بھیجا۔ ملک فیصل کو بنارس اور اسکے اطراف میں بھیجا۔ امیر حسن کو مہوبہ ضلع ہمیرپور بھیجا۔ یہاں یہ واضح ہو کہ میر سید اعزالدین نامی دہلی میں شہید ہو چکے تھے۔ یہ سید عزیز الدین لال پیر دوسرے فوجی افسر تھے۔ ڈاکٹر فوہرر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب ۱۲۳۴ء میں سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں جو خواجہ تاج الدین حسین یہاں کے گورنر ہو کر آئے تو انہوں نے سید عزیز الدین لال پیر کا مقبرہ تعمیر کرایا اور بعد کو نواب محمد علی خاں والا جاہ صوبہ دار نے اسکی مرمت کرائی۔ ڈسٹرکٹ گزیٹر بنارس میں لکھا ہے کہ اس شہر کے ایک محلہ میں مسلمان سلطان محمود کے زمانے سے آباد ہیں۔ یہ مسلمان بنارس میں یقیناً حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ کا نتیجہ ہیں کہ ملک فیصل کو بنارس اور اسکے اطراف میں بھیجا تھا۔

قنوج سے ستر کھ تک راستے کے مقامات

سانڈی ضلع ہردوئی۔ بلگرام ضلع ہردوئی۔ بون ضلع ہردوئی۔ منڈیاداں امیٹھی ضلع لکھنؤ ملاواں ضلع ہردوئی کی بابت ڈسٹرکٹ گزٹیر میں لکھا ہے کہ یہ قصبہ عرصہ تک سید سالار مسعود غازی کی یادگار میں غازی پور کہلاتا تھا۔ مرآت مسعودی میں لکھا ہے کہ سید سالار موصوف قنوج سے ستر کھ دس روز میں پہونچے ستر کھ قنوج سے تخمیناً سوا سو میل ہوگا اس حساب سے دس پندرہ میل یومیہ کا سفر ہوگا۔ قنوج سے ستر کھ جانے کیلئے سیدھا راستہ بلگرام ملاواں سندیلہ۔ ضلع ہردوئی ملیح آباد اور بجنور امیٹھی ضلع لکھنؤ ہو کر ہے اس لئے ان روایتوں کا صحیح ہونا قرین قیاس ہے اس زمانے

[1] قنوج سے مختلف جگہ فوجی پارٹیاں بھیجی گئیں۔ (از حیات مسعودی)

میں شمالی ہند کی طرح سے یہاں اسلام اچھی طرح نہیں آیا تھا۔ کیونکہ محمود غزنوی قنوج اور باری تک گیا موجودہ باڑی ضلع سیتاپور سے آگے نہیں بڑھا اور احمد نیال تگین دو ایک سال بعد آیا اس لئے ان مقامات میں تبلیغ کی ضرورت تھی اور اسی لئے جگہ جگہ قومی مشن بھیجے گئے آجکل کے زمانے سے جبکہ دو ایک پادری دو ایک مولوی دو ایک پنڈت تنِ تنہا جاکر وعظ اور لیکچر دے آتے ہیں حالت جُداگانہ تھی اس غرض سے ہر ایک مبلغ کے ساتھ چھوٹا بڑا فوجی دستہ جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر پہلے کیا اب بھی ایک مرکزی مقام قائم کر کے آس پاس مشن روانہ کئے جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی کے زمانے سے لے کر ۱۲۰۰ھ تک شمالی ہند میں جگہ جگہ مسلمانوں کی بستیاں قائم ہوگئی تھیں۔ یہ بستیاں قائم کرنیوالے محمود غزنوی سید سالار مسعود غازی اور احمد نیال تگین کے ساتھیوں میں سے تھے۔ یہ حضرت جب ایک مقام سے دوسرے مقام کو روانہ ہوتے تھے تو کچھ موزوں لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے کیلئے پچھلے مقام پر چھوڑ دیتے تھے۔ یہ تعینات کیے ہوئے لوگ کہیں تو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ کر ایک عرصہ تک قائم رہے اور کسی جگہ اپنے سرداروں کے روانہ ہونے کے کچھ دن بعد ہی تباہ کر ڈالے گئے۔

ایک دن ستر کھ میں مظفر خاں نائب اجمیر کے بھیجے ہوئے قاصد میاں عبداللہ اس مضمون کی عرضداشت لے کر پہونچے کہ رائے دیندیال واجیپال اور اجمیر کے قرب و جوار کے راجاؤں نے بڑی سرکشی کر رکھی ہے اور دوست محمد سردارِ فوج کو قلعہ دھندگڈھ میں محصور کر لیا ہے اور چاروں طرف سے جوق در جوق فوجیں جمع ہوتی جاتی ہیں اس لئے استدعا ہے کہ امداد فرمائی جاوے۔ اِس پر اسی روز حضرت سید الشہداء نے حضرت ابراہیم بارہ ہزاری اور اپنے رشتہ داروں کو مع میر ہاشم و نجم الملک و عین الملک و سراج الملک و نظام الملک و نصر الملک و میاں رجب وغیرہ کو جمع کر کے مشورہ کیلئے دربار قائم کیا اور تمام حال اس عرضداشت کا سنایا اور سب سے مشورہ لے کر حکم دیا کہ سید ابراہیم میرے رشتہ دار بھی ہیں اور اجمیر کے گرد و نواح سے خوب واقف بھی ہیں جنگی لشکر لیکر وہاں تشریف لیجائیں اور ان تمام سرکش راجاؤں کی گوشمالی کر کے وہاں مسندِ حکومت پر رونق افروز ہوں اور شریعتِ محمدی کا رواج دیں۔ حسب الحکم سید ابراہیم صاحب بارہ ہزاری بارہ ہزار فوج مسلح اور سید بدیع الدین اور سید محمود و صمد و سید حمید کو ہمراہ لے کر اجمیر و دھندگڈھ روانہ ہوئے۔

قصیدہ

نشاں ستر کھ سے لہراتا ہوا بارہ ہزاری کا
چلا ہے دھندگڈھ کو قافلہ بارہ ہزاری کا

ملا جو راہ میں مشرک اُسے دوزخ میں پہونچایا
بچا وہ جس نے کلمہ پڑھ لیا بارہ ہزاری کا
کیا علم و جہادی فن میں جب مسعود کو یکتا
تو اس کے فیض سے منصب ملا بارہ ہزاری کا
بنا دیتا ہے کامل ناقصوں کو اک اشارے میں
نگاہِ مرحمت سے دیکھنا بارہ ہزاری کا
وہ فرماتے ہیں اکبرؔ جا مرے تا میذ زندہ ہیں
تو بہرائچ سے صدقہ مانگ لا بارہ ہزاری کا

چلتے چلتے اثنائے راہ میں بمقام جلیسر[1] مخالف نے بیس ہزار فوج سے راستہ روکا۔ حضرتِ سید ابراہیم نے اپنے مسلح لشکر سے مقابلہ کیا۔ ان شیر دل بہادر مجاہدین نے مخالفین لشکر کو میدان میں لومڑیوں کی طرح آگے دھر لیا۔ کچھ تو جہنم رسید ہوئے اور کچھ بھاگ گئے اور لشکر اسلام کے چند سوار شہید ہوئے اور چند زخمی ہوئے اور میاں عزیز الدین حنا بھی شہید ہوگئے انکو جلیسر میں دفن کیا اور ایک خط امیر بایزید جعفر مقیم دہلی کو بغرض مدد سید صاحب نے لکھا۔ امیر موصوف نے دو ہزار سوار مسلح سید ابراہیم بارہ ہزاری کے پاس روانہ کر دیئے۔ سید ابراہیم صاحب نے وہاں سے کوچ کیا اور راستے میں دو ہزار سوار مسلح مل گئے۔ دھندگڈھ کے قریب پہونچکر مظفر خاں نائب اجمیر کو اپنی آمد سے آگاہ کیا اور دھندگڈھ کے قریب لشکر فروکش کیا اور خود عبادت الٰہی میں رات بھر مشغول رہے اگلے دن صبح کو بہادروں کی فوجیں مسلح کر کے مقابلے کو روانہ ہوئے وہاں مخالفین کی دو لاکھ فوج قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے پڑی تھی دفعتہً بہادران اسلام کے لشکر نے فوج مخالفین پر حملہ کیا شام تک گھمسان لڑائی رہی گھوڑوں کی ٹاپوں اور بہادروں کی ہاہو نے قیامت برپا کر دی ایک دوسرے کی شناخت نہ ہو سکی۔ بہت سے دشمنوں نے دوزخ بھرا اور بہت سے فرار ہوگئے شکست فاش ہوئی حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری قلعہ کے اندر تشریف لے گئے اور شیخ دوست محمد سے جو محصور تھے ملاقات کی انکے تمام ملازمین کی تسلی و تشفی فرمائی اور دو رکعت نماز رب العزت کے شکرانے میں ادا کی اور ایک ہفتہ قلعہ میں قیام فرمایا اور تمام قلعہ کو توڑ پھوڑ کر برباد کر دیا اسکے بعد دیندیال فراری معہ فرار شدہ فوج کے پھر دوبارہ مقابلہ پر آموجود ہوا سید صاحب نے آگے بڑھ کر فوج پر پیش قدمی فرمائی اور مشرق کی طرف میدان میں ایک تالاب جو وہاں تھا اُسے بیچ میں دیکر فوجیں آراستہ کیں اور مقابل ہوئے اور رات دن میں اس زور شور سے جنگ عظیم ہوئی کہ گویا قیامت برپا ہو گئی دو ہزار بہادران اسلام نے خلد بریں میں جاکر شراباً طہورا کے جام نوش فرمائے۔ اور دس ہزار مخالف معہ دیندیال کے فی النّار والسّقر ہوئے اور

[1] جلیسر پہونچکر عند التحقیقات معلوم ہوا کہ انکا مزار پاک بالائے قلعہ متصل تحصیل جلیسر ہے۔

باقی ماندہ دشمن فرار ہو کر تیج پال عرف تیج سنگھ برادر دیندیال کے قلعہ خام میں داخل ہو گئے
قلعہ کے برجوں پر توپیں نصب کر دیں اور مستعد جنگ ہوئے۔ اِدھر جناب سیّد ابراہیم
میدانِ جنگ سے ان کا پیچھا کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور تین دن تک آب و دانہ بند
اور یہ سب حالات بدمعاشوں کی سرکشی اور بہادر فوجوں کی مردانگی کے لکھ کر حضرت
سلطان الشہداء کے حضور میں روانہ فرمادئے چوتھے دن صبح کو سب کا سرغنہ تیج پال ہمراہ
فوج کے ساتھ قلعہ سے نکل کر پھر آمادۂ جنگ ہوا اور دوپہر تک ایسی تلوار چلی اور تیروں کی
بارش ہوئی کہ دس ہزار لشکرِ اسلام میں سے شہید ہو گئے اور کل دشمن جہنم رسید ہوئے مگر راجہ
تیجپال معہ چند ہزار فوج کے بھاگ گیا۔ اس جنگ میں سید محمود اور بدیع الدین نے بھی معہ
چند رفقاء کے شربتِ شہادت نوش فرمایا جو صاحب جہاں شہید ہوئے وہیں دفن کئے گئے
قلعہ کے چاروں طرف مزار ہی مزار تھے مجاہد غازیوں نے تمام اس قلعہ کو برباد کر دیا اور قلعہ
کے غرب میں تالاب پر باقی ماندہ اہل اسلام نے اپنے ڈیرے نصب کئے اور میر سرور اس
تالاب کا نام رکھا اور ایک دمدمہ تالاب پر بنا کر خیمہ بطور عبادت خانہ حضرت کیلئے نصب کیا
حضرت نے فرمایا اس دمدمہ سے مجھے بوئے محبت آتی ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس جگہ اپنے
رہنے کیلئے مکان بناؤں۔ یہ فرما کر عبادت معبود حقیقی میں مشغول ہو گئے اور فرمایا کہ ہمارے ڈیرہ
میں کوئی نہ آنے پائے۔ آج ہم عبادت حقیقی میں مصروف ہیں اور سب فوج اسلام آرام کرے
وہ رات کا وقت غنیمت سمجھ کر رائے تیجپال فراری معہ ایک ہزار فوج کے آ موجود ہوا اور
شبخون مارا۔ اور رائے کرن پال برادر تیجپال مردود نے عین سجدۂ معبود میں حضرت کو معہ برادر حقیقی
اسمٰعیل کے ۴۲۰ھ سترہ شوال کو شہید کر دیا

قطعہ تاریخ شہادت حضرت سیّد ابراہیم صاحب بارہ ہزاری رحمۃ اللہ علیہ شہید اکبر

براہیم بارہ ہزاری بزرگ — ہیں اُستادِ مسعود غازیؒ میاں
زبردست تھی ان کی اکبر جہاد — شہادت کا سن لکھ شہید کلاں
۴۲۰ھ

منقبت

بیاں کیا ہو شہید باصفا بارہ ہزاری کا — کروڑوں میں ہے یکتا مرتبہ بارہ ہزاری

شرابِ معرفت کے پینے والو آؤ ریواڑی — لٹیں گے خم کھلا ہے میکدہ بارہ ہزاری کا
کیا میکش مجھے اس زندۂ جاوید ساقی نے — کھاپی پی، پیالہ پی لیا بارہ ہزاری کا
ہزاروں آرزوئیں سیکڑوں اُمیدیں بر آئیں — اُٹھا جس کیلئے دستِ دعا بارہ ہزاری کا
خدا کی رحمتوں کے اس مکاں میں پھول برسینگے — ہوا کرتا ہے جس میں تذکرہ بارہ ہزاری کا
اِدھر بارہ ہزار اور اسطرف دو لاکھ کا مجمع — الوالعزمی میں دیکھو حوصلا بارہ ہزاری کا
ہوئے فی النار کچھ اور کچھ فرار اس قلعہ میں آخر — نزولِ لشکر فاتح ہوا بارہ ہزاری کا
جہادی شان تو دیکھو کہ حوض میر سرور پر — قیامت تک کو جھنڈا گڑ گیا بارہ ہزاری کا
شہید و حافظ و غازی و سید چار رتبوں سے — بنا تبلیغ میں جو منزلہ بارہ ہزاری کا
نباہی سیّد اسمٰعیل نے بھائی سے خوب اُلفت — شہادت میں بھی انکا ساتھ تھا بارہ ہزاری کا
الٰہی اخترِ اقبال ہو اقبال کا تاباں — تصدق مصطفےٰ کا واسطہ بارہ ہزاری کا

شہید اکبر و سیّد یہ ابراہیم غازی ہیں
ہو اکبرؔ کیوں نہ اعلیٰ مرتبہ بارہ ہزاری کا

اُسی وقت تمام فوج میں واویلا مچ گئی اور فوجوں نے مسلح ہو کر حضرت کے قاتل کو مع اسکے ہمراہیوں کے قتل کر دیا اور میاں علاؤ الدین معہ چند سواروں کے شہید ہو گئے اور وہ مردود تیجپال سنگھ بھاگ گیا۔ حضرت حمید الدین خالہ زاد بھائی حضرت مغفور کے اور شیخ دوست محمد نانا حضرت کے اور چند سواروں نے جو باقی رہ گئے تھے تجہیز و تکفین کی اور چند جاسوسوں کو رائے تیجپال کی تلاش کے لئے مقرر کیا۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ رائے تیجپال موضع تجارہ میں روپوش ہے۔ یہاں سے حضرت حمید الدین اور دوست محمد معہ باقیماندہ سواروں کے موضع کے قریب پہونچے اور محاصرہ کر لیا۔ موضع کے آدمیوں نے مقابلہ کیا مگر سیّد حمید الدین اور دوست محمد نے موضع کو لوٹ مار کر کے رائے تیجپال کو گرفتار کر لیا۔ اس لڑائی میں سیّد حمید الدین کے حلقوم پر تیر آہنی لگا۔ جس سے زخم کاری آیا اور چار سوار وہاں شہید ہو گئے۔ شیخ دوست محمد سیّد حمید الدین زخمی کو لے کر مع تیجپال گرفتار شدہ کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں سیّد حمید الدین کا انتقال ہو گیا اور وہیں کوٹ میں جو اب کوٹ قاسم کے نام سے مشہور ہے دفن کئے گئے شیخ دوست محمد غمگین ہوئے اور وہاں سے معہ باقی سواران و رائے تیجپال کے حضرت شہید اکبر بارہ ہزاری کے آستانہ پر پہونچے اور چاہا کہ رائے تیجپال کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کریں مگر نامبردہ نے اُسیوقت اسلام قبول کر لیا اب تو شیخ صاحب کو تامل ہوا اور مزار مقدس پر مراقبہ

کیا۔ یہ اسواسطے کہ جو حکم ہوا اسکی تعمیل کی جائے۔ اُسوقت مراقبہ میں یہی معلوم ہوا کہ ہمارا خدا کی راہ میں جان دینے سے یہی مقصد تھا کہ دینِ محمدی کی ترقی ہو۔ پس اس کی جان بخشی کرکے اسلام میں داخل کرلو۔ شیخ صاحب نے اسکو مسلمان کیا اور جلال خاں خانہ زاد نام رکھا اس کے بعد جلال خاں نے اپنا نکاح کیا اور اس ضلع کی زمینداری پر قائم رہا۔

شیخ دوست محمد نے مع بیوی فاطمہ بنت خود و والدۂ سیّد ابراہیم بارہ ہزاری کے اپنی سکونت وہیں مزار انور پر اختیار کی۔ اور اس واقعہ جانکاہ کے مفصل حالات لفافہ میں بند کرکے حضرت سلطان الشہداء کے حضور میں سترکھ روانہ کئے۔ اسوقت حضرت سلطان الشہداء عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔ اور زار زار رو رہے تھے۔ تمام سرداران فوج حضرت کا یہ حال دیکھ حیرت میں تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اُسی وقت یہ لفافہ پہونچتا ہے حضرت تمام سرداران فوج سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ اس عرضداشت میں خیر معلوم نہیں ہوتی کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت سیّد ابراہیم صاحب ایک تخت پر بیٹھے ہیں اور میرا انتظار دیکھ رہے ہیں پس جسوقت وہ لفافہ کھولا اور پڑھا تو مفصل حال شہادت کا معلوم ہوا۔ تمام حاضرین کو سخت صدمہ ہوا اور سلطان الشہداء نے صبر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

ریواڑی ایک نام سیّد ابراہیم صاحب کے دو بزرگوں کے مزار ایک جلیسر میں اور ایک ریواڑی میں ہیں جلیسر والے تو اپنے حضرت سیّد ابراہیم صاحب کو حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بتاتے ہیں اور ریواڑی والے اپنے حضرت سیّد ابراہیم صاحب کو حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ کے استاد بتاتے ہیں اسلئے اس امر کی تحقیق کرنے کو اور اس اختلاف کو دفع کرنے کے لئے مولوی اقبال احمد صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و صاحب پریسیڈنٹ درگاہ شریف بہرائچ نے مجھ مؤلف کتاب ہذا کو دونوں جگہ روانہ فرمایا کہ تحقیق ہو جائے کہ صحیح استاد کہاں ہیں۔ ناچیز پہلے تو سیدھا ریواڑی ضلع گوڑگانواں پہونچا۔ ۱۹ مارچ ۲۷ء کو وہاں جاکر دیکھا کہ شہر ریواڑی کے وسط میں آپکا مزار مقدس ہے۔ بڑا احاطہ ہے۔ اندر جنوب کی طرف ایک مسجد ہے اور صحن ہے پھر اندر جاکر دوسرے حرم میں ایک خطیرہ اور اس میں تین مزار ہیں۔ اول غرب میں آپکا دوسرا آپکے بھائی اسمٰعیل شہید کا۔ تیسرا مشرق کی طرف آپکی والدہ بی بی فاطمہ کا مزار انور ہے اور غربی دیوار میں باہر کی طرف جہاں آپکے والد ماجد حضرت سیّد ابو صالح کا مزار چھوٹا سا بنا ہوا ہے سیّد بدیع الدین صاحب سیّد بڈھے صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ کربلا ریواڑی کے قریب مزار مبارک ہے اور میاں علیم الدین صاحب شہید کا محلہ قاضی باڑہ میں مزار متبرک ہے اور سیّد محمود محمد کا پرانی ریواڑی دہلی کی سڑک پر مزار مقدس ہے اور سیّد علاؤ الدین صاحب کا پس پشت مزار حضرت سید ابراہیم صاحب بارہ ہزاری مزار اقدس ہے انکے خالہ زاد بھائی حضرت سیّد حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو جنگ تجارہ سے زخمی ہوکر ریواڑی آرہے تھے۔ راستہ میں بمقام کوٹ قاسم وصال

پھر سترکھ سے جگہ جگہ وفد بھیجے گئے۔ تاکہ مذہب اسلام کی اشاعت ہو۔ ان جگہوں میں ضلع لکھنؤ اور بارہ بنکی کے کئی مقامات میں شلاً قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ میں ملک عنبر امیٹھی میں ملک یوسف اور منڈیاوان میں آدم کا شہید ہونا اور مدفون ہونا بتایا جاتا ہے۔ الغرض سترکھ ضلع بارہ بنکی بہت بڑی جگہ ہندوؤں کی تیرتھ کی تھی۔ ایک مقامی روایت یہ ہے کہ یہاں رام جی اور لچھمن جی نے تعلیم پائی اور سات رشی کا یہاں استھان تھا۔ اسوجہ سے اُس جگہ کا نام ست رشی مشہور ہوا۔ پھر رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے سترکھ ہوگیا اور ڈسٹرکٹ گزیٹیر ستر کھ کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ یہاں سورشی لوگوں کے استھان تھے۔ بابا سورش منی رہتے تھے دستور کھ بقول مرات مسعودی جب سیّد سالار مسعود غازی سترکھ میں آئے تو انکی عمر قریب ۱۸ سال کے تھی۔ یا یوں کہیئے ۴۲۲ھ یا ۴۲۳ھ میں یہاں آئے یہاں پر شکار خوب تھا سیّد سالار مسعود غازی چند روز

بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٤: ہوگیا۔ وہیں دفن کئے گئے یہ کوٹ قاسم آجکل علاقہ ریاست جے پور میں ریواڑی سے ۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ اسی طرف شہر ریواڑی میں کوٹ دروازہ کہلاتا ہے۔ مرات مسعودی میں موضع کوٹ لکھا ہوا ہے اور قلعہ دھندگڈھ ریواڑی کے غرب وجنوب میں ۱۵۔ ۱۶ میل کے فاصلے پر ہے اس میں آجکل جاٹ اور اہیر رہتے ہیں۔ اور قصبہ تجارہ آج کل الور کی ریاست میں ریواڑی سے ۱۵ کوس کے فاصلے پر گوشۂ مشرق وجنوب میں ہے۔ ریواڑی جہاں جنگ میں پہلے تالاب سیرسر درتھا وہاں اب آبادی ریواڑی ہے اور اسکا نام محلہ رام سر ہوگیا ہے۔ درگاہ کے مصارف کے لئے ایک موضع کان مزرعہ تحصیل ریواڑی میں جس کی آمدنی ۳۷۰ روپیہ سالانہ ہے وقف ہے۔ عالم شاہ بادشاہ نے ۱۴ ارخرم سنہ ۲ علی جلوس شاہی میں وقف کیا۔ اس کا وقف نامہ یعنی سندِ وقف عالم شاہی مہر سے مزین منشی محمد نعیم الدین صاحب عرضی نویس خادم درگاہ نے مجھے دکھلائی اور قاضی محمد اسمٰعیل صاحب وممبر سیکریٹری ڈاکٹر و قاضی اسلام الدین صاحب خادم درگاہ ریواڑی کو خدا جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس تحقیقات میں امداد فرمائی ایک مقامی روایت یہ ہے کہ اُدھر کے تمام میواتی قوم کے لوگ بجائے خدا کی قسم کے سالار کی سوگند کہتے ہیں اور ان کے یہاں سیّد سالار کی فاتحہ کے بڑے اہتمام ہوتے ہیں اور جس قدر یہ میواتی ہیں اُسی وقت کے مسلمان شدہ ہیں یہ سب رائے تیجپال جو مسلمان ہوگیا تھا اور جلال خاں خانہ زاد نام تھا اس کی اولاد ہیں۔ درگاہ شریف کے دروازے پر جلی حرفوں میں وہ قطعہ تاریخ جو مرات مسعودی کے آخر صفحہ پر لکھا ہوا ہے موجود ہے وہ یہ ہے۔

قطعۂ

منصبِ بارہ ہزاری یافت از محمود شاہ	سیّد ابراہیم از بہرِ جہادِ کافریں!
خیرِ شہید از دستِ کافر وقت شب سالِ وفات	از رفیق ایں گفت ہاتف جاں فدائے ایں یقیں

۴۲۰ھ

تک شکار میں مصروف رہے ایک روز کڑامانک پور راجہ کی طرف سے پیغام آیا کہ یہاں ابتک مسلمانوں نے قدم نہیں رکھا ہے۔ ستر کھ تمہارے رہنے کے قابل نہیں ہے۔ تم یہاں سے چلے جاؤ ہمارے یہاں فوج بہت ہے اور بہرائچ کی طرف کے راجگان کے پاس بہت ہے ورنہ تم کو دقت پیش آئیگی۔ سیّد سالار مسعود غازی نے کہلا بھیجا کہ خدا جسکو ملک دیتا ہے اسکو ملتا ہے۔ میرا ارادہ یہاں تبلیغ اسلام کرنے کا ہے۔ اگر تمہارا ارادہ لڑنے کا ہو تو دیر نہ کرو۔ دریافت کرنے پر ایلچی سے معلوم ہوا کہ کڑا کے راجہ کا نام دیوترائن اور مانکپور کے راجہ کا نام کھوج پتر ہے۔ جب ان دونوں راجاؤں کا کام دھمکی سے نہ چلا تو انہوں نے یہ چال چلی کہ ایک نائی کو سیّد سالار مسعود غازی کے پاس بھیجا کہ زہر آلود ناخن تراش سے ناخن کاٹے۔ تاکہ زہر کے اثر سے سیّد سالار مسعود غازی کا خاتمہ ہو جائے۔ سیّد سالار موصوف پر زہر کا اثر ہوا مگر وہ علاج سے اچھے ہوگئے اور یہ ترکیب بھی ناکامیاب رہی۔ سیّد سالار نے کاہیلر میں اپنے والدین کو اس واقعہ کی اطلاع دی جب بی بی ستر معلی نے سنا تو انکو صدمہ ہوا اور اس درجہ پریشانی ہوئی کہ جسکی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئیں اور بالآخر وہیں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵۔ پھر ریواڑی سے چل کر دہلی۔ ہاتھرس ہوتا ہوا جلیسر روڈ ریل سے اتر کر لاری میں جلیسر پہونچکر حافظ کلیم اللہ خاں صاحب ممبر کمیٹی درگاہ شریف کے یہاں سامان رکھا اور ان کے ساتھ مزارات پر حاضری دی معلوم ہوا کہ دہاں حضرت سیّد ابراہیم صاحب شہیدی سبز داری رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پاک ہے مگر اس مقام پر آپکا سر اقدس دفن ہے باقی جسم اطہر باکسی اور گاؤں میں مدفون ہے۔ اسیوجہ سے پہلے اس قصبہ کا نام جلوہ سر تھا کثرتِ استعمال سے جلیسر ہوگیا ہے اور آپکی شہادت سنہ ۶۹۷ھ میں ہوئی ہے اور سیّد ابراہیم صاحب بارہ ہزاری کی شہادت سنہ ۴۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ ۲۷۷ سال کا فرق ہے دوسرے بقول مرات مسعودی سیّد ابراہیم صاحب بارہ ہزاری کا ریواڑی میں شہادت پاکر دفن ہونا اور انکے ہمراہیوں کے واقعات مثلاً سیّد حمیدالدین صاحب کا تجارہ سے مجروح چل کر بمقام کوٹ قاسم راہ میں وصال ہوکر مدفون ہونا۔ اور قلعہ دھندگڈھ کا اور دیگر مزارات کا آس پاس ہونا ثابت کررہا ہے کہ سیّد ابراہیم صاحب بارہ ہزاری رحمتہ اللہ علیہ یہی ہیں جو حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے استاد ہیں انکا یہیں ریواڑی میں مزار مقدس ہے اور یہی ہیں جو میر سردر کے تالاب پر جو موجودہ زمانے میں محلہ رام سرور ہوگیا ہے۔ مدفون ہیں۔ اسکے بعد ایک رسالہ روداد عل صاحب موصوف نے دیا اور فرمایا کہ اسکے باقی حالات دوسرے رسالوں میں ہیں جو محمد صمد نور خانصاحب یوسفی بی۔ اے کلاس کے پاس ملیں گے وہ امین و ناظم مسلم لیگ پارٹی ہیں اور ایٹہ میں وکالت کرتے ہیں پھر وہاں سے ایٹہ جاکر ان سے دو رسالے اور لئے ان تینوں میں جو حال کے تصنیف شدہ ہیں کسی خاص غرض سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سیّد سالار مسعود قلندری کے یہ استاد ہیں۔ ورنہ اور کوئی تحریری کہنہ ثبوت نہیں ہے

قطعہ تاریخ انتقال حضرت بی بی ستر معلّیٰ رحمتہ اللہ علیہا

جب بلے میاں کی ماں سے غم میں — رو رو کے ہوئی اجل قدم بوس
ہاتف نے کہا کہ سال رحلت — اکبرؔ یہ لکھو، ہزار افسوس

پس حضرت سالار ساہو کاہیلر سے پریشان ہوکر اپنے اکلوتے بیٹے حضرت سالار مسعود غازیؒ کے پاس تشریف لے آئے اور اپنے بیٹے سے دل بہلایا ایک گونہ اطمینان ہوا ایک دن سالار ساہو اور سیّد سالار مسعود غازیؒ جنگل میں شکار کو گئے تھے سالار ساہو تو بغرض نماز ظہر قیام گاہ پر آگئے اور سیّد سالار نے دیکھا کہ ایک بڑا زبردست شیر درخت کے نیچے غافل بیٹھا ہے۔ سلطان الشہداء نے اپنا تیز گھوڑا ادھر دوڑایا جب نگاہیں چار ہوئیں شیر غرّا کر اٹھا اور چاہتا ہی تھا کہ حملہ کرے بس فوراً ہی اس شیر خدا کے شیر نے شمشیر حیدری اس پر ایسی چلائی کہ شیر کٹ کر زمین پر گرا۔ اور غل مچ گیا۔ سالار ساہو سنتے ہی آگئے اور فرزند کے گرد پھیر پھیر کر قربان ہونے لگے پھر ڈیرے پر آکر خوب خیرات کی۔ صدقے دیئے۔ غریبوں فقیروں کو نہال کیا پھر سیّد سالار مسعود غازیؒ نے سالار سیف الدین کو جو انکے چچا تھے۔ بہرائچ کیطرف بھیجا۔ اسکے بعد راجگان کڑا مانکپور نے لڑائی کی تیاریاں شروع کردیں۔ اور انکا پتہ یوں چلا کہ انکے قاصد بہرائچ جاتے ہوئے دریائے سرجو پر راستے میں پکڑے گئے اور ان کے پاس اس مطلب کے خطوط ملے کہ ایک طرف سے راجگان نواح بہرائچ اور دوسری طرف سے راجگان کڑا مانک پور سیّد سالار مسعود غازی پر حملہ کردیں۔ چنانچہ آپس میں اس مصیبت کے دور کرنے کا مشورہ ہوا اور صلاح قرار پائی کہ سالار ساہو کڑا مانک پور پر حملہ کردیں۔ سالار ساہو کڑا مانک پور کی طرف گئے [1]

[1] ملک فیروز شاہ نے کہ دریائے سرجو پر بغرض نگرانی تعینات کئے گئے تھے، تین جاسوس گرفتار کرکے ستر کھ روانہ کئے۔ جن کے پاس رایان کڑا مانک پور کی تحریر تھی۔ بنام رایان نواح بہرائچ کہ ادھر سے ہم اور ادھر سے تم حملہ کرکے مسلمانوں کو نکال دیں وہاں یہ تینوں پہچانے گئے اُن میں دو برہمن جو پُر سحر زمین لائے تھے اور ایک حجام جو پُر زہر ناخن گیر لایا تھا۔ سالار ساہو نے حکم دیا کہ تینوں قتل کئے جائیں تو سلطان الشہداء نے سفارش کی کہ ان کے قتل سے کیا فائدہ ہے۔ رہا کئے جائیں۔ سالار ساہو نے کہا کہ خیر ان دو برہمنوں کو رہا کردیں اور حجام کو قتل کیا جائے چنانچہ وہ حجام قتل کیا گیا۔

اور لڑائی میں کامیاب ہوئے اور دونوں راجاؤں کو گرفتار کرکے ستر کھ روانہ کر دیا کہ قید کر دیا جائے۔ یہاں سلطان الشہداء نے دونوں کو بہرائچ سالار سیف الدین کے پاس بھیجدیا جب مخالفین بہرائچ کو راجگان کڑا مانکپور کا قید ہو کر آنا معلوم ہوا تو انکی اعانت کے لئے مستعد ہو گئے اور سب نے سالار سیف الدین کو آ کر گھیر لیا تب سالار سیف الدین نے سید سالار مسعود غازی سے امداد چاہی۔

کثیر سالار ساہو ملک عبد اللہ راجو کو کڑا میں اور ملک قطب حیدر کو مانک پور میں حکومت تبلیغ کیلئے چھوڑ کر خود ستر کھ واپس آئے۔ ان دونوں جگہوں پر بھی مقامی روایتیں ہیں وہ یہ کہ دونوں ساتھیوں کے مزارات قصبہ کڑا میں موجود ہیں۔ ان میں ایک سید سالار مسعود غازی کے دو ساتھیوں کے مزارات قصبہ کڑا میں موجود ہیں۔ ان میں ایک بزرگ کا نام حاجی جمال تھا۔ مانکپور میں ایک مقامی روایت ہے سید سالار مسعود غازی کی شہادت کے بعد یہاں کے راجہ نے جو بھر قوم کا تھا سید سالار کے ساتھی ملک امام الدین کے ساتھ گستاخی کرنا چاہی تو ان کی دعا سے زمین شق ہو گئی اور ملک امام الدین اور ان کی لڑکی اسکے اندر سما گئے اور اس وقت سے لوگ اس قبر کی بڑی عزت کرتے ہیں اور تل اور روئی چڑھاتے ہیں اور عبد اللہ خاں صاحب علوی نے اپنی تاریخ کڑا مانک پور میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس مزار کی مرمت کیقبد بادشاہِ دہلی نے کرائی۔ مبالغہ اور افسانے کو چھوڑ کر یہ ممکن ہے کہ سید سالار مسعود غازیؒ کی شہادت کے بعد وہ ساتھی جو اطراف میں تعینات کئے گئے تھے شہید کر دیئے گئے تھے۔ بقول ڈسٹرکٹ گزٹیر رائے بریلی کے سالار ساہو نے بالمئو ضلع رائے بریلی پر حملہ کیا اور اس کو فتح کرکے ملک عبد اللہ کی ماتحتی میں دیا۔ یقیناً کڑا مانکپور سے واپسی پر وہ اس طرف تشریف لائے ہوں گے۔ بعد ستر کھ سے تبلیغی دفعہ دیگر مقامات کو بھی بھیجے گئے مثلاً دیوہ[1]۔ ایکولی۔ صبیحہ۔ مہند۔ ضلع بارہ بنکی کہ جنکی بابت مقامی روایتیں ضلع بارہ بنکی کے ڈسٹرکٹ گزٹیر نے درج کی ہیں۔ اس زمانہ میں اس طرف چھوٹے چھوٹے بھر قوم راجے تھے یہ قنوج کے ماتحت تھے سید سالار مسعود غازیؒ انہیں اطراف میں تھے اور تبلیغ کے سلسلے میں انہوں نے تلوار اٹھانے میں پیشقدمی نہیں کی بلکہ جب اس تبلیغ کو دھمکی یا لڑائی کے ذریعہ روکا گیا تو مدافعانہ طور پر سید صاحب موصوف نے اور ان کے ساتھیوں نے حملے کئے۔ اب سالار سیف الدین نے جو بہرائچ بھیجے گئے تھے سید سالار مسعود غازیؒ کو اطلاع دی

[1] دیوہ شریف میں جانب شمال و غرب دو شہداء کے مزارات ہیں جو آپ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔

یہاں جنگل ہی جنگل ہے۔ رسد نہیں ملتی کھانے کے لئے غلہ بھیجئے اس پر سید سالار مسعود غازیؒ نے مقامی چودھریوں کو جمع کیا جن میں سد معور ضلع بارہ بنکی اور امیٹھی ضلع لکھنؤ کے چودھری بھی شامل تھے ان سے غلہ طلب کیا اور انکی تسلی و تشفی کی۔ اوّل غلہ کی قیمت ادا کی اور بعد کو اُن سے غلہ لیا۔ اگرچہ چودھریوں نے اصرار کیا کہ وہ قیمت بعد کو لے لیں گے۔ سید سالار مسعود غازی کا یہ برتاؤ دور اندیشی پر ہی مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس سے انکی ایمان داری اور انصاف کا پتہ چلتا ہے۔ لوٹ مار کی غرض ہوتی تو یقیناً بلا قیمت ادا کئے ہوئے بہت سا غلہ فراہم ہو جاتا۔ الغرض اسکے کچھ دن کے بعد سالار سیف الدین کا پیغام آیا کہ یہاں زمینداروں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے آپ ہماری مدد کیجئے۔ اب سید سالار مسعود غازیؒ کو بجز اسکے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خود بہرائچ جائیں۔ سالار ساہو سے اجازت چاہی۔ انہوں نے بوجہ پیری اور محبت کے پس و پیش کیا۔ اس پر سید سالار مسعود غازی نے وعدہ کیا کہ وہ چند روز بہرائچ رہ کر اور مخالفین کو زیر کر واپس آجائیں گے۔ یہ کون جانتا تھا کہ یہ وعدہ پورا نہ ہو سکیگا۔ کہ وہ کس خیال میں تھے اور فلک کس خیال میں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہرائچ میں مستقل قیام کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ الغرض شعبان ۴۲۳ھ اور جولائی ۱۰۳۲ء میں جب انکی عمر اٹھارہ سال کی تھی وہ بہرائچ کو روانہ ہو گئے بہرائچ میں اس زمانے میں جنگل ہی جنگل تھا۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خود مختار راجے تھے۔ اگرچہ وہ برائے نام قنوج کے ماتحت تھے ضلع بہرائچ کے قریب ۱۹۰۷ء میں ایک کتبہ برآمد ہوا جو اب لکھنؤ کے عجائب گھر میں موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوج کے راجہ چندر دیو گھدوال نے ان اطراف کے چھ گاؤں برہمنوں کو دیئے اس سے قنوج کی ماتحتی ثابت ہے۔ مگر یہ ماتحتی ایسی ہی تھی کہ سید سالار مسعود غازی کے ساتھ راجہ قنوج کے اچھے برتاؤ کے باوجود ان ماتحت راجاؤں کو جنگ سے نہ روک سکا یا اس نے روکنا نہ چاہا۔ اس وقت بہرائچ کی یہ حالت تھی کہ وہ بھر قوم کی بستی تھی جس کے نام پر بہرائچ کا نام ہے اس قوم کے چند نفوس جنگل کے حاشیہ پہ آج کل بھی اس ضلع میں اور ملحقہ اضلاع میں موجود ہیں یہ لوگ ہندوستان کے قدیم باشندگان میں سے ہیں۔ جن پر آرین تہذیب اور شائستگی کا اثر ہوا اور جو اپنے قدیم مذہب کے دلدادہ تھے جن میں آفتاب کی پرستش بھی شامل تھی بہرائچ میں سورج کنڈ پر آفتاب کی پرستش کی بہت بڑی جگہ تھی جہاں چاند گرہن اور سورج گرہن کے روز اتوار کو بھی جاتریوں کا بڑا مجمع ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ دن آفتاب سے (راوتوار) منسوب ہے۔ انہیں بھر لوگوں میں بدھ مت کی اشاعت کے لئے مہاراج گوتم بدھ نے بھی

سہیٹ مہیٹ کو اپنی حیات میں مرکز بنایا تھا۔ اور بدھ مذہب کے آثار آج تک وہاں موجود ہیں۔ مگر جب چوتھی صدی عیسوی میں بدھ دھرم کا تنزل ہوا تو قدیم ویدک دھرم یعنی برہمنوں کے مذہب کا زور ہوا مگر باوجود اس کوشش اور زور کے وہ بدھوں کی پرانی عبادتوں کو نہ مٹا سکے۔ اس لحاظ سے بہرائچ پر سب سے پہلے مسلمانوں ہی کی نگاہ نہیں پڑی بلکہ ان سے پہلے یہاں بدھوں اور برہمنوں کے مجیٹے بھی رہ چکے ہیں الغرض سید سالار مسعود غازی کو یہاں چند ہی روز قیام ہوا تھا کہ ملک فیروز نے سترکھ سے خبر بھیجی کہ سالار ساہو کچھ روز بیمار رہ کر انتقال کر گئے۔ صاف ظاہر ہے کہ سید سالار مسعود غازی کو اس ناگہانی موت کا کس قدر صدمہ ہوا ہوگا۔ خاص کر ایسے وقت میں کہ جب اُن کو ایک تجربہ کار ایک فوجی سردار کے مشورہ کی سخت ضرورت تھی۔ مگر واہ رے ہمت صبر و استقلال کہ بال برابر بھی فرق نہ آیا معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی عدم موجودگی اور دربار غزنی سے بے تعلقی نے ان کو اور بھی آزاد کر دیا اور انکی پرواہ نہ رہی کہ بہرائچ میں رہنا خطرناک ہے یا وہاں سے چلا جانا مناسب ہے۔

قطعہ تاریخ

کیا پہلوان نے جو لشکر سے کوچ	بہت ہر طرف غم نمایاں ہوا
سِن انتقال اکبر وارثی	یہ لکھ دو۔ سلح دار پنہاں ہوا

۴۲۳ھ

پھر سلطان الشہدا سیر و شکار میں مصروف ہوئے جس وقت کے سورج کنڈ کے تالاب کی طرف گذرتے تھے فرماتے تھے کہ زمین سے مجھے وطن کی بوئے یگانگت آتی ہے اور یہ سورج کنڈ تمام کافروں کا قبلہ تھا۔ ایک پتھر پر سورج کی تصویر بنا کر وہ پتھر حوض کے کنارے قائم کر رکھا تھا اور اس کا بالارکھ نام تھا۔ بہرائچ کی آبادی اُسی کے نام سے موسوم تھی مشرق و مغرب دور دور کے لوگ پوجا کرنے کو آتے تھے اور اپنا سر اس بت کے قدموں پر رکھتے تھے اور معبود سمجھ کر پوجتے تھے۔ حضرت سلطان الشہدا اس بت پرستی سے متنفر ہوکر بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں انشاءاللہ تعالیٰ اس کفر کی کان کو الگ کر کے اس جگہ خدا کی عبادت کیلئے حجرہ بناؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات مقبول فرمائی ایسی کہ اس مقام پر اظہر من الشمس ہے پھر اس روز شکار کو نہ گئے اور کاروبار خلق پروری میں مشغول ہوئے اور درویشوں اور عالموں کی خدمت کرنے لگے۔ ہر روز بہت سا کھانا پکوا کر کھلاتے اور کثرت سے خیر خیرات اور ختم قرآن کرنے لگے دیوتا

کیا رو جب سے ہم ہندوستان میں آئے ہیں ایک دن بھی بےفکری حاصل نہ ہوئی۔ خصوصاً اس نواح بہرائچ میں کہ تمام جنگل اور ویرانہ ہی ویرانہ ہے اور باوجود اس انتشار کے ہمارا دل اس مقام پر مائل ہے اور اس زمین سے محبت و خلوص کی بو آتی ہے حاضرین مجلس اپنی دانشمندی سے اس کلام کا مطلب سمجھ گئے اور پریشان ہونے لگے تو فوراً بات پلٹ دی اور دوسری قسم کی باتیں فرمانے لگے اور پھر وضو فرما کر قیلولہ فرمایا اسوقت خواب دیکھا کہ سالار ساہو نے دریائے گنگ کے کنارے پر ڈیرہ نصب کیا ہے اور سالار مسعود وہاں گئے ہیں۔ جب درمیان پردے کے پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سالار ساہو۔ شادی کی مجلس آراستہ کئے ہوئے رونق افروز ہیں اور گانے ناچنے والے گرداگرد حاضر ہیں۔ اور ستر معلیٰ پھولوں کا سہرا ہاتھ میں لئے کھڑی ہیں اور جس وقت مجھ پر نظر پڑی فرمایا کہ بابا مسعود جلد آؤ ہم نے تمہاری شادی کا رخیر خانہ آبادی کا سامان کر رکھا ہے۔ جسوقت میں قریب گیا تو وہ پھولوں کا سہرا میرے سر پر باندھا اور ہر طرف گانے والے گانے لگے اور ساز بجانے والوں نے ساز بجائے اور گانے والے زبان حال سے یہ سہرا گاتے تھے۔

سہرا

خلد کے پھولوں کا اے حور بنالا سہرا	آج باندھے گا مرا گیسوؤں والا سہرا
کہتی ہیں ستر معلیٰ یہ بلائیں لے کر	میرے بالے کا ہے رتبہ میں دوبالا سہرا
ساہو سالار کے ہے نورِ نظر کی شادی	سارے سہروں سے ہے یہ اسلئے اعلا سہرا
زہرا بی بی کی نگاہیں تکیں قربان ہونے	دیکھ کر سر پہ ترے نوشہ والا سہرا
قل ہو اللہ احد پڑھ کے کہا کلیوں نے	چاند یہ عارض یکتا ہے تو ہالا سہرا
اسکے ہر گل کی ستاروں سے لڑی ہے تقدیر	عرش تک فرش سے کر دیگا اُجالا سہرا
اسکے پھولوں سے ہوئے سارے براتی مدہوش	مے پلانے لگا بھر بھر کے پیالا سہرا
نور پر نور نہ دیکھا ہو تو دیکھو اسکو	رُخ گلگوں پہ بنا ہے گل لالہ سہرا

سچ ہے اکبر سخن مولوی اقبال احمد
اس زمانے کا ہے دنیا سے نرالا سہرا

شادیانے بجنے لگے۔ تمام لشکر میں شور و غل ہوا تو جاگ اٹھے اور متحیر ہوکر خدمتگار سے دریافت کیا کہ کیا وقت ہے اُس نے کہا کہ ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ اٹھے اور تازہ وضو فرما کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور درویشوں اور عالموں کو بلا کر خوب بیان فرمایا اور تعبیر دریافت

کی۔ تعبیر ملی جو شخص ایسا خواب دیکھے وہ جلد شہادت پائے۔ یہ تعبیر سن کر اللہ پاک کا شکر ادا کیا
اور فرمایا کل نفس ذائقۃ الموت، یعنی ہر کوئی موت کا ذائقہ چکھے گا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور
میرے دوستوں کو اسداللہ الغالب اور معصوم اماموں کی میراث عطا فرمائے اور ان کی نعمت
سے متمتع کرے۔

بہرائچ کے راجاؤں کا پیام

اسی عرصہ میں بہرائچ کے راجاؤں کا پیام آیا کہ یہاں سے چلے جاؤ، یہ مقام تمہارے لائق
نہیں ہے سید سالار مسعود غازی نے نہایت تدبیر سے کام لیا اور جواب دیا کہ میں خود جانتا ہوں یہ
جنگل اور خرابہ ہے۔ میں بسنے کیلئے یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ تھوڑے دن شکار کھیلنے کے بعد یہاں [illegible]
جاؤں گا۔ اس تھوڑے سے زمانے کیلئے عارضی صلح کے طور پر عہدنامہ مرتب کرا لیا جائے۔ یہ
ایک معقول تجویز تھی مگر اسکو ٹھکرا دیا گیا۔ ایلچی سے سید سالار موصوف نے دریافت کیا کہ یہاں
کے راجہ کون کون ہیں تو اس نے جواب دیا کہ یہاں پر راجگان۔ رایب۔ سایب۔ [illegible]
گنگ۔ کلیان۔ سکر۔ کرن۔ بیربل۔ اجے پال۔ سری پال۔ ہرپال۔ ترکھو۔ جودھ [illegible]
اور نرسنگھ جمع ہیں۔ نیک دل سالار موصوف کی طرف سے قاصد بنا کر بھیجے گئے [illegible]
انہوں نے سید سالار مسعود غازیؒ کا مندرجہ بالا پیام دیا۔ مخالف سرداروں میں [illegible]
صلاح و مشورہ ہوا مگر آجکل کی کانفرنسوں جیسا یعنی نشستند و گفتند و برخاستند کا [illegible]
رہا۔ کوئی بات طے نہیں ہوئی۔ راجہ کلیان نے صلح اور نرمی کا خیال ظاہر کیا مگر [illegible]
اختلاف کیا اور کہا کہ یہاں کی آب و ہوا سید سالار کا کام تمام کر دے گی۔ بالآخر [illegible]
کو جواب دیا گیا۔ کہ بہتر ہے تمہارے سالار اس جگہ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ ورنہ جب [illegible]
لڑائی نہ ہوگی معاملہ طے نہ ہوگا۔ ملک نیک دل واپس آئے اور سب حال حضرت [illegible]

پہلی جنگ

راجاؤں نے دریائے بھکلا کے کنارے اپنا ڈیرہ جمایا۔ سید سالار مسعود غازی [illegible]
سرداروں سے مشورہ کیا تو سب کی رائے قرار پائی کہ جنگی مصلحت یہی ہے کہ یہاں [illegible]
کا انتظار کرنے کے بجائے خود ان پر پہلے سے حملہ کر دیا جائے چنانچہ حضرت سید سالار [illegible]
غازیؒ نمازِ مغرب کے بعد روانہ ہو گئے اور سالار سیف الدین کو آگے آگے

کے روانہ کیا۔ راتوں رات سفر کر کے علی الصباح مخالفین کے لشکر کے قریب پہونچ
گئے اور مسلمانوں کی جنگی ترکیب کے مطابق لشکر ترتیب دے کر حملہ کیا۔ گھمسان رن پڑا
دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے اور زخمی ہوئے مگر جیت سید سالار مسعود
غازی کے ہاتھ رہی اور کچھ راجہ قید ہوئے۔ سات روز میدان جنگ میں قیام کر کے آٹھویں
روز بہرائچ کو واپس آئے۔ اب ہم قبل اسکے کہ آگے بڑھیں ان بیانات کو تاریخی کسوٹی پر
بھی جانچ لیں تاکہ کھوٹا کھرا معلوم ہو جائے اور آئندہ کے واقعات بھی آسانی سے سمجھ میں
آجائیں۔

پہلی جنگ کی وجہ

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یہاں فارسی کی یہ مثل صادق آتی ہے کہ تنگ آمد بجنگ آمد
سید سالار مسعود غازی کے مشن عزت اور ہمت نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ
راجاؤں کے پیام سے مرعوب ہو کر یہاں سے چلے جائیں۔ بلکہ اپنی طرف سے عہدنامہ کی
تجویز پیش کی جس میں جانبین کے لئے بھلائی اور لڑائی سے بچنے کا ذریعہ موجود تھا مگر جب
انکی یہ بات نہ مانی گئی تو چلے جانے پر لڑائی کو اور بزدلی پر موت کو ترجیح دی۔ اگر مخالفین
خوددار سورما اِس حالت میں ہوتے تو غالبًا وہ بھی یہی کرتے۔ تاریخ میں اس کی متعدد
مثالیں ملتی ہیں۔ اعتراض ہوگا کہ سید سالار مسعود غازی نے پہلے حملہ کر کے جارحانہ
کارروائی کی نہ کہ مدافعانہ۔ مگر یہ خیال غلط ہوگا کیونکہ جنگ میں اکثر مرتبہ بجائے غنیم کے
حملہ کا انتظار کرنے کے اس کی حالت اور موقعہ کا لحاظ کر کے اس کے حملے کو روکنے کی غرض سے
پہلے چڑھائی کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی لڑائی کا نتیجہ بھی ثابت کرتا ہے کہ سید سالار مسعود غازی
کی یہ کارروائی راست آئی۔ اس موقعہ پر مخالفین کو اپنی جماعت کو پورے طور پر جمع کرنے
اور تنظیم کرنے کا موقع نہ ملا اور وہ یہ جانتے تھے کہ ایک انیس ۱۹ سالہ لڑکا نوجوان اس قدر
ہٹ ہمت اور استقلال سے کام لے گا۔ ورنہ مسلمانوں کی تھوڑی سی جمعیت کی
ہستی ہی کیا تھی پہلی لڑائی کا یہ نتیجہ نہ ہوتا جو ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مخالفین نے اپنی زیادہ فوج
دریائے کتھلہ یا بھکلا جو آجکل تحصیل نانپارہ ضلع بہرائچ شمال مغربی گوشہ میں چودہ پندرہ
میل بہکر دریائے راپتی میں مل جاتا ہے۔ دریائے بھکلہ موجودہ پرگنہ چردہا تحصیل نانپارہ
میں ایک تالاب جس کو نیج بجا کہتے ہیں۔ قدیم گاؤں چردہا بہرائچ سے ۲۶ میل پر ہے چردہا
میں راجہ سہر دیو یا سہل دیو نے ایک قلعہ بنوایا تھا۔ یہ وہ راجہ ہے جس کا ذکر آگے آئے گا

اور جو بعد کی لڑائیوں میں سیّد سالار مسعود غازیؒ سے لڑا۔ یہ پہلی جنگ اسی مقام کے جنوب میں ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیّد سالار مسعود غازی کا قیام بہرائچ خاص میں منع [...] سہر دیو یہاں کا مقامی راجہ یا تو بہرائچ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا تھا یا یہ جگہ اس کی راجدھانی [...] تھی۔ بلکہ بہرائچ راجہ سہر دیو کی حکومت میں شامل تھا۔ اور اس کا پایۂ تخت گونڈہ میں [...] کا ثبوت ڈسٹرکٹ گزیٹیر گونڈہ سے ملتا ہے۔ پہلی جنگ کی واپسی کے بعد سیّد سالار مسعود غازیؒ نے سورج کنڈ کے کنارے ایک مہوے کے درخت کے نیچے آرام کیا کیونکہ یہ جگہ انکو پسند تھی یہ انکو معلوم تھا کہ موت کے بعد حیات ابدی ملے گی اور وہ قیامت تک یہیں آرام فرمائیں گے۔ یہ جگہ حضرت کو یہاں تک پسند آئی کہ یہاں انہوں نے اپنے ملک کی طرز پر ایک باغ لگانا شروع کیا اور اپنا وقت دل بہلانیکے لئے یہیں صرف کرتے تھے۔ اسی کی درستی میں لگے رہتے تھے اور اکثر اوقات نماز بھی یہیں پڑھتے تھے۔ میاں رجب کوتوال نے یہ رنگ دیکھ کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو سورج کے بت بالارکھ کو توڑ دیا جائے۔ اس پر سیّد سالار مسعود غازی نے انکو منع فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ اگر مذہب اسلام کی ترویج ہو گئی تو بت پرستی خود بخود دور ہو جائے گی یہ ایک اہم واقعہ ہے جس کے نتائج ہم آگے چلکر پیش کریں گے۔ الغرض پہلی جنگ کے بعد کوہ حملہ کے راجگان جوگی داس اور گوبند داس نے ایک ایلچی کے ذریعہ سے سیّد سالار مسعود غازی کی خدمت میں کچھ تحفے تحائف بھیجے اور کہلا بھیجا کہ ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ آپ کا جی چاہے تو ضرور آئیے۔ مگر تکلیف کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ اپنے ملک پر اطمینان سے قابض رہیں۔ کتاب ایشیاٹک ریسرچ جلد ۱۷ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۳۲ء صفحات ۲-۶-۲۰-۲۵-۳۰ سے معلوم ہوا کہ حملہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست کوہ کمایوں کے متصل [...] سے ملی ہوئی ہمالیہ کے سلسلے میں ہے جہاں بھوٹ نسل کے لوگ آباد ہیں اور جن میں [...] جاٹ بھی شامل ہیں۔ یہ ریاست دریائے گھاگرہ یا سارده کی شاخ کالی کے پورب جانب ہے۔ یہ حصہ کوہ غالباً اب ریاست نیپال کے اس حصے میں شامل ہے جو اضلاع بہرائچ [...] کے محاذ میں پہاڑ میں واقع ہے۔ کوہ حملہ کے ایلچی کے آنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس [...] کے بھوٹ نسل کے لوگ اپنے مذہب میں اتنے پکے ہندو نہ تھے جیسے کہ دامن کوہ کے [...] کے، کوہ حملہ ایک زمانے میں ملک تبت کا جزو تھا اور یہاں کے بھوٹ تبت کے مذہب اور ہندوستان کے ہندو دھرم کے مجموعہ کے زیر اثر تھے۔ وہ گورکھوں [...] سے محفوظ رہے اور اسی وجہ سے کمایوں گڈھوال کی طرح یہاں ہندو دھرم پوری [...]

رائج نہ ہو سکا۔ مرآت مسعودی نے لکھا ہے کہ سہر دیو راجہ گونڈا اور ان راجگان کا خاندان ایک تھا مگر اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ پہلی جنگ میں ہندو پانسہ پلٹ جانے سے یہ اثر ضرور ہوا کہ سیّد سالار کا سکہ ان لوگوں کے دلوں پر بیٹھنے لگا ورنہ اس خوشامد کی کیا ضرورت تھی۔

دوسری جنگ

نام اکیس[21] تاجداران ہند جو حضرت سیّد سالار مسعود غازیؒ سے آمادۂ جنگ ہوئے

رائے رائب[1]۔ رائے سائب[2]۔ ارجن[3]۔ بھگن[4]۔ گنگ[5]۔ مکرود[6]۔ شنکر[7]۔ کرن[8]۔ بیرن[9]۔ اجے پال[10]۔ سری پال[11]۔ ہرکرن[12]۔ ہرپال[13]۔ ہرکھو[14]۔ نرہر[15]۔ بھاجبر[16]۔ رگھودھاری[17]۔ نرائن[18]۔ دلو[19]۔ نرسنگھ[20]۔ کلیان[21]

معلوم ہوتا ہے کہ ہندو سرداروں نے سبکتگین اور محمود کے قصے یاد کر کے اپنے دلوں میں یہ خیال پیدا کئے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے بعض دفعہ بڑے بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ دھن کا پکا اور بہادر نوجوان آہستہ آہستہ پورے ملک کو دبا لے۔ ہندو دھرم ملیامیٹ ہو جائے اور شروع میں پوری کوشش نہ کرنے کے باعث اخیر میں ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں اسی خیال اور مشورہ سے ان ہندو راجاؤں کا جماؤ ہوا اب یہ تو ظاہر ہے کہ بڑے بڑے راجاؤں کی فوج کے مقابلے میں سیّد سالار مسعود غازیؒ کے مٹھی بھر آدمی لڑکر کیا کامیاب ہوتے مگر بعض مرتبہ باوجود کثرت فوج کی موجودگی کے ذرا سی غفلت یا چھوٹے سے سبب سے لڑائی کا پانسہ پلٹ جاتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سیّد صاحب کے رات کے سفر کرنے سے یہی مطلب ہو کہ ان راجاؤں کو جنگ کی تیاری کا موقعہ نہ دیا جائے اور یہی سمجھ کر رات کو شبخون مارا ہو پہلی شکست کے بعد مقامی راجاؤں نے ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں سے امداد طلب کی ہو اور ان میں سہر دیو۔ اور رائے بہر دیو آکر شریک ہو گئے ہوں یا امداد کی طور پر اپنی فوج بھیجدی ہو۔ مگر نام ان کا ہوا جب سب جمع ہو گئے تو سہر دیو نے یہ مشورہ دیا کہ محض بہادری اور بڑی فوج سے کام نہ چلے گا۔ بلکہ ترکیب سے اور وہ یہ کہ مسلمان سوار اپنے گھوڑوں کو جمگھٹ کے ساتھ بے تحاشا دوڑاتے ہیں۔ اس لئے کئی ہزار لوہے کی کیلیں زہر آلود بنوائی جائیں۔ اور ان کو میدان جنگ میں پہلے سے گاڑ دیا جائے تاکہ گھوڑے زخمی ہو کر گریں! اور مسلمان سوار بھی زخمی ہوں اور پکڑے اور مارے جا سکیں۔ اس کے علاوہ آتشبازی سے کام لیا جائے۔ الغرض چند ماہ کی تیاری کے بعد کچھ راجہ دریائے بھکلا پر دوبارہ جمع ہوئے اور سیّد سالار مسعود غازی کو پیام دیا کہ اگر وہ اپنی خیریت چاہتے

ہیں تو سرجو پار چلے جائیں۔ یہاں سے حضرت نے وہی پہلا جواب دیا اور کہلا بھیجا کہ ملک خدا کا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ تم بھی تو آخر ہمیشہ سے یہاں نہ تھے۔ اب بجز لڑائی کے کوئی چارہ نہ تھا۔ سیّد سالار مسعود غازیؒ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرکے یہی رائے قائم کی کہ مخالفین کا بہرائچ آنا ٹھیک نہیں ہے خود چلکر ان پر حملہ کیا جائے چنانچہ فوج آگے بڑھی تو اس پر آتشبازی پھینکی گئی۔ اب بہت سے سواروں کے گھوڑے لوہے کی کیلوں سے زخمی ہوکر گرے اور سواروں کو گرایا۔ مگر باوجود بہت سے نقصان کے کامیابی کا سہرا حضرت سیّد سالار مسعود غازیؒ کے سر رہا۔ جب وہ اپنے کیمپ میں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ایک تہائی ساتھی کام آچکے مگر فتحیابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہدا کو دفن کرنے کا موقع مل گیا۔

تیسری آخری لڑائی اور شہادت

یوں تو پہلے ہی سے راجگانِ ہند ایک دوسرے کی اعانت کیلئے مستعد تھے مگر جب اس لڑائی میں شکست کی خبر ہوئی تو سبھوں نے اپنی اپنی رعایا میں اعلان کردیا جس گھر میں دس آدمی ہوں اُن میں سے نو لڑائی کی شرکت کیلئے تیار ہوں اور ایک گھر کے انتظام میں رہے۔ غرضیکہ چاروں طرف سے اس مرتبہ آخری فیصلہ کن لڑائی کے لئے ایک اجتماع عظیم ہوگیا۔ اور سبھوں نے مارنے مرنے پر قسمیں کھالیں۔ سرحد نیپال سے لیکر دریائے گھاگرا تک فوج ہی فوج تھی جب اس اجتماعِ عظیم کی خبر سیّد صاحب کو پہونچی تو آپ نے تمام سرداروں کو جمع کرکے فرمایا کہ بھائیو تم نے ہمارے ساتھ حقِ رفاقت پورے طور پر ادا کیا۔ اپنا عزیز وطن اور گھر بار چھوڑکر ساتھ رہے ہیں تمہارا احسان مند ہوں جس کسی کو میری جانب سے

(۱) بھکلہ۔ یہ مقام سب راجاؤں کا صدر مقام تھا اور اکونہ ضلع بہرائچ میں آج کل ایک معمولی گاؤں ہے پانچ میل کے فاصلے پر آثار قدیمہ کی یادگار سہیٹ مہیٹ ایک عجیب مقام مشہور ہے۔ یہاں ایک قلعہ کے آثار چاروں طرف پٹیا سوت خندقیں سرنگ کثرت سے بت پڑے ہوئے ہیں اور چند مزارات بھی بنے ہیں یہ ہے کہ اس قلعہ کو سیّد صاحب نے فتح کیا ہے گو تاریخ میں اس کی کہیں صراحت نہیں مگر کثرت سے مزار صحیح ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ دریائے بھکلہ بہرائچ کے ضلع میں ریاست بھنگا کے قریب دریائے راپتی کے کنارے اور راجہ کے قلعہ کے متصل بہت سے مزاروں کی بابت مشہور ہے کہ حضرت سیّد صاحب کے ساتھیوں کے یہ مزارات

تکلیف پہونچی ہو وہ معاف کرے جیسا کچھ اجتماع مخالفین نے کیا ہے اسکا تو تم کو علم ہے ہماری فوج کی کمی سے بھی تم خوب واقف ہو۔ ایسی حالت میں خوشی سے میں اجازت دیتا ہوں جس کسی کو وطن واپس جانا ہو خزانہ سے مال واسباب لے کر چلا جائے۔ میں کسی پر جبر نہیں کرتا ہمارے آباؤ اجداد نے دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت پر کبھی خیال نہیں کیا ہے اور ہر حالت میں اپنے دشمنوں کا مقابلہ کیا ہے۔ لہٰذا ہم اُن کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ مرنے مارنے پر آخر وقت تک تیار رہیں گے۔ اور جو کچھ اپنے پاس تھا وہ سب خیرات کردیا اور ساتھیوں کو بانٹ دیا جس وقت سرداروں نے ان کی تقریر سنی سب نے آخر وقت تک ساتھ رہنے کی قسمیں کھائیں اور آپ کے پسینہ پر اپنا خون بہانے کا عہد کیا وہاں سے آکر اپنے اپنے ماتحت سپاہیوں کو حضور کے ارشاد سے مطلع کیا۔ وہ بالاتفاق مستعد ہوگئے۔ طبل جنگ بجنے لگا۔ مجاہدین جوق جوق نشہ شہادت میں مست ہوکر دشمنوں کے مقابلہ کو روانہ ہونے لگے۔ حضرت میر نصر اللہؒ کو میمنہ اور میاں رجب سالار کو میسرہ کی کمان دی گئی۔ اور حضرت بذاتِ خود قلب میں رہے لڑائی شروع ہوگئی طرفین کی فوجیں اپنا اپنا جوہر دکھانے لگیں۔ کئی دن تک جنگ ہوتی رہی آخر کار حضرت سیّد نصر اللہؒ بہرائچ سے جانب اُتر دکھن بارہ میل کے فاصلے پر موجودہ موضع ڈکوتی شہید ہوگئے۔ وہیں آپکا مزار انور زیارت گاہِ خلائق ہے اور حضرت سالارؒ لڑتے لڑتے موجودہ آبادی شہر بہرائچ سے ۳-۴ میل پورب موجودہ موضع یوسف جوت(۲) میں شہید ہوگئے ہٹیلہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ بہرائچ اسٹیشن سے گونڈہ جانے والوں کو اسٹیشن سے دو میل چل کر آپ کے مزار مقدس موضع ہٹیلہ کی آبادی دکھلائی دیتی ہے۔ جب فوج کا بڑا حصّہ اور فوج کے بڑے بڑے افسر شہید ہوگئے تب دشمن آپ کے قریب آپہونچا حضرت کو جو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے سالار سیف الدین کو قریب والوں کی مدد کے لئے ایک جماعت مجاہدین دے کر روانہ کیا آپ کا پہونچنا تھا کہ دشمن مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا اور پیچھے ہٹ کر تلوار کے بجائے تیر اندازی کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اور لوگ اس کی مدد کو پہونچے تو پھر آگے بڑھا۔ اور بدستور تلوار و نیزہ بازی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ حضرت سالار سیف الدین صاحبؒ وہیں شہید ہوگئے آپ کے شہید ہونے سے مجاہدین پر مایوسی چھا گئی۔ حضرت سیّد صاحب نے

(۱) راقم الحروف نے خود وہاں جاکر زیارت کی اور حالات معلوم کئے اور پریسیڈنٹ صاحب بھی تشریف لیگئے تھے (۲) اس موضع یوسف جوت کے گوشۂ غرب و جنوب میں قریب ایک۔ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر مزارات حضرت ملک دینجر وغیرہ آپکے ہمراہیان کے ہیں۔

اطلاع پاکر شکر ادا کیا، اور فرمایا کہ عاقبت بخیر ہوگئی۔ رات ہو جانے کی وجہ سے لوگ اپنے اپنے مقتولین کے دفن اور زندوں کے شمار میں مصروف ہو گئے۔

قطعہ تاریخ شہادت حضرت سالار سیف الدین عرف سرخرو سالار صاحب رح

حضرتِ سرخرو سالارشہ سیف الدین — پی کے جب جام شہادت ہوئے جنت کو رواں
اکبرؔ وارثی کو دی یہ ندا رضوان نے — سن لکھوان کی شہادت کا۔ شہیدِ میدان

۴۲۴ھ

حضرت سالار سیف الدین آپ کے مزار سے گوشہ غرب و جنوب میں ۶۰۔۷ فرلانگ کے فاصلہ پر آپ کا مزارِ مقدس زیارت گاہ خلائق ہے۔ اسٹیشن بہرائچ سے جب نانپارہ کو ریل گاڑی چلتی ہے تو داہنی جانب لائن کے قریب بڑا گنبد نظر آتا ہے۔ اور مزار سرخرو سالار صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور شہداء متفرق مقاموں پر دفن کئے گئے۔ آج کل آبادی بہرائچ اور درگاہ شریف کے قرب و جوار میں بہت سے مقاموں پر کثرت سے مزاروں کی بابت مشہور ہے کہ یہ آپ کے ساتھیوں کے مزارات اور گنج شہیدان ہیں۔ مگر تاریخ سے صرف درگاہ شریف آپ کے مزار کے متصل سورج کنڈ پر گنج شہیداں کا ایک گنبد بنا ہوا ہے۔

۱۴ رجب ۴۲۴ھ کو پھر ہنگامۂ محشر بپا ہوگیا نیزے تلواریں چلنے لگے۔ تیروں کی بارش ہونے لگی جس سے طرفین کے ہزاروں کا صفایا ہوتا جاتا تھا۔ جدھر نظر اٹھتی کثرت سے مقتولین نظر آتے تھے۔ جب آپ کے اِرد گرد کے لوگ شہید ہو گئے اور دشمن کے لئے آنکھ بچا کر آپ تک پہونچنا آسان ہوگیا۔ اور تیروں کی بارش کا اثر آپ کے قریب تک پہونچنے لگا۔ آپ گھوڑے پر سوار دیکھ بھال میں مصروف تھے سہر دیو نامی ایک شخص ٹیلیوں کی آڑ میں چھپتا ہوا آپکے قریب جا پہونچا اور شہرگ مبارک کو تیر کا نشانہ بنایا۔ آپ کا تمام جسم خون سے تر ہو گیا گھوڑے پر سواری کی طاقت نہ رہی۔ آپ کے عاشقِ صادق سکندر دیوانے نے بیک کر

[1] سکندر دیوانہ، ایک فقیر سرد پا برہنہ سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم میں مرید تھے اور آپکے ایسے سچے عاشق تھے کہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہمیشہ حضرت کے جلو میں پیدل چلتے تھے لیکن بے ریا محبت کے باعث جو انہیں حضرت کی قربت حاصل تھا کہ تمام امراء و مصاحبین انہیں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے آپکا سر اپنے زانو پر رکھے ہوئے بارگاہ جسم سے رخصت ہوگئے۔ آپ کے بائیں پہلو میں گنبد کے دیوار کے نیچے آپ کا مزار آگیا ہے جہاں [illegible] بن گیا ہے۔ دروازہ ہونے کی وجہ سے ایک طاق بطور نشانی مزار میں داہنی جانب بنا دیا گیا ہے۔

آپ کو گھوڑے سے اتارا اور تالاب سورج کنڈ کے کنارے مہوے کے درخت کے نیچے اپنے زانو پر آپکا سر مبارک رکھ کر بیساختہ رونے لگے۔ حضرت نے انکے رونے کی آواز سنی اور آنکھ کھول کر مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور کلمہ پڑھتے ہوئے مابین عصر و مغرب ۱۴ رجب ۴۲۴ھ یوم یکشنبہ کو اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قطعہ تاریخ شہادت حضرت سلطان الشہداءؒ

سالار غازی درچمنِ خلد چوں رسید — غلمان و حور راشدہ امروز روز عید
اکبرؔ بفکر بود کہ ہاتف زغیب گفت — تاریخ انتقال، ولیٔ جہاں شہید

۴۲۴ ہجری

دیگر

حضرتِ مسعودؒ غازی کی شہادت کا کمال — جب ہوا مقبولِ حق آئی ندائے ذوالجلال
ہے یہ زندہ اِس سے ہم راضی ہیں اکبرؔ وارثی — لکھدو، بل احیاء عند ربہم، رحلت کا سال

۴۲۴ھ

سلام

بالے میاں علی کے دلبر تم پر لاکھوں سلام

بن کر خود فوجوں کے افسر — ساتھ لیا تبلیغی لشکر — ہند میں روشن کر دئے گھر گھر
دین کے ماہ و اختر تم پر لاکھوں سلام

دادا نے خیبر کو اُکھاڑا — تم نے شیر ببر کچھاڑا — ہند میں دین کا جھنڈا گاڑا
تم ہو شبیر حیدر تم پر لاکھوں سلام

اوج پہ ہے اقبال تمہارا — پایا دقارِ دیں کا تمغا — تم پہ نثار اسلام جہاں کا
تم ہو حبیب داور تم پر لاکھوں سلام

واقفِ رازِ خفی و جلی ہو — بڑے سخی ہو بڑے ولی ہو — آلِ نبیؐ اولادِ علیؓ ہو
سیّد غازی سرور تم پر لاکھوں سلام

تم کیا جانو حظ اس فن میں — کیا ہوتا ہے دولہا دلہن میں — بالے میاں ہو بالے پن میں
جان فدا کی حق پر تم پر لاکھوں سلام

جتنے سلامی در پہ کھڑے ہیں — سب کو خبر ہے سخی بڑے ہیں — لیکے ہٹینگے اس پہ اڑے ہیں
بھر دو سب کے ساغر تم پر لاکھوں سلام

چاہتے ہیں اس مے کا پینا جو آتی ہے سینہ بسینہ منہ سے لگا دو بھر کر مینا
آلِ ساقیٔ کوثر تم پر لاکھوں سلام

اپنی اپنی سب کو پڑی ہے منگتاؤں کی بھیڑ کھڑی ہے دستِ کرم سے آنکھ لڑی ہے
دو کچھ بندہ پرور تم پر لاکھوں سلام

بالے میاں کا بوڑھا سلامی خالی جائے ہے بدنامی دکھلا دو شانِ اکرامی
دے دو مرادِ اکبر تم پہ لاکھوں سلام

آپ کی شہادت کے بعد جو چند رفقاء باقی تھے وہ شام تک لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اتنے میں رات ہو گئی اور لڑائی ختم ہو گئی۔ رات کے اندھیرے میں باوجود تلاش آپ کی لاش مبارک مخالفین کو نہ ملی۔ اس وقت کوئی متنفس آپ کی لاش کے پاس نہ تھا۔ مگر سگِ شگھل آپ کا کتا وفادار جس وقت تک زندہ رہا آپ کی نگرانی کرتا رہا گیدڑوں کی آواز پر دوڑتا تھا اور بھگا دیتا تھا تمام رات شہدا کی حفاظت کرتا رہا واقعی ثانی سگِ اصحاب کہف تھا۔ صبح کو وہ بھی اعدا کے تیروں کا نشانہ ہو گیا اور آپ کی گھوڑی بھی تیر کھاتے کھاتے راہی ملک عدم ہو گئی۔ اور مخالفین چھوت چھات کے خیال سے میدانِ جنگ چھوڑ گئے جو چند لوگ زخمی ہو کر بچ رہے تھے۔ وہ گرتے پڑتے میدانِ جنگ سے بہرائچ پہونچے اور امیر ابراہیم کو جنکو حضرت سید سالار مسعود غازی کیمپ میں حفاظتِ اسباب کے لئے چھوڑ گئے تھے اس واقعہ کی اطلاع دی۔ یہ سید ابراہیم صاحب حضرت کے ہم عمر ہم نشین ہم خیال نہایت حسین دوست دار خیر خواہ بے تکلف یار ایسے تھے کہ بعض وقت دل لگی مذاق بھی ہوتا تھا۔ یہ خبر سنکر کانپ کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش ہوا تو کہا ہم سب محبت دیارانہ ہم عمری اپنا پیارا وطن چھوڑ کر یہاں آئے تھے اب یہ واقعہ پیش آ گیا اب کہاں جائیں اور کیسے منہ دکھائیں ہمیں تو اب مرنے کے سوا کوئی بات پسند نہیں اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو بہتر ہے ورنہ تمہیں خدا کے سپرد کر کے جاتے ہیں کہا اور گھوڑے پر سوار ہو گئے ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں ہماری زبان ایک ہے مگر اب رات کو کہاں بے خبر جنگل میں ٹھوکریں کھائیں گے۔ علی الصباح ہم تم بھی جہاد کر کے حضرت کی معیت میں پر قربان ہو جائیں گے اس پر سید صاحب راضی ہو گئے۔ مگر تمام رات گریہ و زاری میں گزری اور رات کے آخر حصے میں غلبۂ اندوہ و غم غنودگی ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مانند بلند جگہ جنت کے پھولوں سے سجی ہوئی آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے اور آپ کے

شہید نہایت نفیس لباس پہنے ہوئے خنداں و شاداں حلقہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں اور ان کے درمیان میں نہایت مرصع و مکلل تخت بچھا ہوا ہے۔ جس پر حضرت سلطان الشہدا سرخ لباس پہنے ہوئے اجلاس فرما رہے ہیں۔ اور ارد گرد خدام چتر شاہی مگس رانی میں مصروف ہیں۔ میاں ابراہیم ہر چند ارادہ کرتے ہیں کہ کسی طرح حضوری میں حاضر ہو جائیں مگر جب حاضر نہ ہو سکے تو بے قرار ہو کر آواز دی۔ حضرت نے آواز سن کر فرمایا کہ ابھی تم اس مجلس کے قابل نہیں کل انشاء اللہ تعالیٰ اس مجلس میں آ داخل ہو گے۔ یہ فرما کر اٹھے اور اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر کہیں کا ارادہ فرمانے لگے۔ میاں ابراہیم پیچھے بھاگے اور عرض کیا کہ بندے کے لئے کیا حکم ہے تو فرمایا کہ وجود ظاہری ہمارا باغ میں ہے وہ تو مہوئے کے درخت کے نیچے دفن کیا جائے اور سہر دیو کو بھی قتل کیا جائے تاکہ تمہارا کام بھی انجام پائے۔ یہ باتیں سن کر میاں ابراہیم ہوشیار ہو گئے اور عالم باطن کی سیر جو کر چکے تھے اس سیر نے اور امنگوں میں اضافہ کر دیا۔ اب اس عالم میں رہنا انہیں دشوار ہو گیا بس۔ فوراً اٹھے اور غسل کر کے پاک لباس پہنا اور بیلداروں کو ساتھ لے کر میدانِ شہادت گاہ میں پہونچے اور حضرت کو مع لباس و سلاح مہوے کے درخت کے نیچے اس چبوترے پر جہاں نشست گاہ تھی دفن کیا اور سکندر دیوانہ کو حسب ارشاد برابر میں دفن کیا۔ اور گھوڑی اور کتے کو اور ان لاشوں کو جو شہیدوں کی پڑی رہ گئی تھیں دفنایا اور ان شہیدوں کو جو بے تعداد بے شمار سورج کنڈ میں ڈال دئے گئے تھے ان پر مٹی ڈلوادی۔ تاکہ مخالفین کی نظر ان پر نہ پڑے۔ اسی تاریخ سے حسب الارشاد والا وہ مقام نور اسلام سے مشرف و متبرک ہو گیا۔ الغرض جس وقت یہ جملہ امور سے فارغ ہو گئے تو اعدا کو خبر لگی کہ لشکر اسلام پھر بدستور آمادہ جنگ ہے راجہ سہر دیو پھر سانپ کے سے بل بھر کر میدان جنگ میں آ موجود ہوا۔ میاں ابراہیم ایک قبر اپنے لئے بھی متصل قبر سکندر دیوانہ سورج کنڈ تیار کرا گئے تھے، مخالفین کے مقابل پہونچے بڑی جنگ ہوئی ادھر سے میاں ابراہیم نے گھوڑا دوڑایا اور ادھر سہر دیو مقابل آیا۔ میاں ابراہیم نے تلوار سے اس کا کام تمام کیا اور پھر لڑتے لڑتے خود بھی شہید ہو گئے ان کی لاش اسی قبر میں دفنائی گئی۔ جو تیار کرا گئے تھے۔ ان کے بعد وہ سب بھی جو ساتھ گئے تھے شہید ہو گئے۔ ادھر والے بھی بہت سے قتل ہوئے وہ چند خدمتگار جو زخمی ہو گئے تھے جب تندرست ہو گئے تو آستانہ مبارک پر جاروب کشی کرنے لگے

اور اپنی عمر طبعی وہیں ختم کر دی۔ کیونکہ شفقت باطنی حضرت کی ان کے [illegible]
سے بھی زیادہ تھی جس جس ملک میں حضرت کے ہمکوار تھے آپ کے بعد کچھ شہید ہو گئے [illegible]
کر گئے۔ ہندوستان کے بہت سے شہروں قصبوں اور دیہات میں آپکی یادگاریں اور آپ کے [illegible]
کے مزارات ہیں۔ تمام ملک ہند آپکے فیضان ظاہری و باطنی سے مالا مال ہے آپکے ہندوستان
کے کل محاربات میں پانچ کروڑ باون لاکھ چھہتر ہزار سات سو ستانوے مشرکین مقتول ہوئے
ایک عرصے کے بعد سید حاجی احمد و سید حاجی محمد سالار ساہو کے ملازم سترکھ سے بہرائچ آکر [illegible]
ہوئے پھر مظفر خاں نے بھی انتقال کیا اور اُس کی اولاد کو مخالفین نے اجمیر سے نکال دیا۔
امیر بایزید جعفر کثرتِ کفر و شرک سے متنفر ہو کر ولایت تشریف لے گئے وہ چند دلی کے [illegible]
کئے گئے تھے اور شیخ دوست محمد و بی بی فاطمہ والدہ حضرت سید ابراہیمؒ بارہ ہزاری کے مزار پر
تشریف رکھتے تھے۔ حضرت سلطان الشہداء کی شہادت کے بعد ہی سنہ ۴۲۴ھ میں انتقال فرما گئے
اسکے بعد حضرت سید ابو صالح والد ماجد حضرت سید ابراہیم صاحب بارہ ہزاری اپنے فرزند کے
مزار پر غزنی سے تشریف لائے اور چند روز درد سر کے عارضہ میں مبتلا رہ کر وفات پائی اسکے بعد
شیخ دوست محمد کے فرزند شیخ بہاؤالدین باقی رہے اور جلال خاں خانہ زاد بھی انتقال کر گئے اور ان
کے بیٹے خلیل خاں زمینداری ریواڑی پر قابض رہے۔ خلیل خاں شیخ بہاؤالدین کی پرورش میں
رہے چونکہ اولاد شیخ صاحب موصوف کی حضرت شہید اکبر بارہ ہزاری کے اشارہ باطنی سے مزار
اقدس پر رہتی تھی۔ اسلئے خلیل خاں ڈیڈہن و نجف خاں زمینداری کرتے رہے پھر کسی [illegible]
کی وجہ سے خلیل خاں خانہ زاد کی تمام اولاد کو ریواڑی سے الگ کر دیا گیا۔ ریواڑی حضرت سید ابراہیم
صاحب بارہ ہزاری کی شہادت سے سات سال بعد آباد ہوئی۔ ابجد کے حساب سے تاریخ نام
رکھا گیا ہے اسکے بعد پھر کفر و شرک بڑھنے لگا۔ ہندوستان میں بت پرستی ترقی کر گئی [illegible]
خواجہ غریب نواز سلطان الہند معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاک قدم سے پھر نور اسلام کی روشنی پھیلی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا عہد پتھورا میں اجمیر تشریف [illegible]

حضرت خواجہ صاحب کو عین طواف کعبہ میں غیب سے ندا ہوئی کہ مدینہ جاؤ۔ جب مدینہ پہنچے تو
حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند کریم نے ملک ہند آپکے حوالہ فرمایا ہے [illegible]
وہاں تشریف لے جائیں۔ اور وہاں قیام کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس ملک میں [illegible]
اور آپ کے مریدوں کے تصرفات ولایت سے اسلام رواج پائے [illegible]

غریب نواز عہد پتھورا رائے میں سنہ ۵۶۱ھ میں داخل اجمیر شریف ہوئے اور غلبۂ تصرفات سے
اجیپال جوگی کہ پتھورا کا پیر اور وزیر تھا اپنا مرید کیا مگر کفر کی تاریکی پتھورا کے دل سے دور نہوئی
بلکہ حضرت کے خدام سے عداوت رکھتا تھا یہاں تک کہ اپنے پیر جوگی اجیپال کا کہنا بھی نہ مانتا تھا
اور حضرت کو کو ستاتا تھا حضرت نے تنگ آکر دعا ربکی کی تھی کہ پروردگار کوئی ہندی غیر اہل کتاب
ہند میں بادشاہ نہ ہو۔ چنانچہ چند روز ہی میں سلطان معزالدین شامی عرف شہاب الدین غوری غزنی
کی طرف سے آیا اور اس نے دہلی پہونچکر پتھورا کو برباد کر دیا۔ اور قطب الدین ایبک کو اسکی جگہ تختِ
دہلی پر بٹھا کر خود واپس غزنی روانہ ہوا۔ قطب الدین ایبک دعا اور قوت باطنی سے حضرت خواجہ
صاحب موصوف کی تمام ملک ہند اپنے تصرف میں لایا اور مشرکین کی قوت توڑ کر اہل اسلام
کو آباد کیا اور میر سید حسین مشہدی خنگ سوار کو اجمیر شریف کا فرمانروا کیا اور خود دہلی کے تخت
سلطنت پر جلوس کیا۔ میر سید حسین خنگ سوار شیعہ مذہب مگر صلاح و تقویٰ سے آراستہ اور
اولیا اللہ کی صحبت سے ذائقہ یافتہ تھے حضرت خواجہ صاحب کی صحبت سے فیض روحانی حاصل
تھا۔ اکثر مخالفین اسلام کو مائل اسلام کر کے حضرت کی خدمت میں لاکر داخل اسلام کرتے تھے۔
آخر کار سید صاحب نے اجمیر شریف میں شہادت پائی قلعۂ قدیم اجمیر معروف بہ تارا گڈھ میں
مزار مقدس ہے۔ اسوقت سے ہند میں کوئی غیر اہل کتاب بادشاہ نہیں ہوا چنانچہ اکثر کرامات
حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی دیگر کتب میں درج ہیں۔
بعض لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ صاحب اور سید سالار مسعود غازیؒ کا ایک زمانہ ہے یہ بالکل
غلط ہے سید سالار مسعود غازیؒ اور حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ کا ایک زمانہ ہے کیونکہ خواجہ
معین الدین چشتی کی سنہ ۵۶۱ھ میں جانب ملک ہند آمد ہے اور سنہ ۶۳۲ھ میں وصال ہے اور سید سالار
مسعود غازی کی سنہ ۴۰۵ھ میں پیدائش اور سنہ ۴۲۴ھ میں شہادت ہے اب ہم ایک منقبت حضرت
خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے عقیدے کے موافق عرض کر کے حضور میں پیش کرتے ہیں
اور آپکا بیان ختم کرتے ہیں

منقبت

اے چشمِ نبیؐ کے نورِ نظر سلطان الہند غریب نواز
تم سب ولیوں کے ہو افسر سلطان الہند غریب نواز
کیا کیا انعام جاری ہے اِک فیض کا دریا جاری ہے
لٹتی ہیں دیگیں بھر بھر کر سلطان الہند غریب نواز

بھر بھر کر تو بھی سب کو پلا، خالق نے ترے نانا سے کہا
اِنّا اعطینٰک الکوثر ، سلطان الہند غریب نواز

سرتاج شاہنشاہی ہو، انوارِ ذات الٰہی ہو
فیضان تمہارا ہے گھر گھر، سلطان الہند غریب نواز

سردارِ زمیں سرکارِ ملک محبوب خدا مخدوم ملک
آقائے جن و ملک مولائے بشر، سلطان الہند غریب نواز

مِل جائے کچھ تو خدا کے لئے، پھیلائے ہاتھ دعا کیلئے
آیا ہوں در پہ گدا بن کر، سلطان الہند غریب نواز

میں بھی مقصد اپنا پاؤں، روضے پہ چڑھانے کو آؤں
شیرینی، پنکھا، گل، چادر، سلطان الہند غریب نواز

کیوں دیر لگائی ہے خواجہ، آخر تو تیرا ہوں آجا
بھر دے مینا دیدے ساغر، سلطان الہند غریب نواز

گردابِ بلا میں ہے کشتی، از بہر بزرگانِ چشتی
تم آ کے لگا دو اک ٹھوکر، سلطان الہند غریب نواز

غم کے ہاتھوں دنیا سے نہ دیں اب لب پر آئی جانِ حزیں
جز تیرے کہوں کس سے جا کر، سلطان الہند غریب نواز

مقبول ہوں بندہ پرور کو، مضمون کے پھول نچھاور کو
لایا ہے میرٹھ سے اکبر، سلطان الہند غریب نواز

قطعہ تاریخ وصال حضرت خواجہ صاحب

جب معین الدین چشتی ہادیٔ راہِ خدا ۔ دار فانی چھوڑ کر پہونچے سوئے دار بقا
دی فرشتوں نے ندا اکبر لکھو سالِ وصال ۔ کعبۂ دل قبلۂ جان جلوۂ نور خدا

۶۳۲ ہجری المقدس

کرامات حضرت سلطان الشہداء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان الشہداء رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی کرامت یہ ہے کہ قومِ اہیر کی عورت زوجہ جا

بانجھ جس کے اولاد نہ ہوتی تھی موضع نکرور تحصیل بہرائچ میں اسکی ساس نے طعنہ دیا کہ بانجھ کا منہ دیکھنا بھی نحس ہے تو میرے گھر سے نکل جا میں اپنے بیٹے کی دوسری شادی کرلاؤں گی تاکہ اولاد ہو۔ یہ عورت روتی پیٹتی درگاہ حضرت سلطان الشہداء پر حاضر ہوئی اور اپنا واقعہ سنایا خدام نے کہا کہ تو حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر گریہ و زاری سے آپ کا واسطہ دیکر خدا تعالیٰ سے دعا مانگ تو انشاء اللہ تعالیٰ تیری مراد بر آئے گی۔ وہ بیچاری مزار اقدس پر گئی اور رو رو کر اپنی مصیبت بیان کی۔ اسکے شوہر کو جب اسکا گھر سے آنا معلوم ہوا تو وہ ڈھونڈنے کے لئے نکلا اور تلاش کرتے کرتے آپکے مزار پر اسکا گزر ہوا تو وہاں عورت موجود تھی عورت نے اپنی سرگذشت کہی اور دونوں میاں بیوی منت مان کر اپنے گھر کو روانہ ہوگئے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے اسی دن عورت حاملہ ہوگئی اور نو ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔ پھر تو دونوں میاں بیوی ہر شب پنجشنبہ کو کچھ شیرینی لے کر آپکے مزار اقدس پر حاضر ہونے لگے۔ شدہ شدہ یہ خبر قرب و جوار میں عام ہوگئی۔ لوگ بکثرت اپنی حاجتیں لے کر آنے لگے۔ اندھے، کوڑھی، لنجے اپاہجوں کا اور دوسرے حاجت مندوں کا تانتا بندھ گیا جن میں سے اکثر حاجتوں میں کامیاب ہوکر جاتے تو دوسرے سال اپنے ساتھ بکثرت لایا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تمام ہندوستان میں مشہور ہوگئی اور کثرت سے لوگ جمع ہونے لگے اور آپکے زبان حال سے یہ کہنے لگے

ہے کرامت کی عجب شان ترے کوچے میں
منگتا بن جاتے ہیں سلطان ترے کوچے میں

تحفۂ پاک کی تصویر بنا بہرائچ
بٹتا ہے حیدری فیضان ترے کوچے میں

بھیڑ منگتاؤں کی کیوں ہو نہ درِ اقدس پر
لٹتی ہے دولت عرفان ترے کوچے میں

ہر کسی کے لئے ہے فیض کا لنگر جاری
ہے بچھا نعمتوں کا خوان ترے کوچے میں

ہے تو وہ زندۂ جاوید شہیدوں کا شہید
حشر تک ہے ترا فیضان ترے کوچے میں

میرے سید مرے غازی مرے پیارے مسعود
مشکلیں سب کی ہوں آسان ترے کوچے میں

فضلِ خالق سے تو ادنیٰ کو بنا دے اعلیٰ
مور بن جائے سلیمان ترے کوچے میں

پاتے ہیں سیکڑوں مفلوج و جذامی صحت
لٹ رہا ہے ترا فیضان ترے کوچے میں

اپنی اپنی وہ مرادوں سے ہوئے مالا مال
جس قدر آئے ہیں انسان ترے کوچے میں

خدمتیں کرتے ہیں کیا مولوی اقبال احمد
جس قدر آتے ہیں مہمان ترے کوچے میں

ان پہ بھی چشم عنایت ہو تری اے غازی
رات دن ہوتے ہیں قربان ترے کوچے میں

دونوں شہزادے نثار اور وقار اے مسعود
لیں ترقی کی بڑی شان ترے کوچے میں

ممبروں اور منیجر پہ بھی چشمِ الطاف   سیکڑوں کرتے ہیں سامان ترے کوچے میں

اکبؔر وارثی میرٹھ سے ہوا ہے حاضر
فیض لینے ترے قربان ترے کوچے میں

سیّد جمال الدین و سیّد رکن الدین ولایت سے آکر ردولی ضلع بارہ بنکی میں مقیم ہوئے ان کے ایک گیارہ سالہ لڑکی زہرہ نامی مادرزاد نابینا حسینہ وجمیلہ تھی جب اس کو خبر ہوئی کہ اکثروں کی حاجتیں پوری ہوجاتی ہیں اور نابینا بھی بینا ہوجاتے ہیں تو زہرہ بی بی نے نیت کرلی کہ اگر میری آنکھیں بینا ہوگئیں تو سوائے آستانہ کی جاروب کشی کے زندگی بھر دوسرا کام نہ کروں گی۔ اور اسکے باپ سیّد جمال الدین یہ کیفیت سن کر بہت خوش ہوئے اور یہ نیت کرلی کہ اگر حضرت سیّد سالار مسعود غازی کی برکت دعا سے میری لڑکی کی آنکھیں بینا ہوگئیں تو میں آپ کا روضہ تعمیر کرادوں گا۔ الغرض آپ کے اوصاف سُن سُن کر زہرہ بی بی کے دل میں حضرت کا غائبانہ عشق پیدا ہوگیا اور سوائے ذکرِ محبوب کے کوئی بات اچھی نہ معلوم ہوتی تھی۔ من احب شیئً فاکثر ذکرہٗ۔ یعنی جس کو جو چیز پیاری ہوتی ہے وہ زیادہ اسی کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے حضرت کے نامِ نامی کی رٹ لگ گئی۔ جامیؔ

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد   بسا کیں دولت ازگفتار خیزد

زہرہ بی بی کا عشق زلیخا کے عشق سے سبقت لے گیا۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا اور زہرہ بی بی نے حضرت سلطان الشہداء کا نام سنا تھا اور تعریف سنی اتنی فیدا ہوئیں کہ کھانے پینے سے دست بردار ہوگئیں دن کا چین رات کی نیند اُڑ گئی۔ رات دن مسعود مسعود کرتیں تھیں۔ اور زار زار روتی تھیں۔ ایک دن خواب میں حضرت سلطان الشہداء آکھڑے ہوئے اور فرمایا کہ زہرہ جس شخص کی تو مشتاق ہے وہ اس وقت تیرے سامنے موجود ہے دیکھ لے۔ زہرہ بی بی نے ہاتھ اٹھا کر مناجات کی کہ الٰہی اگر مجھ کو سالار مسعود کا سچّا عشق ہے تو میری آنکھوں میں روشنی عنایت فرما تاکہ میں اپنے پیارے مسعود کا جمال پاک ان آنکھوں سے دیکھ لوں ورنہ میری جان لے لے کہ دردِ فرقت سے نجات پاؤں۔ چونکہ زہرہ بی بی کو عشقِ راسخ اور صادق تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں روشن فرمادیں۔ بس سب سے پہلے نظر جس پر پڑی وہ جمال جہاں آرا حضرت سلطان الشہداء کا تھا۔ بس دیکھتے ہی

اُدھر دوڑی مگر حضرت نظر سے غائب ہوگئے زہرہ کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ ہائے ہائے کرنے لگی۔ ماں باپ اور تمام اقربا اس کی بینائی سے سب خوش ہوگئے مگر زہرہ کا سوزِ فراق اور ترقی کرگیا اور جب حد سے زیادہ بیقرار ہوئی تو پھر حضرت خواب میں دکھلائی دیئے اور فرمایا کہ زہرہ اگر مجھے چاہتی ہے تو بہرائچ آجا۔ بس آنکھ کھلتے ہی والدین سے رخصت چاہی اور کہا کہ تم نے تعمیر روضہ کی نیت کی تھی اب اس میں دیر کرنا اچھا نہیں سیّد رکن الدین و سیّد جمال الدین اگرچہ شاہانہ سیرت رکھتے تھے اور دولت مند بھی تھے لیکن دولت عرفان سے بھی مالا مال تھے اپنے عرفان باطنی سے حال اپنی لڑکی کا معلوم کرلیا اور سید جمال الدین نے ایک رکن الدین کے لڑکے زہرہ کے چچیرے بھائی اور ایک زہرہ کے ماموں کو معہ زہرہ کے بہت سا روپیہ دے کر بہرائچ آستانۂ پاک پر روانہ کیا جب وہاں پہنچے تو زہرہ نے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا اور قدم بوسی کی۔ حضرت نے زہرہ کو علمِ باطنی تلقین فرمایا اور نورِ باطنی سے سینہ معمور فرمایا۔ زہرہ نے پہلے روضہ حضرت سلطان الشہداء کا تعمیر کرایا اس کے بعد حضرت سالار سیف الدین کا اور پھر اکثر یار ومصاحبین اور تمام شہداء کا جو سورج کنڈ میں تھے گنج شہیداں کے نام سے تعمیر کرایا اس کے بعد حضرت کے روضے سے ملحق غرب میں اپنے لئے روضہ بنواکر وصیت کی کہ بعد انتقال مجھے اس میں دفن کرنا چنانچہ وہیں دفن ہوئیں اور زہرہ کے چچیرے بھائی اور ماموں جو زہرہ کے ساتھ آئے تھے اور تعمیرات کی خدمت ان کے سپرد کی تھی وہ چند روز آستانۂ پاک کی خدمت میں رہے اور انہیں بھی محبت الٰہی کی چاشنی نصیب ہوئی اور کاروبارِ دنیوی ترک کرکے یادِ الٰہی میں مصروف ہوئے اور زہرہ کے روضہ سے ملا ہوا اپنا روضہ بھی بنوایا اور بعد انتقال وہیں دفن ہوئے۔ زہرہ کا سن جب پورے اٹھارہ سال کا ہوا محبت الٰہی میں ۱۴؍ رجب اتوار کے دن کہ ہندی قاعدے سے جیٹھ کے مہینے کی پہلی تاریخ تھی مشاہدۂ انوار الٰہی میں جاں بحق ہوئیں۔ یہ ان کی سچّی محبت کا کرشمہ ہے کہ سلطان الشہدا سے بہت مدت کے بعد جس تاریخ اور جس دن جس مہینے میں حضرت کی شہادت ہوئی تھی وہی تاریخ وہی دن وہی مہینہ زہرہ بی بی کے وصال کا ہے۔ اور زہرہ بی بی نے چونکہ نہایت ذوق وشوق ومحبت سے یہ روضہ تعمیر کرایا تھا وہ حضرت کو ایسا مقبول ہوا کہ بعد میں اکثر امراء نے حضرت کی عالی شان کے موافق روضہ بنوانا چاہا ان کو باطن میں حضرت نے منع فرمادیا کہ وہ نہ بنوا سکے۔ حضرت سیّد صاحب کے روضۂ انور کے

اندر غربی دیوار میں جو ایک گہرا طاق سا بنا ہوا ہے وہ سکندر دیوانہ کا مزار ہے اور وہیں حضرت سید ابراہیم صاحب کا مزار ہے۔ اور اس سے غرب میں بی بی زہرہ کا روضہ ہے تینوں حضرت کے عاشقانِ صادق اور محبانِ واثق اب تک زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ۔ آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے ؛ تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

اوران تینوں عاشقوں سے غرب میں اُن دونوں کاملین کا روضہ ہے جو زہرہ بی بی کے عزیز ہیں اور اپنی عمریں اور راحتیں سید صاحب پر قربان کر چکے ہیں۔ زائرین کو چاہئے کہ اول حضرت سید صاحب رحمت اللہ علیہ کے حاضری دیں اور فاتحہ پڑھیں اور وہیں سکندر صاحب دیوانہ اور سید ابراہیم صاحب ہیں۔ اور پھر بی بی زہرہ اور انکے بعد ان دونوں عزیزوں کو اور جملہ شہدا کو جو گنج شہیداں میں رونق افروز ہیں اور پھر اندر باہر جملہ ہمراہیان کو سلام اور فاتحہ سے نہ بھولا کریں۔

ماہ جیٹھ میں میلہ کا رواج

زہرہ کی وفات کے بعد اسکے والدین اسکا عرس کرنے رودلی سے بہرائچ آتے تھے اور سال بہ اپنے عزیز و اقربا کو بھی ساتھ لاتے تھے۔ ان کے دل میں بیٹی کی شادی کے حسرت و ارمان بھرے ہوئے تھے۔ ان حسرت و ارمان کی وجہ سے غلبۂ عشق و محبت میں کہتے وہ کہ ہم شادی کار خیر زہرہ رچانے کے لئے بہرائچ آتے ہیں اور جب تک زندہ رہے لڑکی کے غلبۂ عشق و محبت میں بے اختیار ہو کر ایسا کرتے رہے۔ بس وہ رسم پڑ گئی وہ عشق و محبت کی رسم اب تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی اور صوفیا کرام یہ کہتے ہیں کہ یہ شادی اس خواب کی تعبیر ہے۔ جو حضرت سلطان الشہدا نے زندگی میں قریب زمانہ شہادت کے دیکھا تھا کہ والدین شادی کی خوشیاں منا رہے ہیں چونکہ شہیدوں کو باطن میں ہمیشہ شادی و ذوق ہے اور باطن کا پرتو عالمِ ظاہر پر پڑتا ہے تو یہاں بھی وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ عالم ظاہر پر تو اُس عالمِ باطن کا ہے تو جو کچھ عالم باطن میں ہو رہا ہے اُس کا پرتو عالم ظاہر پر پڑ رہا ہے۔ ہو الاول ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن و ہو بکل شیٔ علیم۔ اس کا احساس باریک بین نگاہیں کر سکتی ہیں۔ اور مبلغین علما کا یہ خیال ہے کہ سید صاحب مجسمۂ تبلیغ ہیں جب تک پیکرِ انسانی میں رونق افروز رہے اسوقت کی تبلیغ سے تو دنیا واقف ہے لیکن جس وقت سے حیاتِ ابدی پائی ہے یعنی لباس روحانی میں جلوہ گر ہوئے ہیں اسوقت سے

جو تبلیغ فرمائی ہے وہ ایسی باطنی تبلیغ ہے کہ وہ بجز عارفین کاملین کے دوسروں کی سمجھ بوجھ سے ارفع اور اعلیٰ ہے ناظرین کرام اس سے ہی اندازہ فرما سکتے ہیں۔ کہ اس میلے میں فیصدی آٹھ سات تو مسلمان اور باقی دیگر اقوام و مذہب کے اصحاب ہوتے ہیں اور پھر بلا امتیاز و مذہب طرح طرح کی کراماتوں کی بارش کا ہونا اندھے اور کوڑھی اور طرح طرح کے مریضوں کا شفایاب ہونا جس سے ہر مذہب والے بے شمار فوائد اٹھاتے ہیں۔ علمار ظاہر اپنے علم کی کمی سے عارفوں کے فعل پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں اور اسکی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالدیتے ہیں

جونپور کا ایک معلم الملکوت ظاہر پرست کا واقعہ

سلطان الشہدار کے شروع ظہور کرامت کے زمانے میں ایک کثیر ہجوم طرح طرح کے نیزے اور نشان لئے ہوئے بنارس سے گاتا بجاتا ناچتا بڑی دھوم دھام سے بہرائچ جانے کے لئے جب جون پور پہونچا ہے تو جون پور کی مخلوقات بھی نیزے نشان چتر لئے ہوئے اُسی شان سے اُن کے ہمراہ ہو گئی۔ تمام شہر میں شہرہ ہوا اور اس ہجوم کا گزر اس گوشے کی طرف ہوا جہاں ایک ملا مکتب میں علمِ ظاہری کی تعلیم دے رہا تھا اس نے طالب علموں سے پوچھا یہ کیا غوغہ ہے شاگردوں نے کہا کہ بہت سی مخلوق نیزے اور چتر وغیرہ لئے ہوئے گاتے بجاتے حضرت سید سالار مسعود غازی رحمت اللہ علیہ کے ولولۂ عشق میں بہرائچ جارہی ہے وہ کور باطن منکرِ کراماتِ اولیا اللہ اُٹھا اور شاگردوں سے کہا کہ ذرا میرے ساتھ آؤ اس بدعت کا مزا انہیں چکھادوں اور اُدھر دوڑا جب قریب پہونچا اور ارادہ کیا کہ ہاتھ چھوڑے غیب سے ایک طمانچہ اسکے منہ پر اس زور سے لگا کہ بخود ہو کر زمین پر گر پڑا اور تمام ہو گیا۔ اسکے شاگرد اسکی لاش گھر لے گئے۔ شہر کے آدمیوں کا مکان پر ہجوم ہو گیا اور یہ دیکھا گیا کہ اس ملا کا منہ کالا ہو گیا تھا۔ اس روز اکثر نا عاقبت اندیش سلطان الشہدار کی ولایت پر ایمان لائے اور کہتے تھے کہ اسکی دنیا میں یہی سزا تھی جو بھگتی۔ اور اسکا روسیاہ ہونا اسکے بے ایمان ہونے کی دلیل ہے سچ تو یہ ہے کہ خدا کے دوست اپنی ظاہری ہستی مٹا کر صفت حق سے موصوف ہو جاتے ہیں پھر تو ان کے افعال و اقوال خدا کے افعال و اقوال ہو جاتے ہیں اُس وقت جو کوئی انکا مزاحم ہوتا ہے بس اسکی یہی سزا ہوتی ہے کہ دنیا و آخرت میں روسیاہ ہو جاتا ہے سہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

سُلطان فیروزشاہ تغلق دہلی

ایک روز سلطان فیروز شاہِ دہلی کی والدہ اپنے کوٹھے پر کھڑی ہوئی کیا دیکھتی ہیں کہ لوگوں کا بڑا ہجوم ہے اور طرح طرح کے نیزے و نشان لئے ہوئے گاتے بجاتے جا رہے ہیں اس کیفیت کو دیکھ کر اور متحیر ہو کر دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے حاضرین نے عرض کیا کہ یہ سب حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں بہرائچ جا رہے ہیں جس جس نے جو جو منت مانی تھی وہ خدا نے پوری فرما دی۔ اب اسکے شکریہ میں نذر نیاز لیکر گاتے بجاتے خوشیاں مناتے جائیں گے۔ اسوقت فیروز شاہ تغلق نے ملک ٹھٹھہ کی طرف فوج کشی کی تھی۔ بس والدۂ فیروز شاہ نے نیت کی کہ اگر میرا بیٹا ٹھٹھے سے فتح پاکر صحیح و سلامت گھر آئے تو میں بھی اُسے حضرت سیّد سالار کی زیارت کو بہرائچ بھیجوں گی۔ الغرض سلطان مذکور کو ٹھٹھہ کی جنگ میں لڑائی کا رنگ بگڑ گیا تھا۔ بھاگڑ پڑ گئی تھی لیکن حضرت صاحب کے تصرف سے خدا نے اُسے فتح دی اور فیروز شاہ تغلق فتحیاب ہو کر دہلی آئے والدہ صاحبہ نے انہیں بہرائچ روانہ کیا جب سلطان مذکور بہرائچ کے قریب پہونچا تو بعض بے وقوفوں نے کہا کہ قبر حضرت سلطان الشہداء کی تو سنا جاتا ہے کہ کہیں اور ہے اس روضہ میں نہیں ہے۔ اس پر سلطان کو وہم پیدا ہوا اور فکر ہوئی کہ زیارت کس طریقے سے ہو اور حکم دیا کہ تلاش کرو اگر کوئی درویش عارف باطن میں ہو تو اسکے ہمراہ زیارت کروں کیونکہ عارفوں کی نظر سے اہلِ قبر پوشیدہ نہیں ہوتے ہیں۔ اُس زمانے میں عارف ربانی محبوب سبحانی حضرت میر ماہ رحمتہ اللہ علیہ موجود تھے۔ ایسے عارف کامل تھے کہ خوارق، و عادات اور کرامات انکی خلق پر بارش کی طرح برستی تھیں۔ ملازموں سے یہ کیفیت دریافت کر کے فیروز شاہ حضرت میر ماہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عند الملاقات عرض کیا کہ حضرت سلطان الشہداء کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں کیونکہ آپ سے اہل قبور کا کوئی حال پوشیدہ نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ فلاں تاریخ فلاں روز اسی قبر سے کہ جو روضہ میں ہے حضرت سلطان الشہداء برآمد ہو کر تمہاری امداد کو ٹھٹھہ گئے تھے اور جب وہاں فتح ہو گئی تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اسی روضہ میں تشریف لائے۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے روزنامچہ نویس کو طلب کیا اور روزنامچہ میں دن اور تاریخ ملاحظہ کی تو جو دن اور تاریخ اور وقت حضرت سیّد میر ماہ رحمتہ اللہ علیہ نے

بیان کیا تھا اس میں سرمو فرق نہ تھا۔ اب تو سلطان فیروز شاہ کو دونوں بزرگوں کا اعتقاد ہو گیا اور ہمراہ حضرت میر ماہؒ کے آستانۂ اقدس پر پہونچے چونکہ اس روز بہت بڑا ہجوم تھا اس لئے حضرت میر ماہ اور فیروز شاہ روضۂ مقدسہ کے دروازے پر رُک گئے کہ جب سب لشکر اور فوجی انبوہ زیارت سے بہرہ یاب ہو چکے گا۔ اس وقت چلیں گے اس عرصہ میں سلطان فیروز شاہ نے میر ماہؒ سے دریافت کیا کہ کچھ حضرت سلطان الشہداء کی کرامت بیان فرمائیں حضرت میر ماہ کو اللہ تعالیٰ نے عرفان کلّی عطا فرمایا تھا۔ اسکا جواب دیا کہ اس سے زیادہ اور کون سی کرامت چاہتے ہو کہ تم سا دارائے جہاں حکمراں اور مجھ سا فقیر دربانی کر رہے ہیں۔ سلطان فیروز شاہ بھی عشق کی چاشنی رکھتا تھا اس جواب سے بہت مسرور اور محظوظ ہوا شمس سراج واقعہ نویسِ سلطان فیروز شاہ تغلق نے مقدمۂ اول کی پانچویں قسم میں لکھا ہے کہ خدا کی عنایت سے سلطان فیروز شاہ تغلق کو علی الدین نواسۂ شیخ فرید الدین مسعود اجودھنی سے ارادت تھی۔ فقراء کی خدمت کا شوق تھا بتاریخ ۱۳ ہجری میں حضرت سلطان الشہداء کے مزارِ اقدس کی زیارت کی اور چند روز قیام کیا۔ ایک شب حضرت سیّد سالار مسعود غازی نے سلطان فیروز شاہ کو خواب میں یہ بشارت دی یعنی روئے مبارک پر ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا کہ عالمِ پیری قریب ہے وقت کو ہاتھ سے نہ دے آخرت کی فکر چاہیئے۔ پھر آخر عمر میں سلطان نے اپنا سر منڈا دیا۔ اور صاحب منتخب التواریخ نے لکھا ہے کہ سلطان دہلی میں آیا اور تواسے کو تخت سلطنت پر بٹھا کر خود گروہ صوفیا میں داخل ہو کر حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پاک کے پائینتی گوشہ نشین ہوا۔ اس روز محبت فیروز شاہ کی وجہ سے اکثر اراکین و خدام مملکت نے بھی سر منڈایا اور گوشہ نشین ہوئے۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر اشرف رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوب ۳۲ میں لکھا ہے کہ سادات بہرائچ نہایت مشہور النسب میں سیّد ابو جعفر میر ماہ سے مجکو نیاز حاصل تھا آپ نہایت اہلِ دل اور صاحب تقویٰ تھے۔ ایک بار طوافِ مزار منبرکہ سیّد سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ میں روحانیت سلطان الشہداء و حضرت خضر علیہ السلام و سید میر ماہ رحمتہ اللہ علیہا در یک مجلس میں تھے۔ اکثر حالات مشائخ و مقالات شیوخیہ خضر علیہ السلام سے بطور استفسار ذکر آیا اس زمانے میں حضرت خضر علیہ السلام کے دانت ساتویں بار جمے تھے سبحان اللہ

حضرت سیّد امیر ماہ رح کی بابت تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب آپ درگاہ شریف جاتے تھے تو اپنا پورا قدم زمین پر نہ رکھتے تھے بلکہ انگوٹھوں کے بل چلتے تھے اور پھر آپ کو افسوس تھا کہ اکثر لاشوں پر انگوٹھا پڑتا ہے۔ آپ حضرت امام جعفر صادق رحؒ کی اولاد امجاد سے ہیں اور سید افضل الدین ابو جعفر آپ کا نام نامی ہے۔

عجب محبت تھی۔ میر علی قوام رحمت اللہ علیہ نے اپنے ملفوظ میں لکھا ہے کہ حضرت میر خلفاء کمال نے شل شاہ موسیٰ کو یہ وصیت فرمائی کہ واسطے قربِ احدیت کے روحانیت سلطان الشہداء کی رجوع لاکر اپنا امام جانو کہ روحِ پاک اُنکی شل خورشید عارفوں پر روشنی ڈالتی ہے اکثر اولیاء روحِ پاک سے فیض پاتے ہیں عاقل کو اشارہ کافی ہے۔

واقعہ میر سلطان قدس اللہ سرہٗ العزیز۔ شیخ مرتضیٰ نواسۂ خواجہ مصلح الدینؒ ملفوظات حضرت میر سلطان قدس اللہ سرہٗ العزیز میں لکھتے ہیں کہ میر سلطان دہلی میں حوض شمسی کے قریب ایک پرانی قبر میں جو اندر سے خالی تھی بارہ سال گزار کر باہر بیٹھے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کوڑھی مریض جا رہا تھا اور دفعتاً ایک سوار ظاہر ہو کر اس کوڑھی کو چابک سے مارتا ہے اور میر سلطان کو اے درویش کہہ کر آواز دیتا ہے اور کچھ نہیں کہتا ہے اور چند چابک اس مریض کے مارتا ہے ایسے کہ وہ گر کر تڑپنے لگتا ہے اور پھر تندرست ہو کر چل دیتا ہے جب وہ بیمار تندرست ہو کر چلا جاتا ہے پھر میر مذکور سے خطاب ہوتا ہے کہ اے قطبِ جہانگیر چونکہ تین بار اس خطاب سے مخاطب فرمایا کہ عالم ظاہر میں کسی نے نہیں فرمایا تھا اسلئے میر مذکور نے ملتجی ہو کر عرض کیا کہ آپ کون بزرگ ہیں۔ میں نے جناب کو نہیں پہچانا۔ تو فرمایا کہ میں وہ شخص ہوں کہ نمک ولایت ہر کسی کی دیگ میں میرے ہاتھ سے پہونچتا ہے اور مجکو سالار مسعود کہتے ہیں۔ اور میرا مقام بہرائچ ہے۔ عزانامہ مسعودی میں یہ بھی لکھا ہے کہ میر سید سلطان بہرائچ میں تشریف لائے اور روحِ مبارک سے فیضیاب ہو کر ولایت کا درجہ پایا۔ صاحب مرات مسعودی نے لکھا ہے کہ صدہا تصرفات جو فقیر کے سامنے جاری ہوئے وہ اگر لکھے جائیں تو پورا دفتر ہو جائے اٹھارہ ہزار عالم پروانہ وار روضۂ مبارک پر نثار ہے۔ ہزاروں فیض باطنی سے مالا مال ہوتے ہیں اور ہر کامیاب پکار پکار کر زبانِ حال سے یہ کہتا ہے۔

ہر بلا سے ہے رہا خلد کے گلزار میں ہے
بی بی زہرہ کی نظر سے کوئی دیکھے تجھکو — جو گرفتار ترے گیسوئے خمدار میں ہے
حسنِ صورت نے سکندر کو کیا دیوانہ — کیا کرامت کی ادا حسنِ طرحدار میں ہے
اسپ نیلی کو بھی کیا قرب ملا ہے کہ مزار — جلوۂ حق ترے آئینہ رخسار میں ہے
کیوں نہو تیں سگِ سنگل میں صفات قطمیر[1] — نعل دروازہ کے اندر ترے دربار میں ہے
کیوں نہ پڑھتے تری توحید کا کلمہ۔ لاکھوں — عمر گزری ہے کہ یہ خدمت سرکار میں ہے
دوئی کی کاٹ کا جوہر تری تلوار میں ہے

سلہ: قطمیر نام سگِ اصحاب کہف۔

کانپ جاتے ہیں ترے نام کو سن کر شہ زور — آج تک دھاک تری لشکر کفار میں ہے
جذب ہو جاتی ہے ہر دیکھنے والے کی نگاہ — کس قیامت کی کشش جلوۂ دیدار میں ہے
لینے والا ہو تو ملتی ہے یہاں ہر نعمت — کیا کمی بارگہِ سید سالار میں ہے
مسٹر اٹونس بہادر[1] کو گورنر کر دے — کیا کمی سید غازی تری سرکار میں ہے

میرے اقبالؒ کا ہو نیرِ اقبال بلند
ملتجی دیر سے اکبر ترے دربار میں ہے

سلطان محمد تغلق کا حال

تاریخ فیروز شاہی تصنیف شیخ ضیا برنی میں لکھا ہے کہ جب سلطان محمد تغلق نے عین الملک کے فساد سے فراغت پائی تو بانگر مئو سے حضرت سلطان الشہداء کی زیارت کے لئے آیا ہے تو مجاوروں کو بہت کچھ مال و زر دے کر دہلی لوٹ گیا ہے۔ غرضکہ اکثر بادشاہوں نے مزار شریف کی زیارت سے فیض ظاہری و باطنی پایا۔

ابن بطوطہ سیاح کی روایت۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ جب محمد شاہ تغلق عین الملک کی بغاوت کے بعد بانگر مئو سے بہرائچ آکر سید سالار مسعود غازیؒ کے مزار پر حاضر ہوا تو مزار کا دروازہ صرف ایک تھا اور اسقدر تنگ تھا کہ ہجوم خلائق کی وجہ سے ابن بطوطہ اور بادشاہ اندر نہ جا سکے بلکہ باہر سے فاتحہ خوانی کی متعدد تواریخ سے معلوم ہوا کہ محمد شاہ تغلق ۱۳۴۰ء اور ۱۳۴۲ء کے درمیان بہرائچ آیا۔ ایک مقامی روایت یہ ہے کہ موجودہ عمارت میں سے سنگ مرمر کا اندرونی حریم سہ دری اور مزاروں کے سامنے کا دالان اور سنگ مرمر کا فرش چھوڑ کر بقیہ عمارتیں یعنی اندرونی مساجد اور مزار شریف کے اوپر کا گنبد اور اندرونی احاطہ کے زائرین کی کوٹھریاں اور وہ دروازہ جسکو نعل کا دروازہ کہتے ہیں فیروز شاہ تغلق نے تعمیر کرائے۔ (از حیات مسعودی)

نقل حضرت راجی سید نور مانک پوری

حضرت شیخ محمدی فیاض سے روایت ہے کہ قطب الوقت حضرت راجی سید مانکپوری کے اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی اس لئے انکی زوجہ نے نیت کی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا تو معہ فرزند

سلہ: ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر دام اقبالہٗ سلہ: پریسیڈنٹ صاحب بہادر دکمشنر اوقاف۔

کے واسطے زیارت حضرت سلطان الشہدا بہرائچ جاؤں گی حضرت موصوف کی باطنی امداد سے اللہ تعالیٰ نے اُسے فرزند عطا فرمایا جسکا مبارک نام رکھا حضرت سید صاحب کو مستورات کی روانگی میں عذر تنگدستی پیش آیا اور اسی رنج و ملال میں مبتلا تھے کہ ایک رات انکے حجرے میں حضرت سلطان الشہدا، رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ اپنے فرزند کو ہمارے سامنے لاؤ اسکی حاجت نہیں کہ آپ کے اہل بیت بہرائچ جانے کی تکلیف اٹھائیں یہ کرم دیکھ کر راجی سید نور اٹھے اور سید مبارک کو حضرت کے قدموں پر لا ڈالا حضرت سلطان الشہدا، نے انکے واسطے بہت سی دعائیں کیں اور جب تشریف لے چلے تو ایک مرد ننگے سر ننگے پاؤں حضرت سلطان الشہدا کی گھوڑی پکڑے ہوئے دیکھ کر راجی سید نور نے دریافت کیا کہ حضرت کون شخص ہے حضرت نے فرمایا کہ یہ سکندر دیوانہ ہے۔ زندگی میں بھی ہمارے ساتھ رہا اور اب بعد شہادت بھی ہمارے ساتھ ہے پھر تشریف لے گئے۔ جسکو خدا اپنا دوست بنالیتا ہے مخلوقات کو اس پر مبتلا کر دیتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمت اللہ علیہ کے ایک مرید نے حضرت یحییٰؒ منیری سے دریافت کیا کہ یہ کیا قاعدہ ہے کہ ہر ملک اور ہر شہر میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی قبر بنالیتے ہیں حضرت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تصرف کمالات حضرت کو عطا فرمایا ہے کہ اگر تمام دنیا ہر گھر میں حضرت کا مزار بنالے تو حضرت ہر جگہ موجود ہوں اور ہر گھر میں فیض پہنچائیں۔ سب سے پیاری ہر شخص کو اپنی جان ہوتی ہے جو ایسی پیاری چیز کو خدا کی راہ میں قربان کردے وہ کیوں نہ خدا کا محبوب ہوگا۔ چونکہ سید صاحب نے بکمال شوق عین مشاہدہ جمال پروردگار میں جان قربان کی ہے اس لئے ہر روز تازہ کرامت تازہ ظہور تازہ شوق تازہ ذوق تازہ عشق تازہ سوز اس محبوب رب العالمین کے روضۂ اقدس پر جلوہ افروز ہے

مزاراتِ شہدا،

درگاہ شریف موضع سنگھا پراسی کی اراضی میں ہے اور بہرائچ کے شمال شمال و مغرب شمال و مشرق کے وسیع میدانوں میں اور شہر میں ان خدا کی راہ میں قربان ہونے والے جان باز شہیدوں کے مزارات ہیں۔

چپے چپے پر مزاراتِ شہیداں دیکھئے — دید کے قابل ہیں بہرائچ کے میداں دیکھئے
ہر طرف ہے بارش انوار عرفاں دیکھئے — بارگاہِ سید سالار ذی شاں دیکھئے
ہے علی کے چاند کا دربار اس دربار سے — ذرے ذرے میں ضیائے مہر تاباں دیکھئے

کانپتی ہے ہیبت حق سے نگاہ زائریں
جان کی قربان خدا کی راہ میں اسلام پر
ان کا دیکر واسطہ خالق سے مقصد مانگئے
دیکھئے آپ کے ہوتے ہیں کل امراض دور
میں ہوں مشکل میں نظر ہے آپکی مشکلکشا
کس کی لیتا ہے بلائیں کس پہ ہوتا ہے نثار
بڑھتے جاتے ہیں عقیدے انکے پا پا کر مراد
مسجدیں، دار الشفا، مہمان خانے، مدرسے
دل کشا در، دل ربا تعمیر، دل کش جالیاں
وہ درِ زنجیر پہ شہنائیوں کے زمزمے
محفل میلاد، بزم وعظ، وجد صوفیاں
ہوٹلوں کی زیب، میلے کی نمائش، خیمہ جات
لنگر میں نعمت ہائے الواں کھایئے
پہلے تو سعیٔ منیجر ممبروں کی کوششیں
دیکھئے آپکے بڑھ جاتے ہیں عز و وقار

قبر پہ رعب و جلالِ شیر یزداں دیکھئے
ہند میں انکے کئے لاکھوں مسلماں دیکھئے
غیب سے پھر اپنے اس مقصد کے ساماں دیکھئے
میرا حالِ زار سلطان شہیداں دیکھئے
میری جانب یادگارِ شاہ مرداں دیکھئے
یہ مرا دل ہاتھ میں لیکر مری جاں دیکھئے
ہندوؤں سے گھٹتے جاتے ہیں مسلماں دیکھئے
کیا کمیٹی نے کئے راحت کے ساماں دیکھئے
اک طرف بستی تو دو جانب گلستاں دیکھئے
یہ چمن میں زینتِ گلزار رضواں دیکھئے
عرس میں قوالیوں کی رنگ رلیاں دیکھئے
بمبئی بازار، کلکتے کی دوکاں دیکھئے
جائے روضہ پہ نور پاک سبحاں دیکھئے
پھر پریسیڈنٹ کے کارنمایاں دیکھئے
جاں نثار اقبال کو یا شیر یزداں دیکھئے

آپ کو اکبر جو اُن کی حسرتِ دیدار ہے
بند کیجئے آنکھ اپنے دل میں پنہاں دیکھئے

داستان پنجم مرات مسعودی

جو کہ ہند کی ولایت کفر کی تاریکی سے تن بے روح کی طرح بے رونق تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ نورِ اسلام سے رونق بخشے۔ پس وجود باوجود حضرت سلطان الشہدا کا کہ ظاہر و باطن میں روح کی طرح لطیف تھا۔ اس سے اس ولایت ہند کو منور فرمایا جیسے جسم حضرت آدم علیہ السلام کا بے کار و بے حس پڑا تھا کوئی نہ پوچھتا تھا۔ جب روح اس میں پھونکی گئی پہلے اس کے دل میں پہونچی اس کے بعد نیچے ناف کی برابر آکر قیام کیا اسوقت چھینک آئی تو روح تمام جسم میں پھیل گئی۔ زندہ ہوئے اور رونق آگئی۔ فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اسی طرح قسمت کے حساب سے ولایت ہند کی زمین کی ناف ستر کھ ہے

اور ملک اضلاعِ زیرینِ ولایت کے پاؤں ہیں۔ پس سلطان الشہداء نے روح کی طرح اضلاع بالا کی طرح سے آکر دہلی کو فتح کیا تو ولایت ہند کے دل میں قرار پکڑا اس کے بعد ستر کھ ہند کی ناف میں پہونچے پھر نافِ ہند کی برابر بہرائچ میں قیامت تک کے لئے قیام فرمادیا۔ اور اپنے استاد شہیدِ اکبر حضرت سیّد ابراہیم صاحب بارہ ہزاری کو ریواڑی اور دہند گڈھ ضلع اجمیر کی ولایت حسب الحکم جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائی۔ پھر تمام وابستگانِ دامنِ دولت کو ولایت کے اعضائے وجود میں جگہ عنایت کی۔ جنکے نورِ شہادت سے ہزاروں گاؤں قصبے شہر روشن ہیں۔ اسوقت سے تمام ولایت ہند کی مشرق سے مغرب تک نورانی ہو گئی اسلئے وہ ولایت ہند کی روح ہیں تمام مخلوقات انکے متبرک آستانے پر جبیں سائی کرتی ہے۔ حافظ

برزمینیکہ نشانِ کفِ پائے تو بود سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

فی الحقیقت ایسے شیروں کے شیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہند کی ولایت کو اجمیر حرمین شریفین کے یہ رتبہ عطا فرمایا ہے کہ کسی ولایت کے حصے میں نہیں آیا۔

حضرت کے عادات

انکا ظاہر و باطن یکساں تھا ورنہ شاید اسوقت جبکہ محمود غزنوی نے انکو ہندوستان چلے آنے کا اشارہ کیا وہ اپنی ناخوشی کا اظہار نہ کرتے ایسا آدمی ہمیشہ صاف گو ہوتا ہے اور سچ بات کے اظہار سے کبھی دریغ نہیں کرتا خواہ وہ کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو۔ وہ نہایت بہادر اور شجاع تھے ورنہ ایک ایسے شخص سے جس نے بچپن عیش و عشرت میں گزارا ہو یا ایسی حالت میں گذارا ہو کہ ان کی بالک ہٹ کو پورا کرنے کے لئے چاروں طرف خدام موجود تھے یا بادشاہ کے مقرب اور عزیز افسر کا اکلوتا بیٹا ہو کوئی تعجب نہ ہوتا اگر وہ آرام طلب سست یا بزدل ہوتے۔ مگر بقول شخصے "ہونہار برداکے چکنے چکنے پات۔" تیرہ چودہ سال کی ہی عمر میں انہوں نے ہاتھ پیر نکالے اور اپنے بل بوتے پر پرُ ہیبت پہاڑوں، خطرناک دریاؤں صدہا میل کی مسافتوں، مخالفین کی رکاوٹوں اور سب سے بڑھ کر ناتجربہ کاری کی مصیبتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے تبلیغ کی کٹھن راہ میں چل کھڑے ہوئے اس سے زیادہ بہادری اور مردانگی کیا ہو سکتی ہے پھر بہرائچ کی لڑائیوں میں جاں نثار رفقار نے اُن کے سامنے میدان میں بے یار و مددگار وطن سے دور غیر کفو کے جھرمٹ میں تڑپتے ہوئے

اپنی جانیں دیں معمولی قلب اور ہمت کے آدمی کے لئے یہ خوفناک منظر کافی تھا مگر جب ان کے ساتھیوں کی تعداد ایسی رہ گئی جیسے آٹے میں نمک تو بھی وہ یہی کہتے رہے کہ "ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔" کلمۃ اللہ کے بلاغ سے اس وقت بھی منہ نہ موڑا۔ اس سے اُن کی ہمت و استقلال کا پتہ چلتا ہے باوجود اس کے کہ وہ اپنے اچھے برتاؤ اور خوش خلقی سے صدہا ساتھیوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے اور پروانوں کے لئے ایک شمع بنے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی خودداری سے کام نہ لیا۔ حالاتِ مندرجہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مشکل اور نازک موقعوں پر ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور مشورے پر چلے وہ اسبات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ۔ نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ؎ کہ جاہا سپر باید انداختن۔ اگر ایسا نہ کرتے تو وہ شاید بہرائچ کے ہندو راجاؤں کو صلح و آشتی کا پیام نہ دیتے اور انکے اس اصرار پر کہ سیّد سالار مسعود غازی بہرائچ سے چلے جائیں یہ جواب دیتے کہ عارضی صلح کا عہد نامہ کر لیا جائے اور وہ شکار کھیلنے کے بعد چلے جائیں گے۔ باوجود اس جاہ و جلال اور حکومت کے انصاف کو انہوں نے کبھی ہاتھ سے نہ دیا اور جب راجگان میرٹھ اور قنوج نے انکے ساتھ نرمی اور انسانیت کا برتاؤ کیا تو انہوں نے بھی اُن راجگان سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی بلکہ آگے بڑھ گئے اور اسی صفت کی جھلک اس جواب میں نظر آتی ہے جو انہوں نے کوہ حملہ کے زمیندار جوگی داس کو بھیجا تھا۔ البتہ جب وہ مجبور ہو گئے تو سیاسی ضرورتوں اور عدل کی بنا پر بعض دفعہ اپنے یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ زیادتی اور سختی کرنے والوں کو سزا ضرور دی جیسے کہ قصبہ راول کے راجہ شیو گن والے قصے سے ثابت ہے بلکہ یہ سمجھتے ہوئے کہ عدل سے فضل کا درجہ بالا تر ہے اور جبکہ سیاسی ضرورتیں مجبور نہ کریں تو بجائے سزا کے چشم پوشی اور عفو زیادہ کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ بعض مرتبہ سیّد صاحب موصوف نے اس اصول کو مدِ نظر رکھا جیسا کہ حجام جو زہر آلود ناخن گیر بغرض ہلاکت لایا تھا اور اسکی سفارش باپ سے کی کہ اس گستاخ حجام کا جو دوسروں کے کہنے میں آگیا قصور معاف کر دیا جائے۔ پھر سیر چشمی اور فیاضی ان کی خاص عادت تھی یہاں تک کہ جو ملا ہمیشہ ساتھیوں کی نذر کیا اور قبل شہادت آپ نے اپنے پاس جو کچھ تھا وہ خیرات کر دیا۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر ایسی حالت میں انسان سیر چشمی اور فیاضی سے کام نہ لے تو کوئی اسکے پاس پھٹکے بھی نہیں غالباً یہی وجہ تھی کہ مرکزی حکومت سے دوری اور اس سے امداد ملے بغیر کافی جماعت سیّد صاحب کے ساتھ ہو گئی تھی ممکن ہے کہ خیال کیا کہ لوٹ مار کا لالچ اور دولت کمانے کی ہوس تھی جو جوق جوق جنگجو لوگوں کو انکی خدمت میں لائی۔ مگر یہ خیال اس لئے غلط پاتا ہے کہ لوٹ مار، غارت گری اور

آتش زدگی کے کوئی حالات ہم کو مرآت مسعودی یا دیگر تاریخوں میں نہیں ملتے ان کی ایمان داری، انصاف، راست بازی اس واقعہ سے بخوبی ثابت ہے کہ جب انکو غلّہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو مفت نہیں لیا بلکہ قیمت ادا کی اور باوجود فروخت کرنے والوں کے اصرار کے پیشگی ادا کی۔ ورنہ جنگ کی حالت میں تو فوج کا پیٹ ہر طریقے سے بھرنا دنیا نے جائز رکھا ہے دنیاوی دولت کی ناپائیداری اور دنیاے دوں کی بے ثباتی وہ اچھی طرح جانتے تھے۔ ورنہ وہ اپنے رفیقوں کے اس مشورہ کو نہ ٹھکرا دیتے کہ مرکزی حکومت کی دوری دیکھتے ہوئے انکو خودمختار بن جانا چاہیئے اگر وہ ایسا کرتے تو مرکزی حکومت کو احمد نیال تگین یا دوسرے افسروں کی طرح زیادہ دق اور پریشان کر سکتے تھے۔ مگر اسکا کبھی خیال بھی نہ آیا بلکہ یہی فرمایا کہ سلطنت بادشاہ کو مبارک رہے اور غالبًا یہی وجہ تھی کہ سلطنت نے کبھی تعرض نہیں کیا انکی رواداری اور تعصب سے بریت اس روایت سے بخوبی ظاہر ہے کہ جو بالارکھ بیت کے نہ توڑے جانیکی بابت ہے اس میں نہ محض غیر متعصبانہ برتاؤ کی جھلک ہے بلکہ ان کی دوربینی اور مصلحت اندیشی پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ اپنے مذہب کے پابند تھے اور مذہب اسلام نے تعصب کو منع کیا ہے۔ قرآن پاک لا اکراہ فی الدین، یعنی مذہب میں جبر و اکراہ نہیں ہونا چاہیئے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں رواداری کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں بلکہ ایک مثال یہ ہے کہ جب نجران کا عیسائی وفد حضرت رسول خدا کی خدمت میں پولیٹیکل مشن پر حاضر ہوا تو حضرت نے اس کو اپنی مسجد کے صحن میں اپنی نماز ادا کرنے کی اجازت دی۔ اسی طرح بنی امیہ کے خلیفہ ولید اول عبدالملک کے زمانے میں یوحنّا کے گرجے میں جس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا عیسائیوں کو نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ نصف میں مسلمان اور نصف میں عیسائی نماز پڑھتے تھے۔ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں پھر اسلامی مساجد میں تو غیر مذہب والوں کے آنے تک کی ممانعت نہیں ہے۔ بشرطیکہ انکا احترام کیا جائے ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض مسلمان بادشاہوں نے تنگ دلی اور تنگ نظری سے کام لے کر مندروں کو تڑوا دیا اور بعض ہندو راجگان نے مسجدوں کو مسمار کرایا مگر ان حرکتوں سے کسی مذہب یا کسی دھرم پر حرف نہیں آسکتا ورنہ یہ کہا جائے گا کہ ہر ہندو اور ہر مسلمان ایسا ہی ہوگا اس تمام داستان سے مطلب ہمارا یہ ہے کہ خواہ مخواہ حضرت سیّد صاحب رح پر تعصب کا الزام لگانا سراسر

۱ ؎۔ تمدن عرب مصنفہ جوزف سیل جرمن ترجمہ انگریزی مسٹر ایس خدا بخش پٹنوی مطبوعہ کیمبرج صفحہ ۵۸

ہٹ دھرمی ہے۔

واقعات چشم دید

نشان، علم، جھنڈے، چھڑیاں ہزاروں کی تعداد میں مزار پر آتے ہیں۔ یہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو منت ماننے کے لئے لاتے ہیں۔ انکا طریقہ یہ ہے وہ لیکر آئے اور منت مانی اور نشان جھکا کر مزار انور پر سلامی اور کچھ نذر دی اور لپٹ چلے گئے اور وعدہ کر گئے کہ اگر ہماری فلاں مراد بر آئیگی تو اگلے سال ہم یہ نشان خوب دھوم دھام سے حضور میں لاکر چڑھائیں گے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ جنکی مراد پوری ہو جاتی ہے وہ عورتیں اور مرد بڑے باجے بجاتے اور ناچتے گاتے ہوئے آتے ہیں اور مزار مقدس کے سامنے آکر تو اسقدر وجدانی کیفیت ہو جاتی ہے کہ دونوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر ناچتے ہیں اور قربان ہوتے ہیں خوشیاں مناتے اور بلہاری جاتے ہیں کہ جس سے اکثر تماشائیوں کو حال آجاتا ہے اور اکثر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ایک عجیب نظارہ ہوتا ہے جو قابل دید ہوتا ہے نشان یہ بھی ہزاروں کی تعداد میں لائے جاتے ہیں جس سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ جتنے نشان چڑھے ہیں اتنی ہی انکی مرادیں پوری ہوئی ہیں۔

حضرت سیّد سالار مسعود غازی رحمت اللہ علیہ کے دربار میں سنّت مراد مانگنے کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے جو اصولاً ہر مذہب میں جائز ہوگا۔ اسمیں مسلمان تو فیصدی ۲۵ ہوتے ہیں اور دوسری قومیں فیصدی ۷۵ چونکہ مسلمان اپنی نادانی سے اور کٹھ ملاؤں کے انتشار عقائد سے کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا ہم پہلے مذہب اسلام والوں کو بتلاتے ہیں تاکہ وہ بھی بکثرت فائدے اٹھائیں۔ وھو ہذا۔ پاک وصاف باوضو مودب روضۂ اقدس کے سامنے حاضر ہوکر ہدیہ سلام پیش کریں اور فاتحہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں اور خدائے پاک کو مخاطب کرکے نہایت ادب سے خشوع وخضوع کے ساتھ عرض کریں کہ پروردگار اپنے اس پیارے سیّد سالار مسعود غازی کے صدقے میں جس نے اپنی پیاری جان تیری راہ میں قربان کی ہے ہماری فلاں مراد پوری فرما۔ اگر یہ مراد پوری ہوگئی تو ہم نیت کرتے ہیں کہ اتنے روپے یا اتنا کھانا یا اتنے کپڑے یہاں آکر نذر کریں گے تاکہ تیرے مسکین غریب بندوں کو یا بیواؤں یا یتیموں کو فائدہ پہونچے اور اسکا ثواب تیرے خوش کرنے کو اس تیرے لاڈلے سیّد سالار مسعود غازی کو پہونچائیں گے

اہل ہنود صاحبان اپنے پیدا کرنے والے کا نام لے کر عرض کریں والیشور پر ماتما یا بھگوان، عیسائی صاحبان مائی گارڈ کہہ کر۔ غرض جس مذہب والے کو منت ماننی ہو وہ اپنے پیدا کرنے والے کا نام لے کر عرض کرے کیونکہ خدا کے بہت سے نام ہیں اور حضور

قلب سے۔ بہر تا میکہ خوانی سر برآ در۔ باقی مضمون وہی ہوگا جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

انبیا علیہ السلام و اولیاء کرام سے مراد مانگنے کا طریقہ

انبیاء علیہم السلام کے مزارات پر حاضری تو خوش نصیبوں کو ہی ہوتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں اولیائے کرام کے مزارات زیادہ ہیں اسلئے انکے مزارات پر حاضر ہو کر مراد مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی ولی اللہ کے مزار اقدس پر پہونچے تو تازہ غسل و وضو سے حاضری اولیٰ ہے۔ لباس بھی پاک صاف ہو اور اگر میسر ہو تو خوشبو بھی لگائے اور دو رکعت نماز نفل خدا کے واسطے شکرانہ حاضری دربار کہ پروردگار مجھ سے ناچیز کو۔ اپنے ایسے پیارے کے حضور میں حاضر کیا ہے کہ جسکی صحبت ایک ساعت کی سو برس کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے پڑھے اور شکرِ خدا کرے اور اس نماز کا اور فاتحہ پڑھ کر سب کا ثواب صاحب مزار کی روح پاک کو اللہ کے واسطے پہونچائے اور پھر نہایت عاجزی سے عرض کرے کہ خداوند کریم اپنے پیارے اس ولی کے صدقے میں میری فلاں حاجت یا مراد پوری فرما۔ کئی مرتبہ عرض کرتا رہے اور حسبِ مقدور کچھ شیرینی اور لوبان عطر و پھول خوشبویات وغیرہ بھی لے جائے تو اولیٰ ہے اسکا ثواب بھی پہونچائے اور اگر زیادہ نہیں تو خیر دو چار پیسے بھی خدام جاروب کش وغیرہ کو پیش کرے اور اگر زیادہ بن پڑے تو کچھ نقد یا کپڑا یا چادر یا کھانا وغیرہ وہاں کے غربا و مساکین اور حاجت مندوں کو نذرانہ پیش کرے۔ یہ نیت بھی کر سکتا ہے کہ پروردگار اگر میری فلاں مراد پوری ہو گئی تو میں انشاء اللہ تعالیٰ اتنا نقد یا اتنا کپڑا یا اتنا کھانا تیرے محتاجوں کو یتیموں کو بیواؤں کو نذر کروں گا۔ اور اسکا ثواب تیرے راضی ہونے کیلئے اس تیرے پیارے تیرے ولی کو پہونچاؤنگا۔ یہ سب باتیں تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہ یعنی شرعی حدود کے اندر ہیں کیونکہ مصرع۔ کہ بخت آتش وخیر دفع بلاست، یہ خیر و خیرات ہے جو بلاؤں اور مصیبتوں کو دفع کرتی ہے۔

سلطان الشہداء رحمۃ اللہ علیہ سے خواب میں ملاقات کرنیکا طریقہ

جو صاحب ملاقات خواب میں کرنا چاہیں تو چاہیئے کہ پاک و صاف با وضو خوشبو مزار مقدس پر حاضر ہو کر مودبانہ سلام عرض کریں پھر فاتحہ پڑھکر ایصال ثواب کریں۔ پھر مزار کی طرف رخ کعبہ کی طرف پشت آنکھیں بند کر کے دو زانو مودب صاحبِ مزار سے ایسے متوجہ ہو کر بیٹھیں کہ بجز صاحب مزار کے دوسری طرف خیال بھی نہ جائے اور بیٹھکر باستقلال صرف سات بار سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ اور خاموش دل میں یہ تمنا لئے ہوئے کہ یہ غلام حضور کی زیارت کا بیحد آرزومند ہے بیٹھے رہیں جن کو اپنے خلوص اور صفائے قلب پر اطمینان ہے وہ زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ بیٹھیں اور جن میں کمی خیال ہے وہ ایک گھنٹہ بیٹھ کر

اور آخر درود فاتحہ پڑھ کر بعد سلام وہ تمنا لئے ہوئے واپس آجائیں۔ سوتے وقت سات بار وہی عمل مذکورہ پڑھ کر اور میسر ہو تو لباس میں خوشبو لگا کر سو رہیں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ملاقات ہوگی۔ عند الملاقات گفتگو بھی ہوگی جو کچھ کہنا ہو اسوقت کہہ لیں اگر ایک دن میں کامیابی نہ ہو تو دو دن انتہا تین دن میں کامیابی ضرور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ:۔ علاوہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اور جس شہید یا ولی اللہ کے مزار پاک پر یہ عمل کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہوگی۔ یہاں تک کہ اپنے عزیز و اقربا دوستوں پیاروں سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے جو مر چکے ہیں۔ میری طرف سے اس عمل کی سب کو اجازت ہے اس عمل کا تجربہ علاوہ میرے ذاتی تجربے کے دوسرے صاحبان بھی کر چکے ہیں یہاں تک کہ اس بہرائچ میں بھی اسکا تجربہ کرنیوالے بفضلہ موجود ہیں۔

فائدہ در فائدہ:۔ اگر انسان کسی مصیبت یا مشکل میں مبتلا ہو اور یہ عمل مزارات شہداء یا اولیاء اللہ پر مذکورہ بالا قاعدے سے کرے تو علاوہ زیارت کے وہ مصیبت دور ہو جائے گی اور مشکل حل ہو جائیگی **تنبیہ** یہ عملیات کشفِ قبور سے ایک عمل ہے جو اوپر سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے اسکے پڑھنے کے دوران میں جو انکشافات ہوں وہ پردۂ راز میں رکھنے چاہیں مگر اسکے خلاف ہوا تو واردات انکشافات بند اور نقصانات کا احتمال ہے۔

سید الشہداء رحمت اللہ علیہ یا دیگر اولیائے کرام یا شہدائے عظام یا عزیز و اقربا مرحومین سے بیداری میں ملاقات اوپر لکھے ہوئے قاعدوں سے مزارات پر حاضری سلام و فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہو کر جب صاحب مزار سے متوجہ ہو کر سات بار مذکورہ بالا عمل پڑھ کر بیٹھے تو یہ حمت دل میں رکھے کہ حضور سے بیداری میں نیاز حاصل کرنا چاہتے ہیں آنکھیں بند تو صاحب مزار سے لگائے ہوئے کان قطعی ادھر متوجہ ہوں۔ دو چار روز میں کچھ آواز بھنبھناہٹ سی معلوم ہوگی اسکے سمجھنے کی کوشش کرے پھر کچھ روز میں الفاظ کا ظہور ہونے لگے گا اس وقت انتہائی عاجزی و انکساری سے مودبانہ عرض کرے کہ حضور یہ غلام غلامان زیارت کے اشتیاق میں بیحد بیتاب ہے اسی عرض و معروض اور خوشامد در آمد میں جب چالیس روز پورے ہو چکیں گے تو یا تو خواب میں آکر ڈانٹ دیں گے اگر ڈانٹیں تو اپنی بیقراری کی معذرت کر کے معافی مانگنی چاہیئے۔ اگر بر سر رحم و کرم آئیں گے تو جو اقرار مانگیں گے وہ اقرار لیکر وعدہ فرما لیں گے۔ اور جس طرح جس صورت میں جس موقع پر وعدہ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ حسب وعدہ دیدار اور مکالمے سے مشرف فرمائیں گے اور اگر خواب میں منع فرمائیں تو سمجھ لینا

چاہیئے کہ مرضی مبارک نہیں ہے پھر زیادہ اصرار بھی بے ادبی اور گستاخی ہے۔

چند عملیات مجرب بغرضِ نفعِ عوام الناس

بچھو کے کاٹے کا مجرب علاج۔ ذَرَاذِرًا لَطُشْتُم لَطُشْتُمْ جَبَّارِيْن۔ جسکو بچھو نے کاٹا ہو اس کے ہاتھ سے ایک مٹھی نمک لو اور ہر کنکر پر اور جس جگہ کاٹا ہو اس جگہ پر یہ آیت پڑھ پڑھ کر دم کرتے جاؤ اور نمک کی کنکریاں اس موقع پر جہاں کاٹا ہے آہستہ آہستہ مل کر الگ رکھتے جاؤ اسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ شوزش کم ہو جائے گی۔ پھر وہ سب نمک کی کنکریاں کنوئیں میں ڈال دو۔ اُدھر نمک پانی میں گلے گا اُدھر شفا ہو گی۔

صرع یعنی مرگی۔ خواص بندق یعنی ریٹھا کے فوائد۔ ریٹھے کے چھلکے کا سفوف پانی میں ملا کر جسوقت دورہ پڑے چند قطرے ناک میں اور باقی حلق میں ڈال دو فوراً انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو گی۔

دردِ جسم۔ ریٹھے کا سفوف جسم کے جس حصے پر درد ہو پانی میں ملا کر لیپ کر دو درد غائب ہو گا

وجع المفاصل یعنی گٹھیا۔ ریٹھے کا سفوف پانی میں ملا کر پلا دو۔ سل کے لئے بھی سفوف ریٹھا پانی میں ملا کر پلا دو

ضیق النفس یعنی دمہ۔ ریٹھے کے چھلکے چمچے میں آگ پر رکھ دو جب راکھ ہو جائے شہد خالص میں ملا کر چٹنی بنا لو اور دمہ کی زیادتی کے وقت تھوڑی تھوڑی چاٹو۔ پھوڑے دنبل وغیرہ پر اسکا لیپ مفید ہے یا قرص بنا کر زخم پر باندھیں اگر زخم میں مواد جاری ہے تو خشک چھڑکیں۔

بواسیر:۔ سفوف ریٹھا ۳ ماشہ بعد طہارت کے لگائیں۔ مارگزیدہ کو سفوف ریٹھا پانی میں گھول کر پلائیں اور یہی سفوف تیز گرم پانی میں ملا کر زخم مارگزیدہ پر لگائیں۔

عمل برائے نارو۔ بچوں کے چیخنے۔ بقید عورات۔ حیوانات أَذْ أَمْرًا أَمْرًا كُهْلًا كَهِيمًا أَرْ حَمَا تَرْحَمَا دُ أُمْ مَتَ نَهْتَ سُوَا بَا أَخْمَرَ تَمَرْ غَمَرْ حَقَرْ غَمَرْ غَمَرْ

نارو کے لئے گرم پانی لے کر مریض کے ہاتھ سے ایک مٹھی نمک اس میں ڈلوا دے اور عمل مذکور کو سات بار پڑھ کر زور سے چلّو نارو پر مارے اور ہر بار بقیہ کے قطرے مریض کے منہ پر مارے اسی طرح سے تین بار یہ عمل کیا جائے تا کہ یہ عمل اکیس بار پڑھا جائے۔

بچوں کے چیخنے۔ علی الصباح قدرے گڑ اپنے منہ میں رکھ کر اور نیم کی ٹہنی ہاتھ میں لے کر بچے کو اکڑوں یا پاؤں پر بٹھا کر عمل مذکور تین تین بار پڑھ کر نیم کی ٹہنی سے جھاڑ دے تا کہ عمل مذکور نو

بار ہو جائے۔ اور منہ میں جو گڑ ہے اُسے کھالے اور ایک انگلی اس بچے کو چٹا دے اگر ہندو کا بچہ ہے تو اس بچے کے سامنے تھوک دے۔

تھنیلہ۔ سونٹھ کی تین گرہ لے کر ہر گرہ پر سات سات مرتبہ عمل مذکورہ پڑھ کر دم کرے پھر تینوں گرہ کنوئیں میں ڈال دے۔

دردِ گردہ۔ ایک جھینگر کو گڑ میں لپیٹ کر گولی بنالے اور اس گولی کو نگلجائے درد فوراً جاتا رہیگا۔

عمل برائے عقیمہ یعنی استقرارِ حمل۔ ۷ تاریخ سے ۱۲ تک متواتر دتروں سے پہلے اس عمل کو پڑھے یٰسین شریف شروع کرے ہر مبین پر تین بار رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْن، اسکے بعد ۳۳ مرتبہ یاأکرمَ الثقلین یا کثیرَ النورِ یا جدلی بجودِکَ وَأرضِنِی برضاکَ، تھوڑی سی کچی کھانڈ عقیمہ کے ہاتھ پر رکھ کر پڑھے اور دم کرے اور زبان سے چٹوادے اگر پہلے ماہ میں امید قائم نہ ہو تو دوسرے یا تیسرے ماہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور قائم ہو جائے گی۔

برائے ہر عقدۂ لاحل۔ شب کو بارہ بجے کے بعد باوضو دوگانہ پڑھے پھر سر برہنہ ایک ہزار مرتبہ یہ شعر پڑھے ؎ ساماں شتاب کردے مرے دل کے چین کا؛ پروردگار واسطہ خونِ حسین کا۔ اوّل و آخر سات سات مرتبہ درود شریف پیش کرے پھر سجدے میں جا کر دعا مانگے انشاء اللہ تعالیٰ مشکل حل ہو جائیگی۔ لیکن پہلے سے یہ نیت بھی کہلے کہ پروردگار اگر میری فلاں مشکل آسان ہو جائے گی تو میں اتنے مساکین کا کھانا پکوا کر اس کا ثواب مشکل کشا علی اور تمام اہل بیت و امام حسین علیہ السلام کو پہونچاؤں گا اور مشکل حل ہوتے ہی جتنے مساکین کھلانے کی نیت کی وہ حسب وعدہ پورا کرے۔

سانپ کے کاٹے اور مرگی کو اکسیر ہے۔ بچھو سیاہ ایک۔ ہزار پاکنہ یعنی کنکھجورا جس کا منہ سرخ ہو ایک۔ پھٹکری نیمکوب یکتولہ تینوں کو ایک آبخورہ میں گل حکمت کر کے دس سیر پاچک صحرائی (آرنے) میں کشتہ کر لے اور لعل جانور جو ہوتا ہے اس کے خون میں کھرل کر کے شیشی میں رکھ چھوڑے جسوقت مرگی کا دورہ پڑے یا کسی کو سانپ نے کاٹا ہو شیشی کا منہ کھول کر سیدھے نتھنے میں سنگھا دیا جائے اور گیہوں کی نالی سے پھونک کر دماغ میں پہونچا دیا جائے دو تین چاول زرد زرد پانی ناک سے تقاطر ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو گی۔

مرگی کے لئے مجرب۔ مولانا غوث علی شاہؒ کا آزمودہ۔ کچھوے کی گردن کا خون باندازہ دو تولہ جو کا آٹا دو ڈھائی تولہ گوندھ کر اکیس گولیاں بنالو اور ایک ایک گولی علی الصباح کھلاؤ اکیس روز میں انشاء اللہ تعالیٰ فضل ہو گا۔

سانپ کے کاٹے کو اکسیر۔ حروف آبی کاغذ پر لکھ کر نگل جائے وہ حروف یہ ہیں۔

ر ج ز ک س ق ث ظ ،

درودِ ماہی۔ سانپ، بچھو، سگِ دیوانہ، شغال دیوانہ، درد قولنج ہر مہلک مرض کی دافع ہے
اللھم صلِ علی محمد خیر الخلائق وافضل البشر وشفیع الامت یوم الحشر والنشر وصلی علی محمد بعددِ کلِ شیئ معلوم لک بارک وسلم وصل علی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی کل ملائکۃ المقربین وعلی عباد اللہ الصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ یہ درود ہر دکھ ہر درد کے لئے بارہ بارہ بار پڑھ کر دم کرنا مفید ہے اور سانپ، بچھو، سگِ دیوانہ، شغال دیوانہ وغیرہ کے لئے بارہ بار ذرا سے پانی پر دم کرکے کچھ پلائے اور کچھ چھینٹا دے انشاء اللہ تعالیٰ فوراً شفا ہوگی۔

درودِ حضوری۔ جس کے پڑھنے والے کی دو سو مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ صلی اللہ علی النبی الامی وآلہٖ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وّسلاماً علیک یا رسول اللہ۔ یہ درود حضوری ہے۔ مدینہ رو کھڑے ہوکر نہایت ادب سے ایک سو بار پڑھے اور بعد ختم ہر مراد اس صورت سے مانگے کہ ایک بار صرف ایک مراد عاجزی سے مانگے اور پھر ایک بار درود حضوری پڑھ لے۔ پھر وہی مراد مانگے اور پھر ایک بار درود حضوری پڑھے اسی صورت سے ہر مراد تین بار سے کم نہ مانگے بلکہ زیادہ جاہے جتنی دیر مانگتا رہے۔

جب مراد مانگ چکے تو دوسری مراد بھی اسی صورت سے مانگے یہ اثر ہے اس درود شریف میں کہ قریب ختم آنسو جاری ہوجاتے ہیں اور بعض وقت حضوری ہوجاتی ہے یعنی خود حضور نظروں کے سامنے جلوہ افروز ہوجاتے ہیں۔ اس کے پڑھنے والے کی دو سو مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ لیکن کوئی مراد ایسی نہ مانگے جو خلاف قانونِ شریعت ہو یعنی کسی کی ایذا رسانی یا نقصان دہی یا تباہی وبربادی وحرام کاری وغیرہ پر مبنی ہو مجھ مولف کتاب ہذا کی عمر کا اب چونکہ آخیر حصہ ہے اس لئے عام لوگوں کے سامنے اپنے ۵۰ سالہ سیاحی کے تجربات پیش کردئے ہیں۔ خدائے پاک ان عملیات کے عاملین کو نفع پہونچائے آمین میری طرف سے سب کو اجازت ہے کیونکہ قبر میں ساتھ لے جانے سے پبلک کو فائدہ پہونچانا ہزار درجہ بہتر ہے۔

آپ بیتی

اب ہم اپنے بالے میاں، نوجوان بہادر مجاہد ہند، مبلغ اسلام، عالم باعمل کامل اکمل، آلِ نبی اولادِ علی، محبوبِ باصفا، ولی خدا، سلطان الشہدا حضرت سید سالار مسعود غازی غزنوی رحمت اللہ علیہ کے چند مختصر تصرفات زمانہ حال کے بعد تحقیق و تصدیق پیش کرتے ہیں۔ زمانۂ میلہ ۱۹۲۷ء میں ناچیز مولف ہمراہ پریسیڈنٹ صاحب بہادر کوٹھی درگاہ شریف میں مقیم تھا کہ قصبہ فخرپور سے ایک جلسہ کے لئے طلبی ہوئی اپنے لڑکے فصاحت علی خاں اور دیگر ہمراہیان سے کہا کہ میرے بستہ میں ایک جوڑا پارچہ مع عمامہ کے باندھ دو وہاں جاکر کپڑے بدلوں گا اور جس حال میں تھا اسی حالت میں مع ہمراہیان سوار ہوگیا۔ وہاں پہونچکر جب شرکت جلسہ کے لئے کپڑے بدلنے چاہے اور بستر کھولا گیا تو وہ کپڑے ندارد تھے اور سب ہمراہیان تشویش و تفتیش میں مبتلا ہوگئے۔ مجبوراً جس حال میں تھا اسی حال میں جلسہ میں شریک ہوا۔ صبح کے وقت واپس آکر درگاہ شریف میں تلاش کرائے پھر کوٹھی جھنگا گھاٹ نان پارہ جائے قیام پر آگیا اور تلاش کیا گیا مگر کپڑے نہ ملے رات کو بعد نماز عشاء حضور میں حضرت سید صاحب کے عرض کیا کہ حضور ہزاروں لاکھوں اس بارگاہ میں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوکر جاتے ہیں۔ اور ایک ہم ہیں کہ چھ ماہ سے حضور کی خدمت حالات نگاری اور مداحی میں مہمان ہیں۔ ہمارے گم شدہ پارچہ اگر مل جائیں تو ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ ۵ر کی شیرنی پر فاتحہ حضور دلاکر اللہ کے واسطے تقسیم کر دیں گے۔ یہ نیت کرکے سورہا۔ صبح کی نماز کے بعد وظیفے میں تھا کہ ایک اجنبی شخص آئے اور وہ کپڑے سب میرے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ لیجئے یہ آپکے کپڑے ہمارے یہاں رہ گئے تھے۔ میری نگاہ ان کپڑوں کی دیکھ بھال کی طرف متوجہ ہوئی اُدھر وہ غائب ہوگئے کہ اور کچھ میں دریافت نہ کرسکا۔ پھر ۵ر کی شیرنی پر حسب وعدہ فاتحہ دلاکر تقسیم کی گئی۔ غرض سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غریب نوازی بیان سے باہر ہے

بیان منشی عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسۂ مسعودیہ درگاہ شریف بہرائچ جو کتاب ہذا کی تحریر میں معاون رہے۔ کہتے ہیں کہ عرصہ تیس سال سے کچھ زائد ہوا کہ میرے والد مسمی

خدا بخش مرحوم افلاس کی مصیبت میں مبتلا تھے اور حضرت سید صاحبؒ سے خاص عقیدت تھی روز مرہ تنگدستی کی پریشانی میں مزار پر جاکر عرض کرتے تھے کہ مجھ ناچیز غریب کی خبر لو آپ کا دربار چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ میرے دولہا بادشاہ غازی سدھ لیو ہماری بپتا پت راکھن ہار تمہیں ہو۔ غرضیکہ اسی قسم کے لب ولہجہ میں روز مرہ عرض کرکے شام کو گھر آجاتے اور زمین پر چٹائی پر پڑے رہتے تھے۔ تینتیسویں ۳۳ روز حضرت سیّد صاحبؒ خواب میں تشریف لاکر فرماتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں اور نہ کسی سے مانگنا نہ کہنا اب تمہاری مصیبت کا خاتمہ ہوجائیگا۔ بس حضرت والد صاحب خواب سے بیدار ہوتے ہیں اب انکی مسرت وشادمانیکی کیا حد تھی۔ والدہ صاحبہ بار بار اس مسرت کی وجہ دریافت کرتی تھیں کہ "کاہائے ہو کا ملا ہے" بار بار کے اصرار پر فرمایا کہ ابھی ابھی غازی میاں نے فرمایا ہے کہ اب کسی سے نہ مانگنا نہ کہنا تمہاری مصیبت دور ہوگی۔ اب تم کسی سے نہ مانگو نہ کہو اب تمام مصیبت دور ہوگئی اور غازی میاں کی لہر بہر ہوگئی اس خوشی میں دن گزرا اور شام ہو رہی تھی کہ حسب لال ٹھیکہ دار جو سرائے کے ملحق رہتے تھے والد صاحب کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم سرائے کا ٹھیکہ لیلو تمہاری ضمانت ہم کرلیں گے۔ بیس روپیہ اپنے خرچ کیلئے لیلو۔ کما کر ادا کر دینا چنانچہ ٹھیکہ لے لیا گیا۔ اور اسی سال لہر بہر ہوگئی کہ ایک سو روپیہ سے زائد کی رقم سالانہ پس انداز ہونے لگی۔

بیان شیخ سردار علی ممبر کیٹی درگاہ شریف، فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۸۹۷ء میں ۹ بجے شب کو میں نے بچشم خود دیکھا کہ ایک عورت برقع پوش اور ایک مرد آئے اسوقت درگاہ میں کوئی نہ تھا اور مجھ سے کہا کہ دروازہ کھول دو۔ میں نے کہا کہ خلوت ہو چکی اس وقت نہیں کھل سکتا تو مجھ سے کہا کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ اسوقت سردار علی ہیں تم جاؤ اور اُن سے کہو میں متعجب تھا کہ میرا نام کیوں کر معلوم ہوا مگر میں نے کہدیا کہ جب تم بلائے ہوئے آئے ہو تو دروازہ بھی آپ کھل جائے گا۔ جائیے۔ چنانچہ دونوں صاحب اندر گئے اور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس ہوئے اور مجھ سے کہا کہ مزار کے اندر جاؤ اور کچھ رکھا ہے لے لو۔ جب میں گیا تو دیکھا کہ ایک سینی بھری ہوئی گرم گرم جلیبیوں سے اور مبلغ پانچ روپیہ نقد مجھے مل گئے۔ اسی صورت سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک نابینا عورت فخر پور کے پاس کی رہنے والی اور اس کا شوہر اُس کا ہاتھ پکڑے ہوئے درگاہ شریف میں آئے کچھ عرصہ مزار مقدس کے پاس رہے اور پھر جو نکلے تو خوش وخرّم اور اس کی دونوں آنکھیں بینا

ہوگئیں یہ میں نے بہ چشم خود دیکھا اور کئی بار یہ بھی دیکھا ہے کہ رات کو شہیدوں کا لشکر حاضر دربار ہوا اور پھر چلا گیا۔ شرقی دروازہ صبح کو کھلا پایا۔

بیان ڈاکٹر نثار احمد صاحب شفاخانہ مسعودیہ درگاہ بہرائچ شریف کہتے ہیں کہ ایک عورت جو تپ دق میں مبتلا تھی اپنے علاج کے لئے پہاڑ پر گئی تھی مگر جب وہاں اسے کچھ فائدہ نہ ہوا تو وہ پریشان ہو رہی تھی تو ایک بزرگ ملے اور انہوں نے فرمایا کہ تو بہرائچ جا۔ اور حضرت سید سالار مسعود غازی کے مزار پاک کی پائنتی کی خاک چالیس ۴۰ روز چاٹ۔ چنانچہ وہ درگاہ شریف میں آئی اور اس نے یہ عمل چالیس روز کیا۔ خدا کا فضل ہوگیا اور وہ خوش وخرّم اپنے مکان واپس گئی اور بیان کیا کہ ایک روز حسب معمول شفاخانہ درگاہ شریف سے میں دوپہر کے قریب ایک بجے گھر واپس آرہا تھا۔ ریل کے پھاٹک سے نکل کر سڑک کی دائیں جانب چند درخت کہنہ آم کے لگے ہوئے ہیں ان میں ایک پرانا درخت کاٹا جا رہا تھا۔ جب میں قریب پہونچا لوگوں نے روکا اور کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ درخت گرا ہی چاہتا ہے میں یہ سمجھ کر سائیکل سے فوراً نکل جاؤں گا تیزی سے سائیکل بڑھادی جب اسکے نیچے پہونچا تو وہ درخت میرے اوپر گر پڑا اور ایسا گرا کہ میں اسکے درمیان میں آگیا۔ لوگوں نے غل مچایا۔ اُسی حالت میں میری زبان سے نکلا کہ میں تو حضرت سید صاحب کا ملازم ہوں وہ میرے ہر وقت نگراں ہیں، اور درخت کے بڑے بڑے دو گدّوں کے درمیان میں آگیا۔ لیکن فوراً کسی بزرگ نے آکر مجھے سنبھال لیا۔ میں اس وقت ہوش میں نہ تھا۔ یہ خبر مجھے نہ ہو سکی کہ کس طرح اُن گدّوں اور شاخوں کے جھنڈ سے اُن بزرگوار نے مجھے سائیکل سمیت باہر کردیا۔ جب باہر ہوا تو میرے ہوش وحواس قائم تھے۔ ہر چند لوگوں نے حیرت میں آآ کر مجھ سے دریافت کیا کہ تم پر کیا گزری اور کیوں کر سائیکل سمیت نکل آئے۔ مگر میں سیدھا گھر پہونچا اور حضرت سید صاحب کا فاتحہ شیرینی پر دلاکر شکریہ ادا کیا۔

غرض ہزاروں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اور بے شمار مریض شفا پاتے ہیں۔ چنانچہ میری لڑکی انور فاطمہ سلمہا گیارہ سال سے بیمار تھی اور ڈاکٹری یونانی ہزارہا علاج ہوچکے تھے مگر صحت معدوم۔ آخر کار درگاہ شریف میں لاکر غسل کے پانی سے نہلایا گیا اور دوا بھی مسعودیہ شفاخانہ سے دی گئی۔ خدا کا فضل ہوگیا جب صحت ہوگئی تو دوسرا غسل صحت انارکلی کی جھیل میں کیا گیا جس میں درگاہ شریف کے غسل کے پانی کی نالی جاکر

گرتی ہے اور بعد غسل صحت شیرنی پر فاتحہ حضرت سید صاحب موصوف کی دلائی اور شکریہ ادا کیا۔ اب بفضلہٖ بالکل تندرست ہے۔ امسال آٹھ کوڑھی بالکل تندرست ہوگئے۔ جب کوڑھیوں کی تندرستی کی شہرت ہوئی تو راقم نے خود جاکر دیکھا کہ ایک کوڑھی کی انگلیاں گر پڑی تھیں۔ اور ناک بھی بیٹھ گئی تھی غرض بری حالت تھی مگر جب وہ تندرست ہونے لگا۔ تو شام تک کئی بار میں نے جاجاکر دیکھا انگلیاں بڑھنی شروع ہوگئیں اور ناک وغیرہ پر تندرستی کی علامت ظاہر ہوتے ہوتے بالکل تندرست ہوگیا۔ پوری پوری دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ہوگئیں۔ اور ناک وغیرہ سب ٹھیک ہوگئی۔ ایسے کوڑھیوں کے جو تندرست ہوئے تھے پریسیڈنٹ صاحب نے فوٹو بھی لئے جو درگاہ شریف میں موجود ہیں۔ ایسے ایسے تصرفات و کرامات ہر سال ہزاروں کی تعداد میں ظاہر ہوتے ہیں۔

قدم رسول ﷺ۔ درگاہ شریف کے قریب جنوب میں ایک خوش نما عمارت ہے اس کی حقیقت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کو حاکم بہرائچ نے اپنے متعلقین کے رکھنے کے لئے بلا اجازت شاہ اودھ تعمیر کرایا تھا مگر جب شاہ اودھ نے اس پر اعتراض کیا تو مشہور کر دیا کہ حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف کا نشان رکھنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ غالباً بندہ علی خاں یا مہدی خاں حاکم بہرائچ نے یہ عمارت بنوائی کیوں کہ انہیں دونوں حاکموں کے زمانے میں خدام کی معافیات کا اعادہ بھی ہوا۔

درگاہ شریف میں کتبہ جات (از حیات مسعودی) ڈاکٹر فوہرر نے اپنی کتاب کی جلد دوم صفحہ ٢٩٢ پر لکھا ہے کہ انہوں نے درگاہ شریف بہرائچ میں تین کتبے دیکھے ایک تانبے کی تختی پر کھدا ہوا تھا جو دیوار میں نصب تھی۔ اور اس میں فارسی زبان تھی اس کا منشا یہ تھا کہ موضع سنگھا پراسی اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کی طرف سے درگاہ کے اخراجات کے لئے معافی میں ملا۔ اس بادشاہ کا زمانہ ١١٧٣ھ/١٧٥٩ء سے ١٢٢٠ھ/١٨٠٥ء تھا دوسرے کتبہ کی بابت ڈاکٹر فوہرر لکھتے ہیں کہ وہ ١١٧٧ھ/١٧٦٣ء زمانہ نواب شجاع الدولہ وزیر اودھ کی طرف سے بندہ علی خاں گورنر بہرائچ کا تھا۔ اور اس کا منشا یہ تھا کہ میلے کی آمدنی مزار کے اخراجات کے لئے معاف کی گئی۔ تیسرا کتبہ مہدی علی خاں گورنر بہرائچ کا تھا۔ اور اس کا منشا یہ تھا کہ درگاہ کی آمدنی معاف کی گئی۔ مگر ان کتبوں کا

اب پتہ نہیں دست برد زمانہ سے غائب ہوگئے۔

درگاہ کمیٹی نے عمارتیں تعمیر کرائیں۔ جب سے درگاہ شریف کا انتظام ایک کمیٹی کے ہاتھ میں آیا ہے اسی وقت سے عمارتوں کا سلسلہ برابر جاری ہے! اور اس بارے میں مرآت مسعودی کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہو رہی ہے کہ کچھ عرصہ میں عمارتوں کی رونق یہاں بہت بڑھ جائے گی۔ مزار شریف کے سامنے اندرونی حریم کے اندر سنگ مرمر کا فرش اور دالان اور اس سے باہر اور بیرونی حریم کے اندر کوٹھی۔ ہسپتال باغات اور زائرین کے لئے کمرے اور سقف بازار کمیٹی انتظامیہ نے پچیس تیس سال کے اندر تعمیر کراکے رونق بہت بڑھا دی ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید سالار مسعود غازی رحمت اللہ علیہ کو باغ کا شوق تھا اور اب بھی ہے۔ سکندر لودی بادشاہ نے جو شریعت اسلام کا سختی کے ساتھ پابند تھا اور اس کا زمانہ ٩٨٤ھ لغایت ٩٩٣ھ ہے اس میلہ کے بند کرنے میں بہت کوشش کی اور بند بھی کر دیا تھا مگر پھر جاری ہوگیا۔ اور اس میلے کی بدعت کو مٹانے کے لئے عالم گیر اورنگ زیب جو شریعت اسلام کا سخت پابند تھا سرمد علیہ الرحمۃ کو ساتھ لے کر بہرائچ آیا اس کی یادگار میں ایک مسجد بھی درگاہ شریف کے ہسپتال سے جنوب میں موجود ہے اور میلہ بند کرنا چاہا۔ مگر نہ ہو سکا اور جاری ہے مثنوی گلزار مسعود میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سرمد علیہ الرحمۃ بہرائچ میں آکر ہاتھی پر سے کود پڑے۔ عالمگیر نے بہت دریافت کیا کہ تو اپنی بغل کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو۔ جب عالمگیر نے ادھر نظر کی تو دیکھا جابجا تازہ لاشیں بے شمار پڑی ہیں اور خون بہہ رہا ہے۔ پھر عالمگیر کو سوار کرا کر آپ پیدل چلے۔

علاوہ میلے کے ١٢، ١٣، ١٤ رجب کو حضرت سید سالار مسعود غازی رحمت اللہ علیہ کا عرس بھی بڑی شان سے ہوتا ہے۔ جس میں قرب وجوار کے اضلاع کے زائرین کا بڑا مجمع ہوتا ہے سماع کی محفلیں اور وعظ کے جلسے اور قرآن خوانی اور فاتحہ نہایت خوش اسلوبی سے ہوتی ہیں۔ حضرت کے تبرکات کی زیارت بھی کرائی جاتی ہے۔ ایک قرآن پاک بہت پرانا ہے جس کا کاغذ اور روشنائی رسم الخط خط کوفی سے ملتا جلتا ہے کہتے ہیں کہ آپ اپنی حیاتِ ظاہری میں یہی قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے اور ایک مرزئی نیم آستین ہے جس پر پورا قرآن پاک نہایت باریک خط میں تحریر ہے کہتے ہیں کہ شہادت کے وقت یہی مرزئی زیب تن تھی۔ عرس میں صوفیائے کرام اور علمائے کبار دور دور سے آکر رونق افروز ہوتے ہیں۔

حسب لیاقت لنگر اور سفر خرچ بھی دیا جاتا ہے

حضرت فیروز شہید ۔ آپکا مزار پرانی عیدگاہ کی پشت پر اُتر جانب اونچے ٹیلہ پر جھینگا ندی کے کنارے پر واقع ہے۔ آپ سادات بخارہ سے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے جدِ امجد ہیں۔ ۸۶۰ھ میں آپ بعہد بہلول لودھی بہرائچ کی مہم پر تشریف لائے اور شہید ہوئے اور یہیں دفن ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ابن شاہ سیف الدین بن شاہ سعد اللہ بن شاہ فیروز شہید) اخبار الاخیار میں ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ فیروز شہید کے جدِ امجد آقا محمد بخاری بعہد سلطان علاؤالدین خلجی بخارا سے ہندوستان تشریف لائے ملک گجرات کی فتح آپکے ہاتھ پر ہوئی ۷۳۹ھ میں انتقال فرمایا پس پشت عیدگاہ حوض شمسی دہلی مدفون ہوئے آپ کے پوتے شاہ محمد موسیٰ (بن شاہ معراج الدین بن شاہ آقا محمد بخاری) دورِ فیروز شاہی کے معاملات دیکھ کر واپس بخارا گئے مگر امیر تیمور گورگانی مکرّر اپنے ہمراہ ہندوستان لایا اور آپ نے اس مرتبہ مستقل قیام دہلی فرمایا (اس قیامگاہ کا پتہ دہلی دروازہ سے ایک میل پر جیلخانے کے بعد جو کھنڈرات ہیں بتاتے ہیں) حضرت شاہ محمد موسیٰ کے کئی لڑکے تھے جن میں سے ایک حضرت شاہ فیروز شہید بہرائچ میرے دادا ہیں۔ آپ میں تمام فضائل صوری و معنوی و کسبی و وہبی موجود تھے علم سپاہ گری و وقائع روزگار کے بڑے واقفِ کار تھے۔ فنون جنگ میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شجاعت و سخاوت و لطافت و عشق و محبت اور تمامی صفات حمیدہ میں بے مثل تھے۔ دولت و حشمت جاہ و تمکنت و عزت و عظمت میں مشہور عالم شعر و ظرافت و کلام میں شیرینی ہمارے گھرانے میں آپکی ذات بابرکات سے آئی۔ آپ نے سلطان حسین شرقی و سلطان بہلول کی جنگ نظم فرمائی ہے اصل کتاب ہمارے پاس تھی اسوقت دستیاب نہیں ہوئی دو شعر یاد ہیں لکھتا ہوں۔

ایا قابض شہر دہلی شنو — حیاتے چو خواہی ازینجا برد
منم قابض ملک مارا ست ملک — خدا داد مارا خدا راست ملک

بہرائچ آنے پر معلوم ہوا کہ لوگ بغرض فاتحہ ہر پنجشنبہ کو اس مزار پُرانوار پر حاضر ہوتے ہیں اور فیضان روحی سے مستفید اور مستفیض ہوتے ہیں۔ اس مقام پر ہزاروں قبریں ہیں مگر کوئی یہ نہیں جانتا کہ یہ کس بزرگ کا مزار ہے آپکی شہادت کو پانچسو برس ہوگئے مگر آپکا نامِ نامی ہر فرد بشر جانتا ہے اس سے آپکے مرتبہ کا پتہ چلتا ہے۔ (ناچیز سیاح فقیر نظر حق)

ملک آدم رحمتہ اللہ علیہ۔ لکھنؤ محلہ صحتیا باغ متصل بازار راجہ۔ ہر سال آپکے مزار سے نشان اٹھائے جاتے ہیں اور بہرائچ لائے جاتے ہیں۔

کھنڈی میں بھی کچھ شہدائے ہمراہیان حضرت سید سالار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہیں اور اکثر رات کو لوگوں کو مشاہدات ہوئے ہیں کہ لوگوں کو سر کٹا ہوا دکھائی دیا اور لکھنؤ میں بانس واڑہ متصل محلہ جھوائی ٹولہ میں بھی ایک گنجِ شہیداں ہے۔

سید سالار مسعود غازی کے مزار اقدس پر سالانہ میلہ

یہ میلہ جیٹھ کے ماہ میں پہلے اتوار کو ہوتا ہے۔

مراٰت مسعودی نے سورج کنڈ اور بت بالارکھ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ یہاں سورج گرہن اور چاند گرہن کے روز بڑا مجمع ہوتا تھا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اب جو میلہ یہاں ہوتا ہے وہی ہے جو سید سالار مسعود غازی کے آنے سے پہلے بھی ہوتا تھا اور اسکا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ یہ اتوار کے روز اسکا خاص دن ہوتا ہے اور جیسا کہ ہم بیشتر عرض کر چکے ہیں۔ اتوار کا تعلق آفتاب کی پرستش سے ہے اتوار مخفف ہے ادت وار کا جسکے معنی ہیں سورج کا دن اور یہی وجہ ہے کہ اس میلہ میں زائرین جو مزار پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور بڑے چھوٹے جھنڈے نذر کرتے ہیں۔ تین چوتھائی تعداد ہندوؤں کی ہوتی ہے بیشتر تو یہاں غالباً بہت سی بدعات ایسی تھیں جو مذہب اسلام کے خلاف تھیں مگر اب کمیٹی انتظامیہ نے بہت سی بدعتوں کو بند کر دیا ہے۔ اس میلے کے پرانے ہونے کا ثبوت مرات مسعودی سے قبل کی تاریخوں سے بھی ملتا ہے چنانچہ اکبر نامہ میں ابوالفضل نے اس سلسلہ میں بڑا دلچسپ قصہ لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک سال جمنا کے کنارے زائرین بہرائچ کو علم لے جانے کیلئے تیار ہو رہے تھے اور بڑا مجمع تھا۔ اکبر بادشاہ بھیس بدلکر تماشا دیکھنے کے لئے اس مجمع میں چلا گیا۔ اتفاق سے ایک شخص نے پہچان لیا اور اکبر کو اس شناخت کا پتہ لگ گیا تو اس نے فوراً اپنی آنکھوں کی پتلیاں پھیر کر ایسی صورت بنائی کہ لوگ کہہ اٹھے کہ یہ بادشاہ نہیں ہے آگے چل کر ابوالفضل کہتا ہے کہ بہرائچ میں بڑا مجمع ہوتا ہے۔ لوگ راتوں کو جاگتے ہیں اور اچھے برے سب جمع ہوتے ہیں (آجکل بھی یہی حالت ہے اگرچہ اب مجمع کم ہوتا ہے اور یہ کہ سید سالار مسعود غازی غزنی کی فوج کے شہدا میں سے تھے (ترجمہ بی وریج جلد دوم صفحہ ۲۲۵) تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سکندر لودی بادشاہ نے جس کا زمانہ سنہ ۸۹۴ھ لغایۃ سنہ ۹۲۳ھ تھا اور جو شریعتِ اسلام کا سختی کے ساتھ پابند تھا اس میلے کو سختی کے ساتھ بند کر دیا تھا اور جاتریوں اور نیزوں کا لے جایا جانا ممنوع قرار دیا تھا (تاریخ فرشتہ مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۱۸۶ و ۱۸۷) اس کی تائید تاریخ داؤدی مصنفہ عبداللہ عہد جہانگیر سے بھی ہوتی ہے (ایلیٹ داؤسن جلد چہارم صفحہ ...) اور یہی بات زبدۃ التواریخ نے بھی لکھی ہے۔ (جلد ۱۳۷)

خافی خان کی تاریخ منتخب اللباب سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر نے بھی اس قسم میلوں کو بند کرنے کی کوشش کی اگرچہ خاص طور سے بہرائچ کا نام اس نے نہیں لیا مگر جو رسم خواہ اچھی ہوں یا بری صدیوں کی آبیاری سے جڑ پکڑ جاتی ہیں ان کو اکھاڑنا آسان نہیں ہے۔ ہاں کاٹ چھانٹ ہوتی رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ میلہ اب تک قائم ہے اور کم و بیش قائم رہے گا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ سید سالار مسعود غازیؒ کی یادگار میں اسی تاریخ اور اسی روز ہندوستان کے مختلف حصوں میں میلے ہوتے ہیں مثلاً بدایوں، مرادآباد میرٹھ وغیرہ یا ہمارے صوبے کے کئی ایک پوربی اضلاع میں۔ یہاں تک کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ حیدرآباد دکن کی ریاست کے ضلع گلبرگہ کے تعلقہ شاہ پور میں لوگوں نے سید سالار مسعود غازی کی ایک درگاہ بنا رکھی ہے اگرچہ اس روایت کی کوئی سند ہمارے پاس نہیں ہے۔ مرآت مسعودی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تصنیف کے زمانے میں بھی اس قسم کے یادگاری میلے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ہوتے تھے۔ علاوہ میلے کے ۱۲،۱۳،۱۴ رجب کو سید سالار مسعود غازی کا سالانہ عرس بھی ہوتا ہے جسمیں مجمع اضلاع قرب و جوار کے مسلمانوں کا ہوتا ہے محافل سماع، وعظ اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور سید سالار مسعود غازی کی فاتحہ کمیٹی چند سال سے اس عرس کو ترقی دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ (از حیات مسعودی)

تمام شد

قطعہ تاریخ از سیٹھ حاجی عبد الشکور صاحب شکور تخلص علی حسینی قادری چشتی گونڈلی
کاٹھیاواڑی سلمہ اللہ تعالیٰ حال ملک التجار اجین مالوہ۔

فارسی سے عام فہم اردو میں خوب — یہ کتاب اکبر نے کی کیا بات ہے
خوب لکھے سچے سچے واقعات — خوب محنت خوب تحقیقات ہے
کیوں نہ ہوں بالے میاں اب باغ باغ — انکو خوش کرنے کی یہ سوغات ہے
ان کے تبلیغی حقائق سے بھری — عمر بھر کی اس میں معلومات ہے

سب گنہ بخشے گئے ہوں گے شکور
طبع کا سن عفوِ تقصیرات ہے
۱۳ھ۵۷

حضرت علی کرم اللہ وجہ

مختصر ترین تاریخ قطب شاہی علوی اعوان از اولاد حضرت عون قطب شاہ غازی بن علی عبدالمنان بن حضرت محمد حنفیہؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہ

حضرت محمد حنفیہؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند علی 1 تھے۔ علی کے فرزند عون 2 تھے عون کے نام کی نسبت سے ان کی اولاد "بنی عون" 3 کہلائی اور قطب شاہی 4 علوی اعوان بھی مشہور رہے۔ عون قطب شاہ غازی المعروف قطب شاہ اوّل (جدامجد قطب شاہی علوی اعوان) کے فرزند محمد آصف غازی 5 تھے ان کے فرزند علی تھے۔ علی کے سات فرزند علی بن علی، موسیٰ بن علی، حسن بن علی، عیسیٰ بن علی، حسین بن علی، احمد بن علی و محمد بن علی تھے ان سات بھائیوں میں اوّل الذکر تین بھائیوں کی اولاد مصر و روم 6 وغیرہ میں آباد ہونا درج ہے جب کہ آخر الذکر چار بھائیوں کا ہند 7 آنا درج ہے۔ محمد بن علی 8 کی چوتھی پشت میں سالار ساہو غازی بن عطاءاللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی تھے۔ سالار ساہو غازی قطب شاہی علوی اعوان سلطان محمود غزنوی کے بہنوئی تھے۔ سالار ساہو غازی کے فرزند سالار مسعود غازیؒ 424 ہجری کو شہید ہوئے آپؒ کا مزار مبارک بہرائچ انڈیا میں مرجع خلائق ہے۔ دوسری صدی ہجری تا گیارہویں صدی ہجری تک انساب کی عربی و فارسی کتب میں سے اکثر میں مندرجہ بالا شجرہ نسب موجود ہے۔ قطب شاہی علوی اعوان قبیلہ نے صدیوں پرانی جو روایات بیان کی تھیں رہیں کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند حضرت محمد حنفیہؒ کی اولاد ہیں اور ان کی اولاد سے عون قطب شاہ تھے جن کے نام کی مناسبت سے وہ قطب شاہی اعوان کہلاتے ہیں ان تمام روایات کی تصدیق قدیم انساب کی کتب سے ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا عبارت جو کہ قدیم انساب کی کتب کے حوالہ سے درج ہے یہ ثابت ہوا کہ حضرت محمد حنفیہؒ کے پوتے عون قطب شاہ غازی تھے جن کی اولاد قطب شاہی علوی اعوان کہلاتی ہے۔ سالار ساہو غازی، سالار قطب حیدر شاہ غازی المعروف قطب شاہ 9 ثانی و سالار سیف الدین غازی و دیگر "بنی عون" "علویان" "قطب شاہی علوی اعوانوں" نے سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ جہاد ہند میں حصہ لیا اور سلطان محمود غزنوی نے بھی انہیں اعانت کرنے پر "اعوان" کا خطاب دیا۔ اس طرح یہ قبیلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام کی نسبت سے "علوی" کہلاتا ہے۔ عون قطب شاہ غازی کے نام کی مناسبت سے قطب شاہی اعوان مشہور ہے۔ یاد رہے اس قبیلہ نے ہندوستان میں غیر مسلموں کو تبلیغ اسلام کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور جنہوں نے مزاحمت کی ان کے خلاف جہاد کیا گیا۔

1، 2 و 3 کتاب نسب قریش عربی تالیف ابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ بن زبیر (156 ہجری تا 236 ہجری) صفحہ 77

4، 5 و 8 بحر الانساب فارسی تالیف سید معین الحق جھونسوی 830 ہجری صفحہ 103

6 و 7 تہذیب الانساب ونہایۃ الاعقاب عربی تالیف ابی الحسن محمد بن ابی جعفر (449 ہجری) ص 274-273

6 و 7 منقلۃ الطالبیہ عربی تالیف ابی اسماعیل ابراہیم بن ناصر ابن طباطبا (471 ہجری) ص 352، 303 و 331

9 تاریخ حیدری 1909، تحقیق الاعوان 1966، تاریخ علوی اعوان 1999، تحقیق الانساب 2007، تاریخ قطب شاہی علوی اعوان 2015 وغیرہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ
↓
حضرت محمد حنفیہؒ
↓
علی عبدالمنان غازیؒ
↓
عون قطب شاہ غازیؒ
↓
محمد آصف غازیؒ
↓
شاہ علی غازیؒ
↓
شاہ محمد غازی
↓
طیب غازی
↓
طاہر غازی
↓
عطاءاللہ غازی
↓
قطب حیدر شاہ غازی قطب شاہی علوی اعوان — سالار ساہو غازی
↓
سالار مسعود غازیؒ قطب شاہی علوی اعوان

عبداللہ گولڑہ — محمد کندلان — مزمل علی کلگان — در یتیم جہاں شاہ — زمان علی کھوکھر — فتح علی — محمد علی — نادر علی — بہادر علی — کرم علی — نجف علی

1، 2 و 3 کتاب نسب قریش عربی تالیف لابی عبداللہ المصعب بن عبداللہ بن زبیر (156 ہجری تا 236 ہجری) صفحہ 77

وولد محمّد بن علىّ بن محمّد بن علىّ بن أبى طالب : جُمَانَةَ ، وأُمُّها : أُمُّ وَلَدٍ .
وولد عَوْنُ بن علىّ بن محمّد بن علىّ بن أبى طالب : محمّداً ؛ ورُقَيَّةَ ؛ وعُلَيَّةَ
بنى عَوْن ، وأُمهم : مهديّة بنت عبد الرحمن بن عمر بن محمّد بن مَسْلَمة الأنصارىّ .
فولد محمّد بن عَوْن بن علىّ بن محمّد بن علىّ بن أبى طالب : عَلِيّاً ؛ وحسنةَ ؛
وفاطمةَ ؛ وأُمّهم : صفيّة بنت محمّد بن مُصْعَب بن الزُّبَيْر .

4، 5 و 8 بحر الانساب فارسی تالیف سید معین الحق جھونسوی 830 ہجری صفحہ 103

[illegible] ابراہیم و علی عبدالمنان و سید جعفر [illegible]
[illegible] و علی عبدالمنان [illegible] عون [illegible] قطب [illegible]
[illegible] قطب غازی [illegible] سیف غازی [illegible]
[illegible] غازی [illegible] محمد غازی [illegible]
[illegible]
[illegible] سید [illegible] غازی [illegible]
[illegible] محمد غازی [illegible]
[illegible] احمد غازی [illegible]
[illegible] غازی [illegible]
[illegible] سلطان [illegible] غزنوی [illegible]
[illegible] حضرت سید مسعود [illegible] سالار [illegible]

6 و 7 تہذیب الانساب ونہایۃ الاعقاب عربی ص 273

والعقب من ولد عون بن علي بن محمد ابن الحنفية في محمد صاحب القبر بالبقيع وحده ومنه في علي بن محمد اشهل البقيع ومنه في علي بن علي وموسى بن علي والحسن بن علي قال ابن ابي جعفر له بقية بالهند فأما علي بن علي بن محمد اشهل البقيع فولده عيسى بن علي بن علي بن محمد أشهل البقيع له عقب بمصر، ومحمد أبو تراب القتيل الأحول له بمصر ولد وأبو تراب هذا هو الحسن بن محمد بن عيسى بن علي بن علي بن محمد أشهل البقيع. وأخوه القاسم أبو زبية بن محمد بن عيسى بن علي بن علي له ولد بمصر، والحسين بن عيسى بن علي بن علي التوم فولده محمد بن الحسين ومنه في الحسين بن محمد له

6 و 7 منقلۃ الطالبیہ عربی تالیف ابی اسماعیل ابراہیم بن ناصر ابن طباطبا (471 ہجری) ص 352، 303 و 331

[illegible]

لابی اسماعیل ابن طباطبا —— ۳۰۳ منقلة الطالبية
(بمصر) علی بن اشهل البقیع ابن عون بن علی بن محمد بن علی بن ابی طالب (ع)، عقب علی بن علی أعقب، وموسی أعقب والحسین أعقب
وسواهم لی المشجرة عیسی وأحمد ومحمد والحسین .